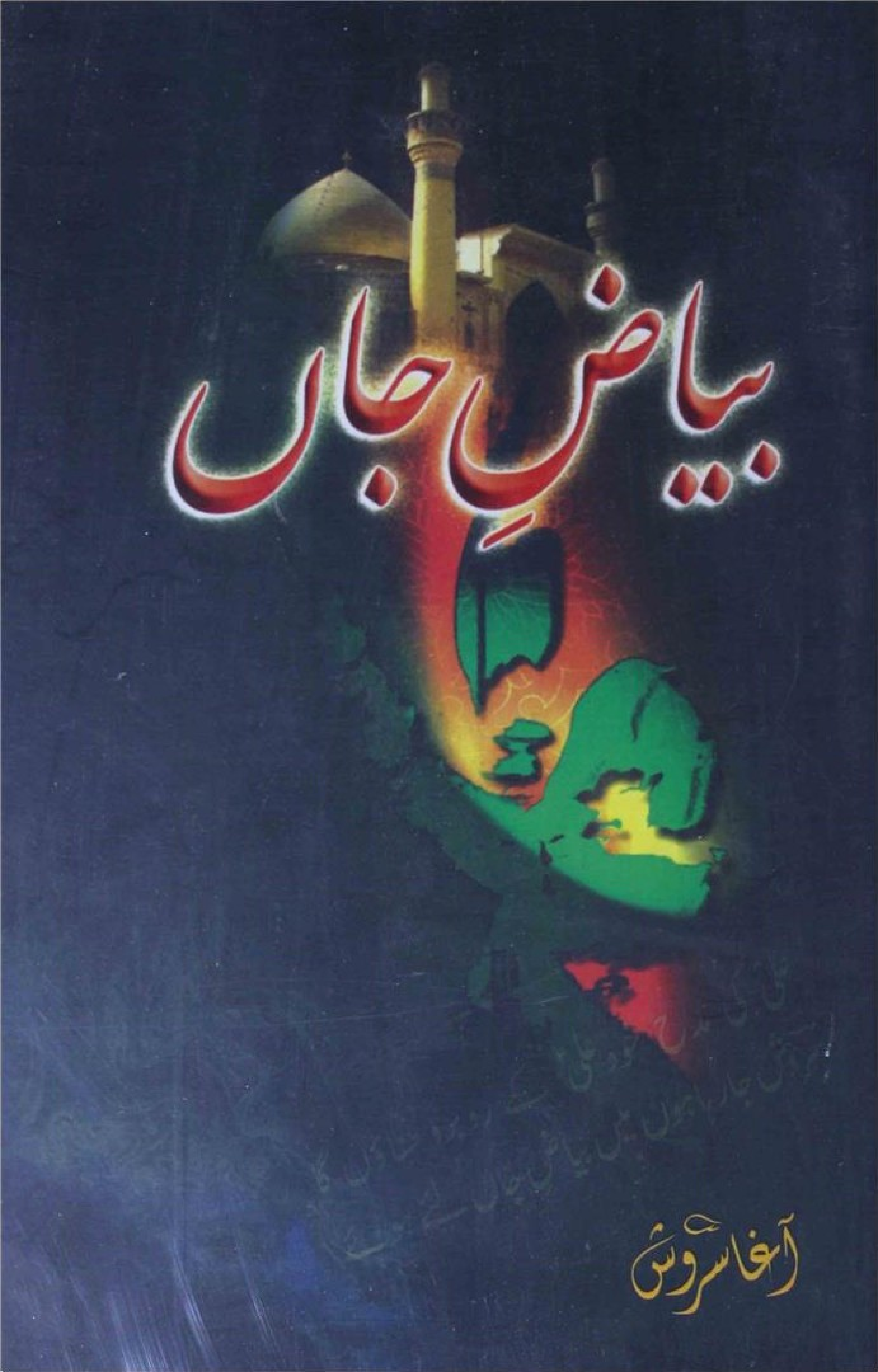


بیاضِ جاں
آغا سروش

شعر گوئی مشق سخن پر منحصر ہے۔ تھوڑی سی مشق سے موزوں اشعار نظم کر لینا دشوار نہیں ہے لیکن نعت و منقبت لکھنے کا کام بڑا نازک ہے۔ یہاں جوشِ محبت کے اظہار کے بھی آداب ہیں، مدح و منقبت کے پیمانے ہیں، اور سب سے بڑا وہ سلیقۂ سخن ہے جو فن کو کمال اور الفاظ کو احترام عطا کرتا ہے۔

اُردو میں نعت و منقبت کی روایت بہت قدیم ہے گذشتہ پچاس سال میں شعراء نے اس کی طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ عزیز لکھنوی، عالم لکھنوی، نجم آفندی اور اس عہد کے بہت سے شعراء ایسے ہیں جنہوں نے مدحیہ اور نعتیہ ادب میں گرانقدر اضافے کیے ہیں اور منقبتی شاعری کا یہ سلسلہ آج بھی اسی طرح قائم ہے۔ جدید شعراء نے روایت سے ہٹ کر شعر کہنے کی کوشش کی ہے اور نعت و منقبت میں اسے خوبصورت پہلو پیدا کئے ہیں اور اظہار کو ایسی وسعت دی ہے کہ آج کی زندگی کے مسائل نعت و منقبت کا حصہ بن گئے ہیں۔

اُردو کی عشقیہ شاعری میں رقابت کا ذکر عشق و محبت کا ایک ناگزیر پہلو رہا ہے اور اس کے ذکر میں طرح طرح کے پہلو شعراء نے پیدا کئے ہیں۔ واصف ردولوی نے اپنی ایک نعتیہ رباعی میں رقابت کے ذکر سے ایک بڑا لطیف کام لیا ہے۔

دو ایک کو چاہیں تو بُرا ہوتا ہے
آپس میں سلوک ناروا ہوتا ہے
اللہ کے محبوب کو چاہا میں نے
اب دیکھئے میرے لئے کیا ہوتا ہے

آغا سروش جدید شعراء میں نعت و منقبت میں اپنا ایک مقام رکھتے ہیں۔ وہ غزل کے بھی اچھے شاعر ہیں لیکن نعت و منقبت میں انہیں خصوصی دلچسپی ہے۔ انہوں نے بڑے سلیقے سے نعت و سلام لکھے ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بڑی سادگی سے اپنے احساسات و جذبات کو نظم کر دیتے ہیں اور اسی سادگی سے وہ نعت، منقبت کے خوبصورت پہلو اپنے اشعار میں پیدا کرتے ہیں جن پر کسی تصنع کا شبہ نہیں ہوتا۔ ان کی ایک نعت کے یہ اشعار دیکھئے اور ان کی سادہ بیانی کا لطف لیجئے۔

عشق نے بنایا ہے ایسا راستہ دل میں
جس سے روز آتی ہے یادِ مصطفےٰ دل میں
پہلے یادِ طیبہ کی آتی رہتی تھی اکثر
رفتہ رفتہ پھر اس نے گھر بنالیا دل میں

راستہ بنالینا اور گھر بنالینا جیسے عام محاوروں سے زبان کا جو لطف پیدا کیا ہے اس نے نعت کا مزہ دوبالا کر دیا۔ اسی طرح نعت کے ایک شعر میں دو خصوصیتوں کو انہوں نے یکجا کر کے ایک نیا لطف پیدا کیا ہے۔

کربلا کیوں نہ ہو سونے سے بھی مہنگی تری خاک
سارا سرمایہ مدینہ کا تری خاک ہی ہے

اس شعر میں سرمایہ کی معنویت توجہ کی مستحق ہے اسی طرح ایک اور قطعہ میں ان کی سادہ بیانی دیکھئے۔

کیوں وقت گنواؤں طلب جاہ میں مولا
سب کچھ ہے میسر تری درگاہ میں مولا
شاعر ہے ترا صرف تری داد کا طالب
ہے نہرِ کوثر تری ایک واہ میں مولا

"بیاضِ جاں" آغا سروش کی نعتیہ اور منقبتی شاعری کا مجموعہ ہے وہ ایک کہنہ مشق شاعر ہیں اور اپنے موضوع اور اظہار دونوں پر ان کی اچھی گرفت ہے۔

ڈاکٹر شارب ردولوی

بیاضِ جاں

آغا سروش

فدک انکلیو، 22-3-921/1، دارالشفاء، حیدرآباد۔ 500 024 اے. پی۔ انڈیا
Cell: 91-9177856059, 9391102488
E-mail : aghasarosh@hotmail.co.uk / asarosh5@gmail.com

تفصیلات

کتاب	:	بیاضِ جاں
شاعر	:	آغا سروشؔ
حروف چیں	:	میر مظفر علی
طباعت گاہ	:	ڈیجیٹل گرافکس: 9948053848
حروف بیں	:	تقی گلبر گوی۔شاہ نواز شاہ 9949204759
سرِ ورق	:	چندا (لکھنوٴ)
ترتیب وپیشکش	:	آغا مرزا شہریار حسین
اشاعتی شماریہ	:	نمود اوّل
تعداد اشاعت	:	دو ہزار
ناشرانہ اہتمام	:	ماریہ اکیڈمی، حیدر آباد
تقویمی حوالہ	:	اکیسویں صدی کا بارہواں سال روزِ نوروز
استحقاق	:	اس مجموعے کے تمام تصرفات ماریہ اکیڈمی، حیدر آباد کی تحویل میں ہیں
ترسیل	:	حیدر آباد: ماریہ اکیڈمی، سلمان بک سنٹر، مکتبہ ترابیہ، عباس بک ایجنسی لکھنوٴ، حیدری کتب خانہ ممبئی، فرید بک ڈپو دلی، ادارۂ جعفریہ، لندن، اقبال حیدر، یورپ، حسینی سنٹر، شکاگو، صباء سنٹر، سان ہوزے، الغدیر، ہوسٹن، بیت القائم، نیوجرسی، حسینیہ پاسمور، کینیڈا شہریار، ملبورن. برکت موسوی، سڈنی
مبادلہ	:	۵۰۰ روپے بیرونی ممالک سے ۲۰ امریکی ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعر کی زبان کو اُس کی جگہ پر استعمال کرنا چاہیے اور حکمت کی زبان کو اُس کے مقام پر... البتہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں جہاں شعر ہی سے کام لینا چاہیے، کیونکہ وہاں جو کچھ شعر کی زبان میں کہا جا سکتا ہے اُسے حکمت کی زبان ادا نہیں کر سکتی۔

امام جعفر صادق علیہ السلام

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

حرفِ جاں

اپنے مرحوم والدین
آغا مرزا مظہر حسین و عابدہ بیگم کی خدمت میں
جنہوں نے اپنی سب سے قیمتی متاع، دولت درد کا مجھے وارث قرار دیا۔

رئیس فاطمہ، زہرا فاطمہ، محتشم، شہر یار، ایلیاء،
امید کہ اس دولتِ درد کو اپنی اگلی نسلوں میں منتقل کریں گے۔

اپنی گھر جنت مہدی بانو کے نام
جس نے بیاضِ جاں کے اوراقِ منتشر کے ساتھ
مجھے بھی سمیٹے رکھا۔

ذِکرُ علیٍ عبادۃ

الحسن والحسین سیدی الشباب اهل الجنة

السَّلام علیکُم یا اَنصارَ دینِ اللہ

کُلُّنا محمدؐ

سروش حلقِ بریدہ سے ہے لہو جاری

کہ لَو چراغ کی زیرِ حسام روشن ہے

گر کھینچنا ہو نقش کوئی کامیاب کھینچ
قرطاسِ دل پہ عکسِ رُخِ بوترابؑ کھینچ
تو اور جامِ مئے کا گلہ حیدری فقیر
کیا دیکھتا ہے ہاتھ بڑھا آفتاب کھینچ

آغا سروشؔ

گفتنی

میں نے جب اِس دنیائے آب و گِل میں آنکھ کھولی تو وہ دِن عید مباہلہ کا دن تھا، میں اپنے والدین کی پہلی اولاد تھا جو بڑی منتوں مرادوں سے شادی کے چار سال بعد پیدا ہوا۔ میرے پیدا ہونے کی سب سے زیادہ خوشی میری نانی کی چھوٹی بہن اِمامی بیگم (جنکو میں ننا کہہ کر بُلاتا تھا) کو تھی کیونکہ میں اُن کے ایک روحانی خواب کی تعبیر بن کر اُنکے ہاتھوں پر تھا۔

میرا ددھیال ایرانی النسل ہے اور ننہیال قدیم حیدرآبادی روایات کا حامل جاگیردار و منصب دار گھرانہ۔ امامی بیگم کی شادی کوہِ مولا علیؑ کے قریب رہنے والے ایک جاگیردار غلام علی خاں سے ہوئی تھی۔ وہ اٹھارا سال کی عمر میں بیوہ ہوگئیں اور تاحیات اپنی بڑی بہن یعنی میری نانی کے گھر رہیں۔ کیونکہ وہ لاولد تھیں انہوں نے اپنی بہن کے بچوں کو اپنی اولاد کی طرح پال پوس کر پروان چڑھایا اور خاص طور پر میری والدہ کی نگہداشت کی۔

میرے پیدا ہونے سے دو دِن قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گھر کا عزاخانہ بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ ایسے میں دو خوبصورت ہاتھ، انگلیوں میں فیروزہ اور عقیق کی انگشتریاں پہنے ہوئے سفید کپڑے میں لپٹا ہوا ایک نومولود اُنکی طرف بڑھا رہے ہیں اور بڑی ہی بارعب آواز آرہی ہے کہ پکارو محمد آغا پکارو۔

چنانچہ میرے پیدا ہونے سے پہلے ہی میرا نام طئے پا گیا، وہ ہر سال ۲۴ رذالحجہ کو بڑی دھوم سے میری سالگرہ کرتی تھیں۔

وہ زندگی بھر اُس خواب کو یاد کرتی رہیں اور کہتی تھیں کہ وہ ہاتھ سرکارِ دو عالم کے تھے۔ (میرے شعور نے آنکھیں کھولیں تو اُس آوازِ غیب کو ذہن میں رکھتے ہوئے میں نے اپنا تخلص سروشؔ رکھا) ہندوستان کی آزادی سے بہت پہلے انہوں نے دخانی جہاز کے ذریعہ عراق، شام اور ایران کا سفر کیا تھا۔ اور وہ وہاں کا ہر منظر اپنی آنکھوں میں بسا کر لے آئی تھیں اور روز آنہ کربلا و نجف و وادی السلام سامرہ کاظمین مشہد و قم کی زیارتوں کی باتیں اور واقعات اس انداز سے سنایا کرتیں کہ نظروں کے سامنے پورے کا پورا منظر کھنچ جاتا اور میرے معصوم ذہن کے بے داغ پردے پر اُن مقدس مقامات کی تصویریں حرکت کرنے لگتیں۔

اُنکی آغوشِ تربیت ہی میری پہلی درس گاہ تھی جس میں، میں نے وِلائے علیؑ اور عزائے حسینؑ کی تربیت حاصل کی۔

فطرت کے فیاض ہاتھوں نے بچپن ہی سے مجھے دردِ احساس کی دولت سے نواز دیا تھا چنانچہ میں نے ابھی عمر کی تین یا چار بہاریں دیکھی تھیں کہ جب کبھی فرشِ عزاء بچھتا میں مرثیہ اور نوحہ سن کر یوں ہمک ہمک کر روتا کہ اہلِ مجلس تعجب کرتے اور مجھے سینے سے لگا لگا کر دعائیں دینے لگتے۔

میں اپنے بچپن میں اپنے شعور کی انگلی تھام کر کربلا و نجف کی سیر کو نکل جایا کرتا تھا لیکن تصوراتی سیر سے دل کو سیری نہیں ہوتی تھی۔ ایک دن سویرے ہی اُٹھ کر کربلا جانے کی ضد کرنے لگا والدہ نے بہت سمجھایا کہ دُعا کرو مولا نے انتظام فرمایا تو کربلا ضرور جائیں گے، لیکن میری ضد تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ تب میری نانا کو جانے کیا سوجھی انہوں نے عباء اوڑھی اور مجھے گود میں اُٹھا کر گھر سے نکل پڑیں اور ایرانی گلی لیجا کر نقشِ کربلا کی زیارت کروائی جہاں مقاماتِ مقدسہ کی شبیہیں بنی ہوئی تھیں۔ تب کہیں جا کر اس وقت میرا معصوم دل بہل سکا۔

بچپن ہی سے اکثر مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہونے لگتی تھی۔ سارا ماحول غم زدہ نظر آنے لگتا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے جو روکے نہیں رُکتے تھے۔ دِل چاہتا تھا کہ کسی ویرانے

کی طرف نکل جاؤں اور چیخ چیخ کر روؤں۔ آج بھی میرا جی کچھ یوں ہی چاہتا ہے۔ چھٹے امامؑ کی ایک حدیث نظر سے گذری کہ عالم ارواح میں جن مومنین کی روحوں سے تمہاری دوستی تھی اگر وہ اس عالم اسباب میں کسی مصیبت میں گرفتار ہیں یا غمزدہ ہیں تو تمہاری روح پر بھی اُس کا اثر ہوتا ہے اور تم یکا یک مغموم ہو جاتے ہو۔ کیوں نہ ہو ایک مدت سے عراق، ایران، بحرین اور حجاز کے رہنے والے مومنین میرے عالم ارواح کے ساتھی مصیبتوں میں گرفتار ہیں، پے در پے قتل کئے جارہے ہیں، سارا عالم اسلام آگ اور خون کے دریاؤں میں راستے بنانے کی سعی کررہا ہے۔ نہ عصائے موسیٰ دستیاب ہے اور نہ حسینؑ ابن علیؑ جیسا صاحب ارادہ۔ سب سے عظیم مصیبت یہ کہ ابھی تک فرزند زہراؑ، منتقم خونِ حسینؑ کو اذنِ ظہور نہیں مِل پایا۔

ہمارے گھر میں مذہبی اور ادبی کتابوں کا بہت سارا ذخیرہ موجود تھا۔ بچپن ہی سے مجھے اِن کتابوں کے مطالعے کا شوق رہا۔ کھیل کود سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔

وقت گزرتا رہا موسم آتے جاتے رہے کبھی بہار کبھی خزاں پھر یوں ہوا کہ موسمِ خزاں نے برسوں تک ہمارے گھر پر ہی اپنا ڈیرا جمالیا۔ اِسکے باوجود تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ ویسے بھی کوئی درس گاہ ہو یا جامعہ انسان کو صرف علم حاصل کرنے کا سلیقہ سکھلاتی ہے، علم تو انسان تمام عمر حاصل کرتا ہی رہتا ہے اور پھر آخری لمحے یہی سوچ کر رہ جاتا ہے کہ جو جانتا ہے وہ بہت ہی کم ہے۔ دنیا کی سب سے دلچسپ کتاب خود انسان ہے اِسے ورق ورق پڑھیے، سطر سطر پڑھیے، لفظ لفظ پڑھیئے، حرف حرف پڑھیے اور پھر بین السطور پڑھیے تب انسان شناسی کے بعد علم کے جوہر کھُلتے ہیں۔ اور یہی کچھ میرا مطالعہ ہے۔ میں بچپن ہی سے اپنا راستہ آپ بنانے کا عادی رہا ہوں۔ دوسروں کے راستے پر چلنے سے مجھے الجھن سی ہونے لگتی ہے۔

شاعری میری پہلی محبت رہی ہے۔ زندگی کی تمام بے ترتیبیوں اور ذہنی ناآسودگیوں کے باوجود میں اس سلسلے میں ہمیشہ ہی سنجیدہ رہا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ تقریباً تیس سالہ شعری و ادبی سفر بے سمت اور بے مقصد نہیں رہا۔ ابتداء میں مصوری، تقریر اور نثر نگاری کا بھی چسکا لگا لیکن بقول

میتھیو آرنالڈ (Matthew Arnold) "اعلیٰ ترین شاعری کے نمونوں میں تخلیقی جوہر، اثر انگیزی اور نشاطِ فکری کی ایسی نمود ملتی ہے جسکا بدل کسی اور طرزِ اظہار میں ممکن نہیں"

شاعری ابتدائے آدمیت سے ہی سب سے موثر وسیلۂ اظہار رہی ہے چنانچہ ہابیل کے قتل پر جناب آدمؑ کا مرثیہ اور قوم کی بے راہ روی پر جناب نوحؑ کا نوحہ کرنا مشہور تاریخی مأخذ ہے۔

"بیاضِ جاں" کی تفسیر کے لئے شاعری اعلیٰ ترین سچائی اور بلند خیالی کا تقاضا کرتی ہے۔ کائنات کی اعلیٰ ترین سچائی ولایت علیؑ ابن ابی طالبؑ اور غمِ کربلا کے سوا اور کیا ہے؟ یہ دونوں چیزیں فنکار کے دِل و دَماغ پر اثر پذیر ہوں تو اپنے آپ بلند خیالی اور ندرت فکر کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ تا حال جس کی مثال اُردو شاعری میں میرؔ، غالبؔ، انیسؔ، دبیرؔ اور اقبالؔ ہیں۔

شاعری کے اجزائے ترکیبی میں جو عناصر اہمیت رکھتے ہیں ان میں سب سے پہلے رنگ تغزل، علامت، استعارہ، تشبیہ، مضامین تازہ، زبان کی سادگی، اسلوب کی ندرت، تاریخ و تہذیب سے آگہی ہے۔

میری شاعری کی ابتداء غزل سے ہوئی اور میں نے مذہبی شاعری میں بھی رنگ تغزل برقرار رکھا۔ چنانچہ میں نے سب سے پہلا جو سلام کہا وہ سیماب اکبر آبادی کی غزل کی زمین میں تھا جس کا مطلع یہ ہے ۔

خدا نے مدحِ حیدرؑ میں لطافت یوں نہاں رکھ دی
کہ جس کی چاہ میں میثم نے خنجر پر زباں رکھ دی

میں نے ابتداء میں حضرت عادلؔ نجمی کو اپنا کلام دکھلایا، اُنکی رہنمائی اور اُنکی دی ہوئی دُعاؤں کے زیرِ سایہ میں نے کبھی پیچھے مُڑ کر نہیں دیکھا۔

شہرِ ولائے علیؑ و عزائے حسینؑ یعنی حیدر آباد دکن پر جن عظیم ہستیوں کا اثر اب تک برقرار ہے اور رہیگا اُن میں علامہ رشید ترابی، مولانا سید آغا، علامہ نجم آفندی، خطیب الایمان مولانا طاہر

جرولی اور آفتابِ دکن علامہ اختر زیدی سرفہرست ہیں۔ میں نے علامہ رشید ترابی اور علامہ نجم آفندی کا دور تو نہیں پایا لیکن ترابی صاحب کی مجلسوں کے کیسٹس اور علامہ نجم آفندی کے ارشد تلامذہ کی صحبتوں نے میرے ادبی ذوق کو ضرور مہمیز کیا۔ خطیب الایمان کی جو مجھ پر شفقتیں رہی ہیں اُن کا سارا شہرِ لکھنؤ گواہ ہے اور خود اہل لکھنؤ نے جو میری پذیرائی کی اور محبتوں سے نوازا وہ بھی ناقابل تردید ہے۔ میں نے جب بھی پاکستان کا سفر کیا ہمیشہ ہی علامہ طالب جوہری، مولانا عقیل ترابی، بھائی نصیر ترابی اور مولانا حسن ظفر کے رتجگوں اور ان کی محبتوں کا اسیر رہا۔ لاہور سے کراچی تک کے سارے مومنین کی دعاؤں کو ہندوستان کے کسٹم آفیسرس کی نگاہوں سے بچا کر لاتا رہا۔ میرے اپنے شہرِ ولائے علیؑ و عزائے حسینؑ نے ہمیشہ دل میں جگہ دی اور پلکوں پر بٹھایا۔ خاص طور پر آفتابِ دکن اور سعید الشعراء حضرت سعید شہیدی کی محبتوں کو میں فراموش نہیں کر سکتا۔

میری مذہبی شاعری بھی تقریباً تین دہوں پر محیط ہے۔ بیاضِ جاں کی تمام تخلیقات طرحی بھی ہیں اور طبع زاد بھی کتاب کو ترتیب دیتے وقت میں نے بہت سی پرانی تخلیقات کو مؤخر کر دیا ہے اور بہت سے نئے کلام پہلے رکھے ہیں انشاء اللہ آپ جہاں سے بھی پڑھیں گے تازگی ہی محسوس ہوگی۔ یہ باب مدینۃ العلمؑ سے حاصل کی ہوئی علم کی زکوٰۃ اور شہزادیِ کونینؑ کی نظر کرم کا صدقہ ہے۔

بہاریہ، نعتیہ، اور منقبتی مشاعروں کے حوالے سے میں نے ہندوستان اور پاکستان کے علاوہ تمام خلیجی ممالک، لندن، یوروپ، نارتھ امریکہ اور کینیڈا کے بار بار چکر لگائے ہیں اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے انشاء اللہ آگے بھی جاری رہے گا۔ چنانچہ ان ممالک میں بسنے والے احباب اور خود اپنے ملک میں رہنے والے دوستوں کا مدت مدید سے اس کتاب کی اشاعت کا تقاضہ تھا اور خود میں نے بھی محسوس کیا کہ اگر یوں ہی لا پرواہی ہوتی رہی تو کلام رفتہ رفتہ تلف ہو جائیگا۔

ہر چند کہ دنیا کی طنابیں کھنچ چکی ہیں۔ گلوبل ولیج کی اصطلاح عام ہو چکی ہے آج ہم

ایک غزل یا منقبت کسی مشاعرے میں پڑھتے ہیں تو وہ فوراً ہی دنیا بھر کے سامعین و ناظرین تک پہنچ جاتی ہے۔ انٹرنیٹ پر facebook اور youtube نے بہت سارا کلام محفوظ کیا ہوا ہے لیکن کتاب کی بات ہی الگ ہے۔

میں نے پیش لفظ لکھنے میں بالکل ہی تکلفات سے کام نہیں لیا۔ ابتداء میں جن مرحومہ کا تذکرہ کیا ہے وہ بھی اس لئے کہ کچھ حقِ پرورش ادا ہو جائے اور شاید اس کتاب کے ساتھ انکا نام بھی زندہ رہ جائے۔

میری تخلیقات کے بہت سے پہلو ممکن ہے کہ محفلوں کے سامعین کی گرفتِ نظر میں نا آسکے ہوں اب یہ تخلیقات کاغذی پیرہن، زیب تن کر چکی ہیں اور اپنے قاری سے کھل کر گفتگو کریں گی۔ آخر میں یہ بھی بتا تا چلوں کہ میں نے اکثر اپنے اشعار کو مجھ سے نظر بچا کر آپس میں یہ کہتے ہوئے سنا ہے ؎

اب ایسے ہیں کہ صانع کے مزاج اوپر بہم پہنچے
جو خاطر خواہ اپنی ہم ہوئے ہوتے تو کیا ہوتے

میرؔ

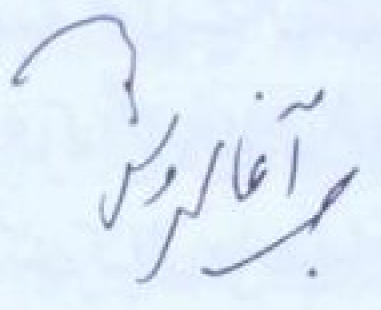
میں علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی، ڈاکٹر شاربؔ ردولوی، پروفیسر فضل امام، ڈاکٹر عباس رضا نیرؔ اور جناب علی ظہیرؔ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ ان سبھوں نے اپنی بے انتہا مصروفیتوں کے باوجود اپنے رُشحاتِ قلم سے بیاض جاں کو زینت بخشی۔ یہ بات مشہور ہے کہ علامہ اعجاز فرخ کو کسی کتاب پر تحریر کے لئے آمادہ کرنا جوئے شیر لانے کے مماثل ہے لیکن میرا تیشۂ محبت کارگر ثابت ہوا، انہوں نے کتاب کا مقدمہ لکھنے کے ساتھ ساتھ کتاب کی طباعت کے سلسلے میں بھی خاص توجہ فرمائی اور ہر قدم پر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ میں ان کا شکریہ ادا کر کے ان کی شفقتوں کو کم کرنا نہیں چاہتا۔ حیدر آباد کے مقبول نوحہ گو شاعر مرزا فریدؔ بیگ جو کتاب کی ترتیب اور تزئین میں میرے رفیق کار رہے۔ لکھنؤ کے مشہور آرٹسٹ چندا بھائی جنھوں نے کتاب کا بڑا ہی

دیدہ زیب ٹائیٹل بنایا اور میر مظفر علی "منتظر گرافکس" جنہوں نے بڑی عرق ریزی سے مسودے کی ٹائپ سیٹنگ کا کام انجام دیا میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرنا اپنا فریضہ منصبی جانتا ہوں۔

سرچشمۂ خونست زدل تا بہ زباں ہائے
دارم سخنے باتو وگفتن نہ تواں ہائے

(غالبؔ)

والسلام



فقیر در اہلبیتؑ

علامہ اعجاز فرخ

آغا سروش
اگر سمندر کی حد ہے ساحل تو کون آنکھوں میں پھیلتا ہے

مدح گستری کے ضمن میں کسی بھی مجموعے پر تبصرے سے احتیاط پسندی کچھ اس لئے بھی میرا شعار رہی کہ اگر یہ دنیاوی افراد کے لئے ہے تو تمام تر بے مائیگی کے باوصف میرا قلم اتنا ارزاں بھی نہیں کہ اہل دولت' صاحب ثروت' حکمرانوں' تاجداروں' تخت نشینوں کے قصیدہ گو افراد کے لئے خامہ فرسائی کرتا پھروں۔ اس خدمت کی انجام دہی کے بجائے مجھے اپنا جہل اور فاقوں کے ذائقے سے آشنائی عزیز ہے اور اگر مدح وثنا انوار مقدسہ کے لئے ہے تب بھی میرا جہل مجھے اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ میں مدح کو نقد کے پیمانوں میں رکھ کر محتسب کے منصب پر خود کو فائز کروں۔ یہ تو وہ مقام ہے جہاں خود محتسب عاجز ہے ایسے میں کیسا نقد اور کیا تبصرہ۔

جہاں تک ظلم کا تعلق ہے ظلم صرف شرعاً ہی نہیں بلکہ عقلاً بھی قبیح ہے' یہ اور بات ہے کہ اسلام دین عقلانی ہے اس لئے شرع اور عقل ہم مزاج اور ہم آہنگ ہیں لیکن کوئی نوع بشر اگر چہ کہ دائرہ اسلام میں نہ ہو لیکن جو ہر عقل رکھتا ہو تب بھی ظلم سے نفرت اُس کی فطرت ہوگی جس کا لازمی نتیجہ مظلوم کی تائید' طرفداری' حمایت' مدافعت' ہمنوائی اور نصرت ہوگی۔ ایسی تمام یا اس سے ملتی جلتی کیفیات ہی کا دوسرا نام ''انتصار مظلوم'' ہے۔

ایک لفظ جو عموماً مہذب انسانوں میں مستعمل ہے اور جسے انسان بڑے تفاخر سے

استعمال کرتا ہے وہ لفظ ہے ''غیر جانبداری'' وہ لوگ جو لفظ کے باطن شناسی کے ہنر سے آشنا ہیں شاید اس بات سے اتفاق کریں گے کہ اس لفظ ''غیر جانب داری'' کا پیراہن خوش رنگ' قبا چست' وضع موزوں' تراش خراش' دلکش و دلآویز ضرور ہے اس کے چہرہ پر تہذیب کا غازہ اور تمدن کی نقاب ہے لیکن اس کا باطن منافقت کوفہ اور مصلحت دمشق کا خمیر رکھتا ہے۔ اس لفظ کا نفس مکر' ریا' فریب' چھل' کپٹ' کینہ' بغض' عداوت' بزدلی' فرار' عناد' عیاری' روگردانی' احسان فراموشی' بے وفائی' طوطا چشمی' مروّت نا آشنائی' جیسے عناصر سے ترکیب پاتا ہے۔

ازل ہی سے خیر و شر کی دو متوازی طاقتیں کارفرما ہیں۔ انسان کے خمیر پر اس کا مدار و قرار ہے کہ وہ ان دونوں طاقتوں میں کس کے لئے جانبدار ہو اور کس سے دوری اختیار کرے۔ یہ طاقتیں مختلف ادوار میں الگ الگ نام سے اپنی شناخت ظاہر کرتی رہی ہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ نام تو ایک ہی ہو لیکن صفات متضاد تو ایسی صورت میں انسان کی نگاہ صفت شناس اس صفت سے اپنی شناخت کو اس وجود میں ضم کر دیتی ہے جو اس کا ہم صفت ہو۔

مدحت آلِ اطہار کے ضمن میں یہ بات نہایت وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ مہارت و عبورِ فن کی بنیاد پر شعر تو کہے جاسکتے ہیں لیکن اس میں اثر پذیری بھی پائی جائے یہ محال ہے۔ خراج کے مقبولِ بارگاہِ ممدوح ہونے کا مدار و قرار مداح کی خلوصِ نیت' طہارتِ نفس' بلندیٔ فکر کے ساتھ ساتھ' یہ خیال کہ اس کا پورا وجود نہ صرف مدح آلِ اطہار کے لئے منتخب ہے اور یہ بھی کہ اُس کی تخلیق کا باعث ہی مدح سرائی ہے تب اُس کے پورے وجود پر ان انوار کی چھوٹ اسے تاباں کر دیتی ہے۔

اس امر سے بھلا کون ناواقف ہوگا کہ آلِ عبا کی مدح سرائی کے لئے ایوان حضوریت میں گوشہ گیری لازم ہے اور یہ گوشہ گری بغیر اذن مودت کے ممکن ہی نہیں ہے۔

اذن مودت راہِ معروفت میں تہجدی ریاضت چاہتا ہے تا کہ حبلِ متین کے سہارے

ایوان مودت کی دہلیز تک پہنچ پائے۔ عارفین کے پاس حبل متین ایک تخاطبی حوالہ ہے جس سے نوروں والی رسی مراد لی جاتی ہے جس کو یہ میسر آجائے اُسی کو شفاعت بھی میسر ہے۔ یہاں شفاعت سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ حبل متین کو تھام لینے والا ہی پستی سے انتہائے بلندی تک اور متناہی سے لامتناہی تک کا سفر یوں طئے کر لیتا ہے کہ تختِ بلقیس پیچھے چھوٹ جائے۔ یہی وہ منزل ہے کہ انسان' آدم خاکی سے عروج پا کر خاکِ پائے ابوتراب ہوجاتا ہے اور پھر اس کے بعد تو کلیم ان کا کلام ان کا کی منزل رہ جاتی ہے۔ میں ان چند جملوں کی دلیل کے لئے حضرت نصیر الدین طوسی کی درودطوسی سے لیکر میر انیسؔ۔ مرزا دبیرؔ اور ایسے ہی تمام شعراء کی فہرست پیش کرنے کے موقف میں ہوں۔

آغا سروشؔ کا شمار بھی ان ہی باریاب شعراء میں ہے جو مدحت اہل بیت کے لئے منتخب ہوئے اور جن کی پیشانی پر ایوان حضوریت کی گوشہ گیری کے لئے اذنِ مودت ثبت کر دیا گیا۔ لگتا ہے کہ اُن کا شعور آستانہ مظلوم کی دہلیز میں ضم ہو چکا ہے اور بسا اوقات ان کا کلام سنتے ہوئے یہ محسوس ہوتا ہے گویا شعر وہ نہیں کہہ رہے ہیں۔ نہ فکر' نہ شعور' نہ بندش' نہ لفظ' ایک ناطقہ اور آواز سو وہ بھی عطائے مظلوم۔ ان کا کلام پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کی نیت کا مرجانی کشکول ان کے دست طلب میں ہے اور دستِ کریم ابن کریم ان کے حق میں ہمیشہ دست پُر عطا بنا ہوا ہے۔ یہ مضامین مطالعہ اور مشاہدے کا نتیجہ نہیں بلکہ غیب سے مضامین کا نزول ہے۔ ایسے میں فن کا سفاک ترین ناقد بھی دم بخود رہ جاتا ہے جبکہ اور سخنوروں کے پاس "غلطی ہائے مضامین نہ پوچھ" کی کیفیت صاف نظر آتی ہے۔ آغا سروشؔ کس سَن سے یا کس سِن سے شعر کہہ رہے ہیں میرے لئے اندازہ یا تخمینہ محال ہے اس لئے کہ انہوں نے اپنی وجہ تخلیق ہی کچھ یوں رقم کی ہے کہ:

اس شرط پر خدا سے ہوئی زندگی کی بات
ہم عمر بھر کریں گے وِلائے علیؑ کی بات

آغا سروش کی شاعری اگر مشاہدہ کی اساس پر ہوتی یا تخیل وشعور کی کارفرمائی ہوتی تو وہ بہ رنگِ دگر ہوتی لیکن بحرِ معرفت کی عمیق غواصی نے اُن کی نگاہوں سے کچھ حائل حجاب ہٹا دیئے جس کے نتیجے میں شاید وہ یہی کہہ اٹھتے کہ:

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں
حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں

اس لمحہ میں دیدۂ حیراں جو دیکھے سو وہ بھی درست نطق وگفتار جو کہے سو وہ بھی درست لیکن حب خدائے بخشندہ اگر جلوہ بھی خود دکھائے اور سلیقہ گفتار بھی خود عطا کرے تب آغا سروش نہایت سلیقہ مندی اور دھیمے لہجے میں دلآویز شعر کا پیکر تراشتے ہیں کہ:

تم اصل میں کچھ اور ہو آتے ہو نظر اور
پردے کے اِدھر اور ہو پردے کے اُدھر اور

جہاں فارسی کا مشہور قصیدہ گو شاعر عرفی صرف اتنا کہہ سکا کہ:

تا مجمع امکان و وجوبت نہ نوشتند
مورد متعین نہ شد اطلاق اُعم را
تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوثِ تو و لیلائے قِدم را

یہاں عرفی نے عالِم تکوین میں سلمائے حدوث اور لیلائے قدم کی تراکیب سے شعر کہا ضرور۔ اور خوب کہا۔ اصول نقد کے تئیں سلمائے حدوث زیب دے جاتا ہے لیکن قِدم کے ساتھ ترکیب واضافت غور طلب ہو جاتی ہے۔ یہاں ''لیلائے قِدم'' کی ترکیب اس نزاکت کی متحمل نہیں ہو پاتی کہ اس کیفیت کو سنبھال سکے۔ آغا سروش نے نہایت سبک روی سے یہ منزل سر کی ہے جہاں وہ صرف ایک لفظ ''اور'' سے کئی معنی اور مفہوم پیدا کر دیتے ہیں یہاں ''اور'' کی بلاغت

آسماں حشم ہو جاتی ہے۔نہیں معلوم یہ نہج بلاغت کی اُترن ہے یا سدرۂ معراج بلاغت۔آغا سروش کو اس جادۂ مودت میں کسی بات کا احساس ہو نہ ہو لیکن اس بات کا احساس ضرور ہے کہ ایک طرف تو مودت کا چڑھتا ہوا دریا ہے اور ساتھ ہی ''روکے ہے اِدھر ان کو شریعت کا بھنور اور۔''

اس جملے کو میری کم فہمی پر محمول فرمایئے کہ مفہوم شعر کہیں راست دل میں ترازو ہو جاتا ہے کہیں مصرعوں کے درمیان نئے انداز سے ناوک فگنی کا فن دکھلاتا ہے۔آغا سروش نے ایک مقام پر جبرئیل سے مخاطب ہو کر کہا ہے کہ:

حیدرؑ کے گھرانے کی ہر اک فرد ہے حیدرؑ
جبریل اب آگے نہ بچھانا کہیں پر اور

لیکن ساتھ ہی شاید یہ بھی کہہ گئے کہ ایک مرتبہ پھر جبرئیل کے پر کربلا میں کٹ کر گرے اور خوب کٹے ورنہ بھلا علی اصغر کے تبسم کی تیغ کی کاٹ کو کون و مکاں کب تاب لاتے۔

آغا سروش نے میر انیسؔ کی ایک بات بڑی مضبوطی سے گرہ میں باندھ رکھی ہے اور وہ یہ ہے کہ:

بھلا تردُدِ بیجا سے اس میں کیا حاصل
اٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو

یا ابوترابؑ انہیں ہر آن نئی زمین بخش دیتے ہیں۔کبھی وہ کوثر و سلسبیل سے ڈول کھینچ کھینچ کر اسے سینچتے ہیں اور جو اگر کربلا کی پیاس یاد آجائے تو پھر اشکوں سے آبیاری کرتے ہیں۔پھر اس میں حسبِ موسم، مدح علی اور غم کربلا کی تخم ریزی کے بعد اس کشت میں کبھی مدحتِ علیؑ کی فصل لہلہاتی ہے تو کبھی غمِ حسین کی فصل پر گریہ شبنم ہوتا ہے اور آغا سروش یہ کہتے نظر آتے ہیں

یہ مدح لائقِ زہراؑ نہیں مگر پھر بھی
عطا کریں گے وہ جنت میں مجھ کو گھر پھر بھی

مشہور شاعر فرزدق کی ولادت ۳۸ ہجری قرار پاتی ہے۔ فرزدق کے والد نے نومولود کو امیر المومنینؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ بابِ مدینۃ العلمؑ اسے دیکھ کر متبسم ہوئے اور فرمایا ''یہ ہمارا ہے'' باپ کی خوشی کا ٹھکانہ نہ تھا کہ امیر المومنینؑ نے نومولود کو خلعتِ نسبت سے سرفراز کیا۔ کوئی محدود ذِلا محدود کی وسعتوں کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ جو مل گیا تو فرزدق نے اُسی کو بہت کچھ بلکہ سب کچھ جان کر تسلیم کرلیا۔ امیر المومنینؑ کے بعد امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا دور بھی گذر گیا۔ لیکن امام سید سجادؑ کے دور میں فرزدق نے بے ساختہ حرمِ کعبہ میں قصیدہ کہا جس پر امام عالی مقام نے خادم کو حکم دیا اور فرزدق کے آگے درہم و دینار کی تھیلیوں کا ڈھیر لگ گیا۔ امام نے فرمایا ''یہ تیرے لئے ہے'' فرزدق نے کہا ''مولا' میں نے فریضہ انجام دیا کوئی خدمت نہ کرسکا۔ آپ پسند فرمائیں تو عقبیٰ میں عطا فرمادیں'' امام نے کہا ''ہم یہاں بھی دینگے اور وہاں بھی دینگے۔ یہ جو رقم ہے تیری ساری زندگی کی کفالت کے لئے کافی ہے۔ اگر تیری حیات اور زیادہ ہوتی تو میں اور زیادہ دیتا'' ذکر کے بعد نذرا سی تاسی میں ہے ورنہ ''انتصارِ مظلوم'' کوئی جنس نہیں ہے جس کا دُنیا کے بازاروں میں سودا ہو۔ وہ لوگ جو ایسا کیا کرتے ہیں وہ پھر ذاکر نہیں بلکہ تاجر ہیں۔

ذکرِ مظلوم' مدحِ مظلوم' انتصارِ مظلوم کرنے والے اپنی خلقت کے ساتھ ہی منتخب ہوتے ہیں بلکہ صاحبِ ارادہ اس ارادہ کے ساتھ ہی انہیں خلق کرتا ہے۔ جیسا کہ کہا گیا یہ ادراک آغا سروش کو حاصل ہے کہ اُن کی وجہِ تخلیق کیا ہے اور وہ اپنی تاریخِ شعر گوئی خود اپنے ضبط میں رکھتے ہیں۔ اور جب کوئی اُن سے شعر گوئی کی تاریخ دریافت کرتا ہے تو نہایت دھیمے لہجے میں کہہ دیتے ہیں کہ:

تھے ازل کے روز ہی سے ہم ارادۂ علیؑ میں
تمہیں کس طرح بتائیں مہہ و سالِ آشنائی

بہت سے مقامات ایسے ہیں کہ ادب سے نا آشنائی رموزِ شعر و سخن سے عدم واقفیت

میرے لئے دشواریاں پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ میری اس خام خیالی کے استحکام کو دیکھئے کہ میں ''سلام'' کو صنفِ سخن نہیں سمجھتا اگرچہ کہ اُردو شاعری میں اس کا رواج ہے اور میر انیسؔ کے سلام کا علیحدہ مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ عرض یہ ہے کہ اُردو شاعری میں جتنی اصنافِ سخن ہیں وہ یا عربی سے یا فارسی سے اُردو میں آئی ہیں۔ زمانہ حال میں گیت اور دوہے ہندی سے مستعار ہوئے۔ سانیٹ انگریزی سے 'ہائیکو جاپانی سے لی گئی۔ ایک اور صنف ثلاثی وجود میں آئی ہے یہ ایک نیا تجربہ ہے۔ جس میں محققین اور ناقدین کی طویل بحث ہے کہ کس نے سب سے پہلے اس صنف کو رائج کیا۔ تادمِ تحریر میری نگاہ حمایت علی شاعرؔ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ حقیقت شاید کچھ اور ہو۔ لیکن سلام نہ عربی میں ہے نہ فارسی میں۔ یہ ممکن ہے کہ کسی اُردو کے شاعر نے فارسی میں سلام کہا ہو تو یہ نظیر نہیں قرار پاتی لیکن فارسی کے اساتذہ میں کس کس نے سلام کہا ہے یہ غور طلب ہے۔ اپنی ہئیتِ ترکیبی کے اعتبار سے سلام 'تنگنائے غزل کی دوسری صورت ہے۔ چنانچہ غزل ہی کی سج دھج دیکھئے کہ رجب کی چودھویں شب کو معانی کا ست لڑا' فصاحت کا جھومر' بلاغت کے بازو بند' تشبیہات کی سمرن' استعاروں کی انگشتریاں' علامتوں کی پہنچیاں' سیاہ گیسوؤں کے بیچوں بیچ 'شگاف سا بنائے اس میں افشاں چن' ابہام کا ہلکا سا گھونگٹ نکال' ایہام کی کن انکھیوں سے دیکھ کر اور پھر اپنا آپ سمیٹے پورے چاند کے روبرو ہو تو یہ آغا سروش کی ''منقبت'' ہے اور یہی غزل ہلال محرم کے ساتھ ہی گہنے پاتے چھوڑ' سیاہ ملبوس میں زلفِ برہم کو یونہی بے ترتیب چھوڑ کر صرف سیاہ اوڑھنی اوڑھ لے اور یوں سوگوار ہو جائے کہ آنکھ سے کاجل تو بہہ نکلے پر ''نہ دامنوں کو خبر ہو نہ آستینوں کو'' تو یہ' آغا سروش کا 'سلام' ہے۔

آغا سروش کے کلام میں جگہ جگہ ایسے شعر بھی پائے جاتے ہیں جن پر خالص غزل کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

نہ اُن کے آنے کی کچھ خبر ہے نہ رات اِدھر سے اُدھر ہوئی ہے
حقیقتاً یہ سحر کہاں ہے ادائے رسمِ سحر ہوئی ہے
نہ چھیڑ اے ہمنشیں ان ہجر کے مایوس نغموں کو
کہ سازِ دل کے تاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے
ترے بیمارِ غم کو تجھ سے بس اتنی شکایت ہے
کہ اب تیمارداروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

یہ کیفیت سوائے اُس حقیقتِ منتظر کے انتظار کے' کسی اور کے لئے ممکن ہی نہیں ہوسکتی۔لگتا ہے جیسے 'انتظار' میں کھلی آنکھیں طاق پر رکھ دی گئی ہوں۔
آغا سروش نے سلام کے لئے عجب عجب اہتمام کئے ہیں میں صرف دوشعر پیش کررہا ہوں۔

جملہ چار عناصر سے بنتا ہے وجودِ کرب وبلا
اور وہ چار عناصر یہ ہیں زخم، عطش، تنہائی، دھوپ

ایک عجیب شعر دیکھئے:

بطنِ مادر ہی میں محسنؑ کی شہادت ہوگئی
مرتضیٰؑ کی بس یہی تصویر آدھی رہ گئی

معصومؑ نے مدح کے ہر بیت کے عوض جنت میں ایک بیت کا وعدہ کیا ہے اس اعتبار سے آغا سروش کے نہ جانے کتنے محلے ہونگے۔ میں سوچ سوچ کر رہ جاتا ہوں کہ کاش میں بھی ایک شعر ہی سہی کہہ دیتا تو لطفِ معصومؑ سے مجھے بھی خلد میں گھر مل جاتا۔مگر خود کو تسلی دے لیتا ہوں کہ اُس کریم ابن کریم سے کیا بعید ہے کہ وہ میری مغفرت فرما کر اپنی دربانی ہی دیدے۔ بھلا

دربان کو گھر کی ضرورت بھی کیا ہے۔ وہی اک در، وہی تکیہ، وہی چھپر۔

اختتامی جملے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ مداح کو انا زیب نہیں دیتی بلکہ ممدوح کی ذات میں فنا ہی اُس کی بقاء ہے۔ قطرہ اگر سمندر میں ضم ہو جائے تو اہل معرفت کے نزدیک مکان ومتناہی متروک قرار پاتے ہیں اور ایسے میں سوچ یوں ڈھلنے لگتی ہے کہ

اگر سمندر کی حد ہے ساحل تو کون آنکھوں میں پھیلتا ہے

فقیر سید الشہداء حسین ابن علی



صبح ظہورِ نورِ اول، ایک ہزار چار سو تینتیس واں سن ہجرت، قبل طلوع

علامہ ڈاکٹر ضمیر اختر نقوی

آغا سروشؔ کے مجموعہ کلام "بیاضِ جاں" پر تبصرہ

حیدر آباد دکن کو یہ اہمیت بھی حاصل ہے کہ اردو کے پہلے مرثیہ نگار محمد قلی قطب شاہ کا تعلق بھی حیدر آباد دکن سے تھا۔ اِس کے علاوہ بھی حیدر آباد دکن میں بہت مشہور و معروف شاعر گذرے ہیں جن کا ذکر طولِ کلام کے خوف سے یہاں نہیں کیا جا رہا ہے۔

شاعرِ اہلِ بیتؑ آغا شروشؔ جن کا تعلق حیدر آباد دکن سے ہے، حضرت جبرئیلؑ کے نام کی نسبت سے سروشؔ تخلص کرتے ہیں جس کا مطلب ہے آوازِ غیبی مجموعی طور پر بہت اچھے شعر کہتے ہیں۔ اِن کے کلام کا زیادہ حصہ نعتیہ اور منقبتی شاعری پر مشتمل ہے۔

موصوف شعر کہتے بھی ہیں اور اُسے لحن میں پڑھتے بھی ہیں اِس طرح دو سمتوں میں کام کر رہے ہیں جو کہ قابلِ تعریف ہے۔

آغا سروشؔ کے کلام میں غزل کا عنصر نمایاں ہے۔ جس کی وجہ میرے نزدیک یہی ہے کہ دکن میں مرثیے کی ابتداء غزل نما کلام سے ہوئی، اسی پیرائے میں جس میں آج کل نوحے لکھے جاتے ہیں، کچھ مدت کے بعد وہاں مرثیے نے اپنی ہیئت تبدیل کرلی اور مربع کی صورت میں لکھے جانے لگے۔ پوری بارھویں صدی میں مرثیے کی یہی روش رہی اور یہ روش جنوبی ہندوستان ہی میں نہیں شمالی ہند میں بھی بالعموم رائج تھی۔

مثلاً انکی کہی ہوئی منقبت کا یہ شعر بالکل غزل کا معلوم ہوتا ہے:-

یہ جب جب دیکھتے ہیں چاند کو تاروں کے جھرمٹ میں
شبِ فرقت کے ماروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

جس طرح غالب اپنے فن کو غیبی مدد سمجھتے تھے اور شعروں میں اس کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے، سروشؔ نے غالب کے اِس شعر سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے کتاب کے پہلے صفحے پر غالبؔ کا یہ شعر لکھا ہے:-

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالبؔ صریرِ خامہ نوائے سروش ہے

سروشؔ کے مضامین بھی حدیث کے مطابق غیب سے آتے ہیں:-

موصوف نے واقعہ معراج کو قرآن اور حدیث کی روشنی میں قلمبند کیا ہے:-

اب بھی باقی ہے بستر کی گرمی اب بھی زنجیرِ در ہل رہی ہے
تھی کروڑوں برس کی مسافت، طئے ہوئی ایک پل سے بھی کم میں

درجِ ذیل شعر بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے:-

دیکھی اسباب کی فہرست تو معلوم ہوا
عرش تا فرش سبھی کچھ تری اِملاک میں ہے

سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی بے پناہ عقیدت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

اے خدا موں کسی دن سبز گنبد کے چراغوں میں
نکل آئے جگہ تو میرے بھی دو نین رکھ دینا

اہلِ بیت کی شان میں شاعری کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں اور اِس کے عوض کوئی دنیاوی خواہش نہیں رکھتے بلکہ اُن کی درگاہ میں اپنی شاعری کی مقبولیت کو معاوضہ سمجھتے ہیں:-

کیوں وقت گنواؤں طلبِ جاہ میں مولاؔ
سب کچھ ہے میسّر تری درگاہ میں مولاؔ

شاعر ہے ترا صرف تری داد کا طالب
ہے نشۂ کوثر تری اِک واہ میں مولاؑ

یہ ہے شہرِ مدینہ یاں ادب سے سر کے بل چلئے
نہیں تو پاؤں میں آجائیگی مٹی مدینے کی

جب سے شہرت ہوئی حُسنِ سرکار کی بڑھ گئی شان دنیا کے بازار کی
دام یوسف کے گرنے لگے دمبدم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

ظلم کی تیغوں کے سائے جب گھنے ہو جائیں گے
ہم شب ہجرت کی خوشبو اوڑھ کر سو جائیں گے

ہے ہمیں بس قائمؑ آلِ نبیؐ کا انتظار
تیغ اُن کی جب کھنچے گی فیصلے ہوجائیں گے

آغا سروش کا مجموعہ بیاض جاں حسنِ عقیدت، حسنِ شاعری، اور مودت کی بہترین مثال ہے۔
آغا سروش مجھ سے لکھنؤ میں ملے تھے وہ حیدرآباد دکن کے ہیں قیام لندن میں بھی رہتا ہے اور اکثر دبئی وغیرہ محفلیں پڑھنے جاتے رہتے ہیں ان کی حیثیت بین الاقوامی شاعر کی ہے اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہیں، ہماری دعا ہے کہ ایسے بہت سے مجموعے اُن کے چھپ کر منظرِ عام پر آئیں۔
آمین یارب العالمین

سید علی ظہیر

آغا سروش کی مذہبی شاعری

دنیا کی بیشتر بڑی اور اچھی شاعری کی بنیاد یا تو مذہب ہے یا تاریخ۔ تقریباً تمام عالمی مذاہب یا تو اسطور (Myth) کے حوالے سے جانے جاتے ہیں یا نیم تاریخی۔ نیم اسطوری بنیاد پر۔ اسلام وہ واحد مذہب ہے جو پورے کا پورا تاریخ کی روشنی میں اجاگر ہے۔ اسی لئے جیسی اور جتنی شاعری ہم کو اسلامی شخصیات کے بارے میں ملتی ہے وہ کمیت اور کیفیت کے لحاظ سے لاجواب ہے۔

بہت سی زبانوں میں پیغمبرؐ اسلام اور اہلبیتؑ اطہار کی شان میں شاعری کی گئی ہے لیکن اُردو زبان میں مقدار کے حساب سے جتنا کلام ہم کو ملتا ہے وہ خود عربی میں بھی نہیں ہے۔

کرنے چلی ہے عرش نشینوں پہ گفتگو
یہ حوصلہ تو دیکھیے اُردو زبان کا

اُردو زبان کے ابتدائی نمونوں میں ہی مرثیہ، نعت اور منقبت سب سے آگے ہیں۔ ایسی شاندار روایت رکھنے والی زبان میں کچھ نیا اور اچھا کہنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ شاعر نہ صرف عاشقِ رسولؐ و آلِ رسولؐ ہو بلکہ وہ اپنے فن سے سچا بھی ہو اور قرآن، حدیث اور تاریخ سے بھی کماحقہ واقفیت رکھتا ہو۔

آغا سروش میں ہمیں یہ صلاحیتیں بہ درجۂ اتم نظر آتی ہیں اسی لئے ان کے کلام میں اثر بھی ہے اور معنیٰ آفرینی بھی۔ "بیاضِ جاں" ان کی دو تین دہوں کی شاعری کا مجموعہ ہے جسے انھوں نے دنیا کے مختلف ممالک میں مومنین کو سنا کر داد تو حاصل کی ہی ہوگی لیکن انھیں بہترین مدح سرائی

کی سند تو یقیناً ان کے ممدوحین ہی سے ملی ہے اسی لئے ان کے کلام کو آپ کہیں سے پڑھ لیں مایوسی نہیں ہوتی۔ جیسا کہ میں نے اوپر کہا ہے کہ ایسی شاعری کرنے کے لئے اول شرط عشقِ نبیؑ وآلِ نبیؑ ہے یہ شعر ملاحظہ ہوں:

عشق نے بنایا ہے ایسا راستہ دل میں جس سے روز آتی ہے یادِ مصطفیٰؐ دِل میں
ہاں میں دیکھ سکتا ہوں شکل میرے آقا کی رکھ دیا ہے خالق نے ایسا آئینہ دل میں

یہ ہے شہرِ مدینہ یاں ادب سے سر کے بل چلئے
نہیں تو پاؤں میں آجائے گی مٹی مدینے کی

قرآں ہے یوں تو منقبتِ پنجتنؑ تمام ہے مقطعِ غدیر پہ لیکن سخن تمام
نہیں عام فہم ورنہ ہیں الگ مرے عناصر مری خاک بوترابی مری روح کربلائی

عشق آدمی کو سب کچھ سکھاتا ہے، یہ ادب سکھاتا ہے، فن سکھاتا ہے اور علم کی دولت بھی دیتا ہے۔ شاعر کہتا ہے

ہو جذبۂ مدحت تو مضامین کی کیا فکر ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں شمس وقمر اور

جہاں تک فن کاری کا تعلق ہے سروشؔ کو زبان اور بیان دونوں پر دسترس حاصل ہے۔ لیکن بقول اقبالؔ فن کا سب سے اہم عنصر تو دراصل خونِ جگر ہوتا ہے، آغا سروش کہتے ہیں:

عجلت نہ کر اے طبع رواں مدح علیؑ میں لفظوں کو پلانا ہے ابھی خونِ جگر اور

شاعر نے جس سطح اور نہج سے مدح اہلبیتؑ کی ہے وہ قابل ستائش بھی ہے اور قابل رشک بھی۔ قابل ستائش اس لئے ہے کہ اسے صرف زبان پر ہی قدرت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کا تاریخی شعور بھی جاگا ہوا ہے۔ تاریخ کا علم حاصل کرنا الگ بات ہے لیکن شعور چیزِ دِگر است۔ مثال کے طور پر یہ شعر دیکھیے:

دماغ و دل ہیں محوِ گفتگو عرفانِ حیدرؓ پر   کہ یہ آپس میں سلمان وابوذر بات کرتے ہیں

حضرت سلمان فارسی کا ذہین اور فہیم ہونا ان کے ایرانی پس منظر کی دین تھا جہاں کا تمدن اس وقت تک دینا کی بڑی تہذیبوں میں شمار ہوتا تھا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ جنگ خندق میں رسولؐ اکرم نے آپ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے عرب جنگ میں پہلی مرتبہ خندق کا استعمال کیا تھا جو نہایت کامیاب رہا۔ اسی طرح حضرت ابوذر غفاری کا جذبۂ مساوات مشہور ہے۔ ان کا دل کبھی مسلمانوں میں دولت اور امارت کی مساوی تقسیم میں اونچ نیچ کا قائل نہیں ہوا۔ وہ غربت کو امیر لوگوں کی بددیانتی اور خودغرضی کا نتیجہ قرار دیتے تھے۔ ان کے فیصلے ہمیشہ دل سے ہوتے تھے۔ اس پس منظر میں سروشؔ کا یہ شعر عرفان حیدرؓ کی کیا عمدہ تشریح پیش کر رہا ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر سنیئے:

بہلول تھے اویس و ابوذر کا امتزاج   ناموسِ عقل و ہوش تھا دیوانہ پن تمام

خلافت عباسیہ کے دور میں ایک دانشور گزرے ہیں ان کا نام تھا بہلول دانا۔ ان کی بہت سی داستانیں مشہور ہیں جس میں بہ ظاہر وہ نادان نظر آتے ہیں لیکن فیصلے نہایت عقل مندی کے کرتے ہیں۔ حضرت اویس قرنی کا عشق رسولؐ تو عالم آشکارا ہے۔ اسلامی تاریخ کے کرداروں سے جس طرح تلمیحات سروشؔ استعمال کرتے ہیں وہ نہ صرف بامعنیٰ ہوتی ہیں بلکہ شعر کی لطافت بھی بڑھا دیتی ہیں۔ یقیناً صریر خامہ نوائے سروش ہے۔

امید ہے کہ آغا سروشؔ کی نعتیہ اور منقبتی شاعری کا یہ خوب صورت شعری مجموعہ "بیاضِ جاں" کے عنوان سے ہمارے سامنے آیا ہے ہم سب کے لیے مسرت اور بصیرت کے علاوہ ثواب دارین کا بھی ذریعہ بنے گا۔

ڈاکٹر عباس رضا نیّر
شعبہ اردو، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ

ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں شمس و قمر اور

ویسے تو اُردو کے ہر بڑے شاعر نے مذہبی شاعری کی ہے لیکن بس ایک حمد یا دو تین نعتیں اور منقبتیں۔ عموماً ایسی تخلیقات حصولِ ثواب کے لئے شعری مجموعے کے دیباچے کے پڑوس میں جگہ پا جاتی ہیں۔ عموماً یہ قابل قدر اصناف کسی بڑے شاعر کی شاعری کی رگوں میں لہو بن کر دوڑتی ہوئی نظر نہیں آتیں۔ دوسری طرف شعرا کا ایک طبقہ وہ بھی ہے جو صرف مذہبی شاعری کرتا ہے۔ لیکن وہ اپنی شاعری کو استعارہ، علامات اور پیکر تراشی کے محاسن سے آراستہ نہیں کر پاتا۔ چنانچہ ایسی شاعری کو حلقۂ اربابِ ادب ثانوی درجے کا ادب کہہ کر بالکل الگ تھلگ رکھ دیتا ہے ۔ چونکہ یہ مفروضہ قائم کرلیا گیا ہے کہ باکمال شاعر مذہبی شاعری نہیں کرتا اور مذہبی شاعر باکمال شاعری نہیں کرتا۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر دیکھا جائے تو ہر بڑی شاعری کا تعلق کسی نہ کسی نوعیت کا سہی لیکن مذہب سے ضرور رہا ہے۔ لیکن آج ایک بار پھر آغا سروشؔ نے اس مفروضے کو توڑ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر سچے اور مخلص جذبات کے اظہار کا نام شاعری ہے تو اس لحاظ سے آغا سروشؔ کی شاعری اور زندگی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ جو اُن کا عقیدہ ہے وہی اُنکی شاعری ہے اور جو اُنکی شاعری ہے وہی انکا عقیدہ ہے۔ یعنی یہ منقبتی شاعری آغا سروشؔ کی زندگی کے لئے تسبیحِ حیات اور آخرت کے لئے ذریعۂ نجات ہے۔ شاید اِسی لئے اُنہوں نے اپنے مجموعے کا نام ہی "بیاضِ جاں" رکھا ہے۔ انہیں یقینِ کامل ہے کہ یہی بیاضِ جاں محشر میں اُن کی شفاعت کی ضمانت ٹھہرے گی۔:

علیؑ کی مدح خود علیؑ کے روبرو سناؤں گا
سروشؔ جا رہا ہوں میں بیاضِ جاں لئے ہوئے

بلاشبہ ہر بڑے شاعر کے مجموعۂ کلام میں جس طرح کی مذہبی تخلیقات کے ایک دو نمونے نظر آتے ہیں اس نوع کی شاعری کا اِس قدر ضخیم ترین مجموعہ مکمل کر دینا آغا سروشؔ کے فکری کمال اور اُن کی فنی دسترس کا جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

قارئین! آغا سروشؔ کا مجموعۂ کلام "بیاضِ جاں" آپ کے ہاتھوں پہ ہے۔ اسے پڑھ کر آپ بھی اس نتیجے تک پہنچیں گے کہ آغا سروشؔ نے کلاسیکل شاعری کا جتنی گہرائی سے مطالعہ کیا ہے شاعری کی نئی جہتوں کا بھی اُتنی ہی اونچائی سے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے یہ حقیقت بھی سامنے آئیگی کہ کثیر المطالعہ ہونے کے باوجود آغا سروشؔ شاعری میں اجتہاد کے قائل ہیں بیعت کے نہیں۔ وہ کسی کے بنائے ہوئے راستے پر چلنے کے عادی نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنا راستہ خود نکالتے ہیں اور جب ان کے راستے پر دوسرے چلنے لگتے ہیں تو پھر وہ کوئی راستہ نکالنے میں سرگرداں ہو جاتے ہیں۔ بلاشبہ "بیاضِ جاں" میں کئی ایسے اشعار شامل ہیں جنھیں مضمون اور نہج دونوں سطحوں پر منقبت کی شاعری میں سب سے پہلے آغا سروشؔ نے برتا ہے۔ یہ اشعار آغا سروشؔ کی شاعرانہ تخلیقیت کا ثبوت ہیں۔

صوتِ شگفتنِ گلِ بابونۂ حرم
قرآن کے نزول کی تمہید ہو گئی

میکدے میں سنتے ہیں اس کو نصیری پی گیا
یعنی ممنوعہ شجر سا یاں بھی اک پیمانہ تھا

مثالِ تعزیہ تھی کربلا کی خاک شیشے میں
مکانِ ام سلمیٰ تھا عزا خانہ محمدؐ کا

عموماً ایسا دیکھا گیا ہے کہ دل کی شاعری کرنے والے شعرا دماغ کی لہروں کو فروزاں نہیں کر پاتے اور دماغ کی شاعری کرنے والے شعرا دل کے تاروں کو نہیں جھنجوڑ پاتے۔ لیکن آغا سروشؔ کے اشعار فکر انگیز بھی ہیں اور خیال افروز بھی جو پڑھنے والوں کے احساسات میں لرزش اور جذبوں میں ارتعاش پیدا کر دیتے ہیں۔

اچھی شاعری کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ اسے پڑھنے کے بعد ذہن کے کینوس پر ایک طرح کی تصویر اُبھرتی ہے اور یہ تصویر جامد نہیں بلکہ متحرک ہوتی ہے۔ چنانچہ آغا سروشؔ کی شاعری کے مطالعے کے دوران ایسا ہی محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو ایسا لگنے لگتا ہے کہ ہم شعر پڑھتے پڑھتے شاعر کے ساتھ خود سفر کرنے لگے ہوں اور پھر یہ سفر ہمیں کسی اور ہی مسحور کُن دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ ایسی دنیا میں کہ جہاں سے حیرت اور طلسم کے لامتناہی سلسلے شروع ہو جاتے ہیں۔ ذرا یہ اشعار دیکھئے۔

در زہراؑ کی جانب کہہ کے یہ بڑھنے لگا تارہ
چلو اب آسمانوں سے ذرا اوپر نکلتے ہیں

ایک دِن میں لکھنے بیٹھا تھا شبِ ہجرت کا حال
کیا کہوں یارو مجھے بھی ایسی نیند آئی کہ بس

ضرورت ہی کب ہے وہاں رہبری کی وہ دراصل معراج ہے زندگی کی
مدینے کی گلیوں میں پھرتے رہیں گے یوں ہی بے اِرادہ بھٹکتے بھٹکتے

دراصل یہ مکہ و مدینہ یہ نجف و کربلا یہ کاظمین و سامرہ اور یہ مشہد و قم صرف اور صرف زمین کے دامن اور جغرافیے کے نقشے میں نظر آنے والے شہر ہی نہیں بلکہ یہ وہ دیس ہیں جو آغا سروشؔ کی روح کے اندر بھی آباد ہیں۔ آغا سروشؔ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے انہی دیسوں کے پھیرے لگاتے رہتے ہیں۔ یہی پھیرے تو ہیں جو آغا سروشؔ کی تخلیقیت کی آگ کو زندہ رکھے

ہوئے ہیں۔ یہ عشق اور عقیدت کے وہ مقدس ترین سفرنامے ہیں جو صرف آغا سروشؔ کی روح کو ہی بے نقاب نہیں کرتے بلکہ مداح کو اس کے ممدوح کی فضیلتوں کا شاہد عینی بنا دیتے ہیں۔ یہ عشق کے وہ مقامات ہیں جہاں زمینوں اور زمانوں کی طنابیں سمٹ جاتی ہیں۔ اور ہر گزرا ہوا لمحہ لمحہ موجود نظر آنے لگتا ہے۔ ربودگی، وارفتگی اور سرشاری کی یہ کیفیتیں اپنے شاعر کو زمان اور مکان کی سرحدوں سے بلند کر کے لازمان اور لامکان کا شاعر بنا دیتی ہیں۔ اور تب شاعری صرف شاعری نہیں بلکہ الہام نظر آنے لگتی ہے۔

اے جبرئیل آئے ہیں بالیں پہ بوترابؑ
جا جلد جا کے عرش سے کرسی اُٹھا کے لا
میں ہوں درِ عباسؑ ہے اور میری جبیں ہے
سب کہنے کی باتیں ہیں فلک ہے نہ زمیں ہے

آپ نے دیکھا یہ معرفت کی فضاؤں میں ڈوبے ہوئے آغا سروشؔ کے تخیلات کے وہ دھنک رنگ جزیرے ہیں جنکی سیر کرنے کو بار بار جی چاہتا ہے۔ بلکہ عرفان کی اِن وادیوں میں کھو جانے کو جی چاہتا ہے۔ کیوں کہ یہ جزیرے گمان کے نہیں بلکہ یقین کے ہیں۔ اِن جزیروں میں ہمارے لئے جابجا روشنی کی شمعیں اور حوصلوں کی مشعلیں نظر آ رہی ہیں۔

آغا سروشؔ حرمت فن، حرمت خیال اور حرمت حرف کے شاعر ہیں۔ وہ اپنی مذہبی شاعری کے حوالے سے زندگی کی تہہ در تہہ حقیقتوں کی پرتیں اُلٹتے جاتے ہیں غور و فکر کے مرحلوں سے گذرتے جاتے ہیں اور پھر عہد حاضر میں بننے والے نت نئے سوالات کے جوابات اور مسائل کے حل بھی ڈھونڈتے جاتے ہیں۔ چنانچہ آغا سروشؔ صرف اور صرف امامت اور ولایت کی تائید ہی نہیں کرتے بلکہ آمریت، سامراجیت، اور استعماریت کی تردید بھی کرتے جاتے ہیں۔ وہ دنیا والوں کو نہایت واشگاف لہجے میں بتا دینا چاہتے ہیں کہ آنکھوں میں عشق کے

اُجالے اس وقت تک نہیں ٹھہر سکتے جب تک پُتلیوں سے بغض کے جالے نہ ہٹا دیے جائیں۔
حالات کے اس موڑ پر آ کر آغا سروشؔ کی جھلاہٹ ایک خوش گوار طنز کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

درِ مدینۂ علمِ نبیؐ کھلا ہے سروشؔ
بھٹک رہی ہے یہ دنیا اِدھر اُدھر پھر بھی
وِلایتِ مرتضیٰؑ سے انکار کرنے والو
ظہور تک اب ملوکیت کے عذاب دیکھو

آغا سروشؔ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ شعر گوئی میں کسی طرح کی عجلت سے کام نہیں لیتے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنا مجموعۂ کلام چھپوانے میں بھی عجلت نہیں کی۔ کچے پکے مصرعے توڑ کر اِدھر اُدھر کی ترکیبیں گلا کر شعر بنا لینا آغا سروشؔ کی شریعتِ شاعری میں حرام ہے۔ بلکہ وہ مواد اور فن دونوں میں بھرپور پختگی کے قائل ہیں۔ وہ اس وقت تک کسی بھی شعر کی مٹی کو اپنی چاک سے نہیں اُتارتے جب تک وہ اپنی مکمل شکل اختیار نہ کر لے۔ وہ ایک ایک شعر کو پوری محنت کے ساتھ چمکاتے ہیں اُسکی نوک پلک سنوارتے ہیں، اولاد کی طرح پروان چڑھاتے ہیں جبھی تو آغا سرشؔ کے اشعار آئینے کی طرح شفاف اور موتیوں کی طرح کھرے نظر آتے ہیں۔
مثال کے طور پر آغا سروشؔ کی ایک منقبت سے چند اشعار دیکھئے:

فوجِ عدو کی آب رسانی کے بوجھ سے
دم گھُٹ گیا فرات کا پانی کے بوجھ سے

دونوں جہاں کے سجدے مثالِ حباب ہیں
خندق میں ذوالفقار کے پانی کے بوجھ سے

شریانیں پھٹ نہ جائیں کسی دن دماغ کی
تاریخ کی دروغ بیانی کے بوجھ سے

ویران ہے مدینہ تو مکہ اُداس ہے
سروشؔ تمہاری نقلِ مکانی کے بوجھ سے

یارب براق بھیج دے رہوار دب نہ جائے
ہم شکل مصطفےٰؐ کی جوانی کے بوجھ سے

جب مشک چھد گئی تو علمدار گر پڑے
آنکھوں میں تیرتے ہوئے پانی کے بوجھ سے

کچھ دیر کا سکوت ہے یہ اے غمِ حسینؑ
آنسو تھمے ہوئے ہیں روانی کے بوجھ سے

ذرا اِن اشعار کے لفظی انسلاکات اور معنوی التزامات پر غور کیجئے کوئی اور شاعر ہوتا تو اس زمین میں دو چار شعر کہنے کے بعد اُس کی سانسیں پھول جاتیں۔ لیکن آغا سروشؔ نے تابڑ توڑ چودہ پندرہ شعر کہہ ڈالے ہیں۔ خوبی یہ ہے کہ پوری منقبت میں ہر شعر اپنے بھرپور پس منظر کے ساتھ اُبھرتا ہے۔ اور ایسا لگتا ہے کہ ہر شعر کے پیچھے پوشیدہ لاشعوری محرکات کو شاعر کے شعور نے لفظوں کی مالا میں گوندھ کر شعر کا قالب عطا کر دیا ہو۔ یہ کام کتنا مشکل تھا جسے آغا سروشؔ نے پانی کر دیا ہے۔ خیر سنگلاخ اور مشکل ترین زمینوں میں سہل ممتنع کے اشعار نکالنے میں آغا سروشؔ کا کوئی جواب ہے ہی نہیں۔ چلئے اُنکی چند زمینوں پر نظر ڈالتے چلیں۔

چاک میں ہے۔ آ ئیگی مٹی مدینے کی۔ سرسمیت۔ مدحت کا شوق ہے۔
زباں اچھی طرح۔ رات دلچسپ ہوگئی ہے۔ درِ فاطمہ کی گرد۔ حیدر کے علاوہ۔
منظر بھی کچھ نہیں۔ تلوار بھی ہے۔ معماروں کی، سرکار ضرورت پڑتی ہے۔
تعمیر کے ٹکڑے کرڈالے۔ زنجیر آدھی رہ گئی۔ چمن کے پاؤں۔
نظاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔

دورانِ مطالعہ آپ خود ملاحظہ کریں گے کہ آغا سروشؔ نے اس قدر مشکل ردیف وقوافی میں کس قدر خوب صورت اشعار نکالے ہیں۔ مزید برآں یہ کہ آغا سروشؔ نے کسی شعر میں بھی اپنے لہجے کا آہنگ نہیں جانے دیا ہے۔ آغا سروشؔ کا یہ آہنگ لفظوں کے خارجی سم اور تال سے ہی نہیں بلکہ ان کے داخلی اور معنوی زیر و بم سے عبارت ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آغا سروشؔ ابلاغ کے ساتھ ساتھ ترسیل کی بھی زبردست قدرت رکھتے ہیں۔ وہ مستعار لئے ہوئے استعارے اور مانگی ہوئی علامتوں والی شاعری نہیں کرتے بلکہ وہ لفظ کو استعارہ، علامت، اور پیکر بنانے کا ہنر جانتے ہیں۔ بلکہ کبھی کبھی تو آغا سروشؔ پرانے سے پرانے لفظ میں بھی معنیٰ کے نئے نئے دِر و بست رکھ دیتے ہیں۔ اس رخ سے آغا سروشؔ کو اپنی وضع کا نو کلاسک شاعر کہا جائے

تو زیادہ مناسب ہوگا۔ یہاں ہم اپنی رائے کے استدلال میں آغا سروشؔ کی ایک منقبت کے کچھ اشعار پیش کرتے ہیں۔:

تیغِ حیدرؑ کے مقابل کون ٹھہرا سر سمیت
ہوگیا منظر سے غائب اپنے پس منظر سمیت

ہاتھ میں اک پھول تتلی پھول سے لپٹی ہوئی
تھا یونہی اُس ہاتھ میں خیبر کا در لشکر سمیت

سوگئے کس شان سے تیغوں کے سائے میں علیؑ
دوسرا ہوتا تو چلدیتا کہیں بستر سمیت

چُھپتے ہیں اِک دوسرے کی آڑ میں روباہِ شام
آگیا شیرِ الٰہی مالکِ اُشتر سمیت

وہ تو قنبر نے مہار اونٹوں کی فوراً چھوڑ دی
ورنہ کہہ دیتے علیؑ لیجا انہیں قنبر کے سمیت

چڑھ کے جس منبر پہ حیدرؑ کو برا کہتے تھے لوگ
ڈالے جائیں گے جہنم میں اُسی منبر سمیت

اُس طرف لاکھوں کا لشکر سج رہا تھا اسلحے
اور یہاں پر کُل بہتر تھے علیؑ اصغر سمیت

عشق کے آداب کوئی حُر سے سیکھے اے سروشؔ
ڈال دی قدموں میں شہ کے دولتِ دل سر سمیت

ملاحظہ کیجئے درج بالا اشعار میں تمثالوں اور تمثیلوں کے ذریعے منظروں کی کیسی آئینہ بندی کی گئی ہے۔ یہ سب اشعار تاریخی صداقت پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی کس قدر مسحور کن ہیں ۔ واقعے کے پیش منظر اور پس منظر کی دوبارہ دریافت کا یہ رویہ آغا سروشؔ کا اپنا رویہ ہے۔ بلکہ کہیں کہیں تو ایسا لگتا ہے کہ بعض وہ تاریخی حقیقتیں جو مصلحتاً یا احتیاطاً مورخ کے قلم سے چھوٹ گئی تھیں انہیں بھی آغا سروشؔ نے پھر سے تاریخ کے دامن میں تحریر کر دیا ہو۔ اسی طرح آغا سروشؔ کے شعری مجموعے کو اسلامی تاریخ کے اک منظوم دستاویز کی حیثیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال ان تاریخی اشاروں اور کنایوں کے علاوہ اشعار میں لفظوں کی شگفتگی اور لہجے کی شادابی بھی قابلِ داد ہے۔ یہی نہیں بلکہ تکلفات میں بھی ایک طرح کی بے تکلفی اور ساختیات میں بھی ایک طرح کی بے ساختگی کی اس شان کا کیا کہنا۔ آغا سروشؔ سامنے کی باتیں کرتے ہوئے بھی اپنے شعروں میں کیسی کیسی صنعتیں اور کیسی کیسی ترکیبیں وضع کر دیتے ہیں۔ بلا شبہ آغا

سروشؔ کی شاعری میں شامل ہو کر لفظ اور معنی دونوں کو جیسے اعتبار حاصل ہو جاتا ہو۔

اپنی بات تمام کرتے ہوئے یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ آغا سروشؔ کی شاعری کسی نقاد سے سند حاصل کرنے کی محتاج نہیں ہے۔ کیونکہ انکا تعلق تاریخِ صداقت کے اُس خیمے سے ہے جہاں چراغ کی لو بجھا کر اُجالوں سے گواہیاں لی جاتی ہیں۔ مگر ہاں اُن کی نگاہ لیلۃ الھریر پر بھی ہے اور عصر عاشور پر بھی وہ مکر نے والوں کو بھی جانتے ہیں اور سرِ تسلیم خم کرنے والوں کو بھی۔ وہ مصلحت اندیشوں سے بھی واقف ہیں اور انکار کرنے والوں سے بھی۔ "بیاضِ جاں" آغا سروشؔ کا مجموعہ کلام نہیں بلکہ اُن کی عمر بھر کے رتجگوں کا حاصل ہے۔ ادبی دیانت داری کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر دو چار شعر کے بعد ایک دو شعر ایسے ضرور مل جائیں گے جو دِلوں میں نشتر کی طرح اُتر جائیں بلکہ امید ہی نہیں یقین ہے کہ وہ کافر بھی آغا سروشؔ کی شاعری کے قائل ہو جائیں گے جو مذہبی شاعری کو ثانوی درجے کی چیز سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔

خدائے حرف بطفیلِ مدینۃ العلمؑ اور بتصدق باب العلمؑ شاد اور آباد رکھے تا کہ مضامینِ تازہ کی راہیں کھلتی جائیں بلکہ ستاروں کے آگے والے نئے نئے جہانِ معنی مسخر ہوتے رہیں۔

ہو جذبہ مدحت تو مضامین کی کیا فکر
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں شمس و قمر اور

یہ حمد و نعت و مناقب سلام اور نوحے
بیاضِ جاں میں ہیں دراصل آیتیں اُس کی

بیان ہو نہیں سکتیں عنایتیں اُسکی
تمام فاصلے میرے ہیں قربتیں اُسکی

نماز کیوں نہ ہو معراج آدمی کے لئے
سمیٹ لیتے ہیں سجدے مسافتیں اُسکی

نبیؐ و آلِ نبیؐ سے ہے اتنا پیار اُسے
درودِ پاک میں رہتی ہیں شرکتیں اُسکی

خبر نہ تھی کہ ہے خود مجھ میں عالمِ اکبر
تھا دل کو شوق کہ دیکھ آؤں وسعتیں اُسکی

ضمیر کرتے ہیں خود ہی محاسبہ اپنا
کھلی ہیں اپنے دِلوں میں عدالتیں اُسکی

ملے نہ اذن تو بادل برس نہیں سکتے
ہوائیں چلتی ہیں لیکر اجازتیں اُسکی

نہ ایک دانے سے سو دانے بارور ہوتے
اگر زمین میں ہوتیں نہ برکتیں اُسکی

یہ بات بادِ صبا نے مجھے بتائی ہے
گلوں میں آئی ہیں کچھ کچھ شباہتیں اُسکی

شبیہ کھینچ نہ سکی پھر بھی صفحہ جاں پر
ہزار رُخ سے بنائی ہیں صورتیں اُسکی

وہ چیونٹیوں کی بھی آوازِ پا کو سنتا ہے
مُحیطِ ارض و سما ہیں سماعتیں اُسکی

ملال کیوں ہو مجھے اپنی بے مکانی کا
ہیں سر پہ سایہ فگن نیلگوں چھتیں اُسکی

کتابِ عالمِ امکاں میں مہر و ماہ نجوم
ہم عارفوں پہ ہیں روشن، علامتیں اُسکی

یہ حمد و نعت و مناقب سلام اور نوحے
بیاضِ جاں میں ہیں دراصل آیتیں اُسکی

مُصفّا رکھو ندامت کے آنسوؤں سے اِنہیں
سروشؔ دیدہ و دل ہیں امانتیں اُسکی

۞۞۞

جہاں بھی جاؤں اپنا ہو کہ بے گانہ محمدؐ کا
مجھے سب زیرِ لب کہتے ہیں دیوانہ محمدؐ کا

ارے بے عقل بن جا ایسا فرزانہ محمدؐ کا
کہیں سب ہوش والے تجھ کو دیوانہ محمدؐ کا

محمدؐ کی حقیقت بس علیؑ جانے خدا جانے
زبانِ خلق پر جاری ہے افسانہ محمدؐ کا

کہے ہر موئے تن اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الْاَعْلٰی
حِرائے جاں میں ہوئے جس گھڑی آنا محمدؐ کا

جسے معراج کہتے ہیں خرامِ ناز ہے انکا
حدِ قوسین و اَو اَدْنیٰ ہے رُک جانا محمدؐ کا

خدا نے خود محمدؐ سے محمدؐ کا کیا سودا
مقرر کر کے عرش و فرش بیعانہ محمدؐ کا

گواہی کیوں نہ دیں سب انبیاء ختمِ نبوّت کی
پیا دستِ خدا سے سب نے پیمانہ محمدؐ کا

ملک حیرت سے تکتے تھے یہ منظر فتحِ مکہ میں
خطائیں بخش کر دشمن کی شرمانا محمدؐ کا

قیامت کیا ہے ہم سب عاصیوں کی عید کا دِن ہے
کہ اُس دن جنّتیں بانٹے گا کاشانہ محمدؐ کا

زلیخائے قیامت آرہی ہے بن کے دیوانی
مناسب تو نہیں دامن بچا جانا محمدؐ کا

بدل سکتی نہیں ہرگز اُسے گردِش زمانے کی
زمانے کو بدل دیتا ہے دیوانہ محمدؐ کا

مثالِ تعزیہ تھی کربلا کی خاک شیشے میں
مکانِ اُمِ سلمٰی تھا عزاخانہ محمدؐ کا

علیؑ کی جاںنثاری ہے سروشؔ اس بات کی شاہد
نجف کی خاک سے بنتا ہے پروانہ محمدؐ کا

❁❁❁

یا نبیؐ کسقدر آبلے ہیں تیرے ہر ایک نقشِ قدم میں
تو نے دنیا بدل دی ہماری صرف تریسٹھ برس رہ کے ہم میں

اب بھی باقی ہے بستر کی گرمی اب بھی زنجیرِ در ہل رہی ہے
تھی کروڑوں برس کی مسافت طئے ہوئی ایک پل سے بھی کم میں

روشنی اُن کے قدموں سے لیکر طاق راتوں میں ڈھونڈا جو میں نے
مل گئی قدر کی رات مجھ کو میرے آقا کی زلفوں کے خم میں

تیرے قرآن کی آیتوں نے ہر زبان کی گرہ کھول دی ہے
مٹ گیا ایک کلمے سے تیرے فرق تھا جو عرب اور عجم میں

یا نبی آج روح الامیں نے ہم غلاموں کی ہمت بڑھادی
سدرۃ المنتہٰی تک تو پہنچا آپ کی پیروی کے بھرم میں

تو اے تقدیر تاج عظمتِ کونین رکھ دینا
میرے سر پر میرے سرکارؐ کے نعلین رکھ دینا

عزیزو ساتھ میرے عزتِ دارین رکھ دینا
کفن کی جیب میں خاکِ درِ حسنینؑ رکھ دینا

الٰہی دیکھ لوں میں بھی تو ابروئے محمدؐ کو
میری آنکھیں ذرا قوسین کے مابین رکھ دینا

کہا اللہ نے قوسین کب حدّ ہے محمدؐ کی
جہاں یہ آپ رُک جائیں وہیں قوسین رکھ دینا

اے خُدّامو کسی دن سبز گنبد کے چراغوں میں
نکل آئے جگہ تو میرے بھی دو نین رکھ دینا

فرشتے گر تیرے اعمال کے بارے میں کچھ پوچھیں
تو اُنکے آگے نعتِ سرورِؐ کونین رکھ دینا

ہے جب قرآن و عترت سے گراں پلہ دوعالم کا
تو تم اس نعت میں ایک قافیہ ثقلین رکھ دینا

سروشؔ آنکھیں تیری عرشِ بریں کی سیر کر لیں گی
تو اِن کو زیرِ پائے صاحبِ قوسین رکھ دینا

جو آنکھوں میں لگائی جائے گی مٹی مدینے کی
تو جلوے عرش کے دکھلائے گی مٹی مدینے کی

مدینے کی زمیں پر صاحبِ معراج آتے ہیں
یہیں سے آسماں کہلائیگی مٹی مدینے کی

صفا مروہ حِرا کی چوٹیاں بولیں شبِ ہجرت
ہمارے آگے اب اِترائے گی مٹی مدینے کی

یہ ہے شہر مدینہ یاں ادب سے سر کے بل چلئے
نہیں تو پاؤں میں آجائیگی مٹی مدینے کی

یہاں کیا کام ہاتھوں کا یہاں کیا ذکر دامن کا
کہ پلکوں سے اُٹھائی جائیگی مٹی مدینے کی

وہاں کیا آ سکے گی ایسی سرسبزی و شادابی
بھلا جنت کہاں سے لائیگی مٹی مدینے کی

وہ انساں جو نہ حاصل کر سکے عرفاں محمدؐ کا
اُسے ہرگز نہیں اپنائیگی مٹی مدینے کی

جدا ہوتی نہیں ابنِ علیؑ کے پائے اطہر سے
زمینِ کربلا تک جائیگی مٹی مدینے کی

بھلا مجھ کو زمینِ ہند کب تک روک سکتی ہے
سروشؔ اِک دِن مدینے جائیگی مٹی مدینے کی

عشق نے بنایا ہے ایسا راستہ دِل میں
جس سے روز آتی ہے یادِ مصطفیٰؐ دل میں

پہلے یاد طیبہ کی آتی رہتی تھی اکثر
رفتہ رفتہ پھر اُس نے گھر بنالیا دل میں

سارے غم زمانے کے خود ہی ہو گئے رخصت
بس گئی ہے جس دن سے یادِ مصطفیٰؐ دل میں

ہاں میں دیکھ سکتا ہوں شکل اپنے آقا کی
رکھ دیا ہے خالق نے ایسا آئینہ دل میں

آپ جنکو کہتے ہیں عرشِ پاک کی زینت
میری خوش نصیبی سے ہیں وہ نقشِ پا دل میں

الفتِ محمدؐ کے پھول چن رہا تھا میں
دشمنِ محمدؐ کے خار چبھ گیا دل میں

دیکھنا نظر والو دو ہیں گنبدِ خضراء
ایک ہے مدینہ میں اور ہے دوسرا دل میں

یہ جو رک نہیں پاتے میری آنکھ کے آنسو
صبح و شام رہتا ہے ذکرِ کربلا دل میں

جستجو میں آقا کی جب یہ سارا عالم ہے
اے سروشؔ تم بھی تو دیکھنا ذرا دل میں

۞۞۞

دونوں عالم میں رہ جائے میرا بھرم یا شفیع الامم یا شفیع الامم
یا محمدؐ ہو لب پر نکل جائے دم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

تاجِ سر بن گئی آیتِ ھل اَتی بر میں زرّیں قبا آیتِ اِنّما
سارے نبیوں میں وہ تیرا جاہ و حشم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

جو جوانانِ جنت کے سردار ہیں مرحبا دوشِ سرورؐ کے اسوار ہیں
عرشِ پاکِ معلیٰ ہے زیرِ قدم یا شفیع ِالامم یا شفیع الامم

شب کا اسریٰ کی باندھوں میں کیسے سماں مجھ سے تفسیرِ واللّیل کیا ہو بیاں
تیری زلفِ معنبر کے ہیں پیچ و خم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

جب سے شہرت ہوئی حُسنِ سرکار کی بڑھ گئی شان دنیا کے بازار کی
دام یوسفؑ کے گرنے لگے دمبدم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

ہو فرشتوں کے لب پر فسانہ میرا شاخِ طوبیٰ پہ ہو آشیانہ میرا
مجھکو مل جائیں گر تیرے نقشِ قدم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

مل گیا ہے تیرا نقشِ پا یا نبیؐ زندگی بس وہیں گھومتی ہے میری
ہو رہا ہے مسلسل طوافِ حرم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

اے سروشؔ اپنے سرکار سے عرض کر قوم کے حال کی کیا نہیں کچھ خبر
تم کو دن رات رہتا تھا اُمت کا غم یا شفیع الامم یا شفیع الامم

ہیں ہر سمت مایوسیوں کے اندھیرے کہاں آ گئے ہم بھٹکتے بھٹکتے
مدینے کا اے کاش جگنو ہی کوئی دکھا جائے رستہ چمکتے چمکتے

میں کمزور دکھلاؤں کیا تیز گامی بہر حال دینا ہے اُن کو سلامی
یونہی اِک نہ اِک دن درِ مصطفےٰؐ تک پہونچ جاؤں گا میں کِھسکتے کِھسکتے

ضرورت ہی کب ہے وہاں رہبری کی وہ دراصل معراج ہے زندگی کی
مدینے کی گلیوں میں پھرتے رہیں گے یونہی بے ارادہ بھٹکتے بھٹکتے

میرا شرم سے سر جھکا جا رہا تھا خطاؤں سے اپنی حجاب آ رہا تھا
مدینے کے آقا سے سب حال اپنا بیاں کر ہی ڈالا جھجکتے جھجکتے

مہکنے لگے باغ جنت کے سارے چمکنے لگے چاند سورج ستارے
جب آوازِ کُن پر وہ فرشِ عدم سے اُٹھے اپنا دامن جھٹکتے جھٹکتے

جب اُتری شہ دوجہاں کی سواری قدم چومنے آئی بادِ بہاری
مدینہ میں تھا شور صلِ علیٰ کا جو سرکارؐ پہنچے مہکتے مہکتے

ہے کیا خوب جاگی ہوئی اُن کی قسمت ہے اُنکی یہی رات بھر کی عبادت
تکا کرتے ہیں سبز گنبد کو تارے سحر تک جو پلکیں جھپکتے جھپکتے

جونہی شام ہونے لگی زندگی کی تڑپ بڑھ گئی اور عشقِ نبیؐ کی
تماشہ تو دیکھو کہ خود سو گئے ہم دِل مضطرب کو تھپکتے تھپکتے

اِدھر زائرینِ مدینہ کی باتیں سروشؔ اور اِس کو ہوا دے رہی ہیں
میرے دل کی دنیا جلا کر نہ رکھ دے یہ فُرقت کا شعلہ بھڑکتے بھڑکتے

ماہ کو اپنے اے فلک دور سے مت دِکھا کہ یوں
نقشِ قدم رسولؐ کے لا کے مجھے بتا کہ یوں

معراجِ مصطفیٰؐ کا حال سنتے ہی ایک آن میں
لے کے مجھے بُراقِ دل طیبہ پہنچ گیا کہ یوں

وصفِ رُخِ رسولؐ کی فکر میں تھا میں مضطرب
والشّمس و الضحیٰ کی چھوٹ دینے لگی ضیا کہ یوں

دِل کو مرے دو نیم کر جوڑ کے پھر بنا قمر
سنتے تو آئے ہیں مگر انکھیوں کو بھی دِکھا کہ یوں

ماہ دونیم ہوگیا مہر پلٹ کے آگیا
اب نہ کوئی کہے کبھی حضرت نے یوں کہا کہ یوں

لذّتِ ذکرِ مصطفیٰؐ شہدِ بہشت سے سِوا
ہونٹوں کو چاہیے مٹھاس یوں ملے یہ مزہ کہ یوں

معراجِ مصطفیٰؐ کی شب کیا ہو عبادتوں کا ڈھب
صحنِ حرم میں رات بھر گھی کے دیے جلا کہ یوں

کب مجھے دشتِ حجر میں دیدنِ ادب کا ہوش تھا
آتے ہی دِل میں اُن کی یاد دردِ جگر اُٹھا کہ یوں

پوچھا کِسی نے خُلد میں کِس طرح جاؤ گے سروشؔ
خاکِ درِ رسولؐ کو میں نے اُٹھا لیا کہ یوں

نقشِ پائے شہ بطحاؐ پہ نظر رکھتے ہیں
ہم ستاروں سے بھی آگے کی خبر رکھتے ہیں

وقت کے ہاتھ اگر تیغ و تبر رکھتے ہیں
ہم بھی آقاؐ کی دُعاؤں کی سپر رکھتے ہیں

اے زمیں اے میرے سرکار کے روضے کی زمیں
دیکھ افلاک ترے پاؤں پہ سر رکھتے ہیں

دور یاں سے ہے مدینہ تو نہ گھبرا اے دِل
تیرے ارماں بھی تو جبریل کے پر رکھتے ہیں

واں کی خود راہ گذر نے کہا آ کر مجھ سے
چل ترے پاؤں مدینے کا سفر رکھتے ہیں

جامِ اُلفت کبھی گن کر نہیں پیتے ہم لوگ
ہم تو بس چہرۂ ساقی پہ نظر رکھتے ہیں

ہوتی ہے معرفتِ مہدیِ برحق جن کو
وہی آئندہ زمانوں کی خبر رکھتے ہیں

یا علیؑ ہم سے چھپاؤ نہ حقیقت اپنی
چاہنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں

شاخ در شاخ مہکتے ہوئے زخموں کے گلاب
اے مدینے تری مٹی کا اثر رکھتے ہیں

عشق ہوتا ہے جنہیں اپنے پیمبرؐ سے سروشؔ
دِل کے آنگن میں وہ ولایت کا شجر رکھتے ہیں

ایک آنسو جو میرے دامنِ صد چاک میں ہے
مجھ سا عاصی بھی نگاہِ شہ لولاک میں ہے

یہ جو نعلین نبیؐ کے قدمِ پاک میں ہے
اس کی رِفعت کا بیاں محفلِ افلاک میں ہے

غنچہ وگُل کے لباسوں میں ہے وہ بات کہاں
جو ترے جسم کے اُتری ہوئی پوشاک میں ہے

شہد جنت کو بھی حاصل نہیں وہ شیرینی
جو مٹھاس اُن کی چبائی ہوئی مسواک میں ہے

خوانِ جنت لئے حاضر ہیں فرشتے پھر بھی
کس قدر سادگی آقا تری خوراک میں ہے

دیکھی اسباب کی فہرست تو معلوم ہوا
عرش تا فرش سبھی کچھ تری املاک میں ہے

اے مدینے کے مسافر تو اُسے دیکھ آنا
دِل ہمارا بھی وہیں کے خس و خاشاک میں ہے

کربلا کیوں نہ ہو سونے سے بھی مہنگی تری خاک
سارا سرمایہ مدینے کا تری خاک میں ہے

عصرِ عاشور کے سورج کی تمازت کتنی
ایسا سورج تو ترے جسم کے ہر چاک میں ہے

تو بھی انجام کو پہنچے گا عطش کے منکر
تیغِ حیدرؓ تو زمانے سے تری تاک میں ہے

ذکرِ محبوبِ خدا تیرا نگہباں ہے سرو شؔ
ورنہ دنیا تو زمانے سے تیری تاک میں ہے

یا محمدؐ ایسی عزت آپ نے پائی کہ بس
کی شبِ اسریٰ خدا نے وہ پذیرائی کہ بس

ایک پل میں مصطفیٰؐ کو عرش پر بلوا لیا
اپنے بندے کی خدا کو ایسی یاد آئی کہ بس

گنتے گنتے تھک گئیں تاروں کی نازک انگلیاں
مصطفیٰؐ کے ہیں زمیں پر اتنے شیدائی کہ بس

میں نے جلتی دھوپ میں جب چھیڑ دی نعت رسولؐ
رحمتوں کی ہر طرف پھر وہ گھٹا چھائی کہ بس

بادۂ مدحت کا یہ خوش رنگ ساغر دیکھ کر
آج زاہد کی طبیعت ایسی للچائی کہ بس

دیکھ اب بھی وقت ہے دامانِ احمدؐ تھام لے
ورنہ کل محشر میں ہوگی ایسی رسوائی کہ بس

مشکلوں میں ہر گھڑی نادِ علیؑ سے کام لے
یہ دُعا تو روزِ خیبر اتنی کام آئی کہ بس

جب خیال آیا الٰہی کیسی ہوگی ذوالفقار
سامنے آنکھوں کے ایسی برق لہرائی کہ بس

کاٹ کر مرحب کو جب پہنچی زمیں تک ذوالفقار
شہپر جبرئیل سے فوراً صدا آئی کہ بس

لاشۂ سلمانؓ نے حیدرؑ کو آتا دیکھ کر
موت کی آغوش میں لی ایسی انگڑائی کہ بس

آ گئے جبریل عرشِ کبریا کو چھوڑ کر
پنجتنؑ نے کی تھی ایسی بزم آرائی کہ بس

مول لیں خالق نے جنت کے عوض کچھ روٹیاں
فاطمہؑ کے مال کی تھی اتنی مہنگائی کہ بس

ایک دن میں لکھنے بیٹھا تھا شبِ ہجرت کا حال
کیا کہوں یارو مجھے بھی ایسی نیند آئی کہ بس

اُن فرشتوں نے ابھی پوچھا ہی کیا تھا اے سروشؔ
دفعتاً میرے سرہانے سے صدا آئی کہ بس

اِس شرط پر خدا سے ہوئی زندگی کی بات
ہم عمر بھر کریں گے وِلائے علیؑ کی بات

ہے تم کو اختیار کرو تم کسی کی بات
میں بندۂ علیؑ ہوں کروں گا علیؑ کی بات

کیا ربطِ خاص ہے کہ خود آتی ہے ذہن میں
پائے علیؑ کے ساتھ ہی دوشِ نبیؐ کی بات

بھولی نہیں ہے آج بھی اپنے مکین کو
دیوارِ کعبہ کرتی ہے اب تک علیؑ کی بات

میثمؒ ثناء کے شوق میں پہنچے ہیں دار پر
اب اِن بلندیوں سے بھی ہوگی علیؑ کی بات

اعلان کر رہا ہے ستارہ زمین پر
طئے ہو گئی بتولؑ سے عقدِ علیؑ کی بات

مشکل میں ہر نبی کی یہ وردِ زباں رہی
خیبر میں کچھ نئی نہ تھی نادِ علیؑ کی بات

مشکل کشاء وصی محمدؐ خوش آمدید
منکر نکیر سے تھی ابھی آپ ہی کی بات

کیوں چھیڑتے ہیں آپ سقیفہ کا تذکرہ
میں کر رہا ہوں خلد کی بارہ دری کی بات

مولا علیؑ کے بارے میں اِک بات کے سوا
میں نے کبھی پسند نہ کی شافعی کی بات

پاکیزگیٔ نفس نہیں جس میں اے سروشؔ
مر جائے گا مگر نہ کرے گا علیؑ کی بات

خدا کے گھر میں علیؑ انقلاب لے آئے
جہاں چراغ نہ تھا آفتاب لے آئے

کتاب سے نہ ہوئی مات جب نصاریٰ کو
نبیؐ خلاصۂ اُم الکتاب لے آئے

جو کردگار نے تیار کی تھی یومِ اَلست
غدیر والے وہ کُہنہ شراب لے آئے

وہ جس کی ایک جھلک پا کے غش ہوئے موسیٰؑ
نبیؐ اُسی کو یہاں بے حجاب لے آئے

ہر اک نبیؑ نے پڑھا یا علیؑ کا عشق مگر
میرے رسولؐ مکمل نِصاب لے آئے

جہاں میں کوئی علیؑ کا جواب لا نہ سکا
فقط علیؑ ہی خود اپنا جواب لے آئے

ہمیشہ دشمنِ حیدرؑ سے دُور دُور رہو
عجب نہیں کہ یہ کوئی عذاب لے آئے

وہ جاںنثار نبیؐ اور علیؑ کو بھی نہ ملے
حسینؑ کر کے جنہیں انتخاب لے آئے

گئے زیارتِ قبرِ حسینؑ کو جو لوگ
ہر ایک گام پہ حج کا ثواب لے آئے

علیؑ کے لطف وکرم کی جو بارشیں ہوں سروشؔ
تو سنگلاخ زمیں بھی گُلاب لے آئے

چلیں جب فخر مریم مطلعِ نور سحر ہو کر
بڑھی دیوارِ کعبہ بہرِ استقبال در ہو کر

خبر جب آمد حیدرؑ کی پہنچی صحن کعبہ میں
در و دیوارِ کعبہ جھوم اُٹھے دیوار در ہو کر

کہا مُرسلؐ نے ہم سے یا علیؑ یہ غیریت کیسی
سرِ عرشِ بریں ملتے ہو پردے کے اُدھر ہو کر!

ہے اسریٰ تو علیؑ سے انتہائے قُرب کی منزل
گئے کیوں ساکن سدرہ نبیؐ کے ہمسفر ہو کر

ستارے کا مقدر اور بھی کچھ جگمگا اُٹھتا
جو رہ جاتا علیؑ کے آستاں کا سنگِ در ہو کر

دکھادی جانشینِ مصطفیٰؐ نے شمس کی رجعت
ابھی سب حیرتی تھے ناظرِ شق القمر ہو کر

اُٹھو نیندوں سے من کنت کا سورج سر پہ آپہنچا
نمازِ عشق نکلی جا رہی ہے دو پہر ہو کر

لگے وہ غار میں رونے چھپانے اپنی گھبراہٹ
زبر دستی چلے تھے جو نبیؐ کے ہمسفر ہو کر

اگر ہے جستجو حق کی علیؑ کے ساتھ ہو جاؤ
چلیگا حق اُدھر کو جائیں گے مولا جدھر ہو کر

نبیؐ کی جان کے دشمن تھے اپنے بھی پرائے بھی
علیؑ رہتے تھے ہردم اپنے بھائی کی سپر ہو کر

نہ سویا نرم بستر پر بھی یوں آرام سے کوئی
کوئی تیغوں میں یوں سوتا ہے بے خوف وخطر ہو کر؟

اُتر کر جانے والے کشتیٔ آلِ پیمبرؐ سے
تجھے تیرا سفینہ ہی ڈبو دیگا بھنور ہو کر

علی آواز دیں گے جب مجھے تو کون روکے گا
یہی دیوار و در خود لے اُڑیں گے بال و پر ہو کر

اُجالے دیکھنا ہو تو بلالؓ و جونؓ کو دیکھو
سپہرِ طاعتِ سرور پہ ہیں شمس و قمر ہو کر

خدا معلوم کب محشر ہوا کب خلد میں پہنچے
درِ حیدرؑ پہ ہم تو سو رہے تھے بے خبر ہو کر

انہیں کتنے عریضے لکھے وہ پھر بھی نہیں آئے
ہماری جان ہی اب جا رہی ہے نامہ بر ہو کر

سروشؔ اِن محفلوں کو دیکھ کر دشمن بھی کہتے ہیں
محبانِ علیؑ رہتے ہیں کیا شیر و شکر ہو کر

چودہ شراب خانوں کی یکجا مِلا کے لا
اے عمرِ جاوداں میرا ساغر اُٹھا کے لا

جامِ وِلا میں زہرِ عداوت نہ گھول دیں
اِس مئے کو دشمنوں کی نظر سے بچا کے لا

لے چل نجف کو زحشِ مقدر کسی طرح
اِک مرتبہ مجھے میری جنت دکھا کے لا

میں بھی تو پی کے دیکھوں نصیری تری شراب
اِک دن ذرا سی میرے لئے بھی بچا کے لا

مجھ سے اُلجھ رہا ہے مقصر پھر اے ندیم
سارے نصریوں کو بہ عجلت بُلا کے لا

اے جبرئیل آئے ہیں بالیں پہ بوترابؑ
جا جلد جا کے عرش سے کرسی اُٹھا کے لا

واعظ کو جامِ مدحتِ حیدرؑ پلا سروشؔ
لے جا اِس آدمی کو بھی انساں بنا کے لا

❁❁❁

ملک صفات فلک فر فرشتہ خو کہنا
ادب نہیں سگِ کوئے علیؑ کو تو کہنا

اے میثم کو زورِ بیاں دینے والے
مجھے تر زباں کر زباں دینے والے

میری فکر کو شہپرِ قدسیاں دے
سلیماںؑ کو تختِ رواں دینے والے

علیؑ کی وِلایت سے انکار کیسا
زباں دے چکے ہیں زبانِ دینے والے

سرِ دار میثمؓ کو تنہا نہ سمجھو
ہیں لاکھوں ابھی امتحاں دینے والے

علیؑ ہی تھے گلدستۂ کُن فکاں پر
خدائی میں پہلی اذاں دینے والے

مِلیں گے فقط خانۂ فاطمہؑ میں
فقیروں کو کون و مکاں دینے والے

صحابہ کہاں اور کہاں آلِ احمدؐ
کہاں لینے والے کہاں دینے والے

بتائے کوئی شامِ ہجرت کہاں تھے
نبیؐ کے اشاروں پہ جاں دینے والے

اُٹھاتے نہیں کیوں نبیؐ کا جنازہ
کہاں مر گئے بیٹیاں دینے والے

فدک کیلئے پیشِ حاکم کھڑے ہیں
اِک آنسو پہ باغِ جناں دینے والے

فدک تو امام زمانہؑ ہی لینگے
ہیں یہ لوگ ایسے کہاں دینے والے

دعائے ملک ہے درِ فاطمہؑ پر
سلامت رہیں روٹیاں دینے والے

سروشؔ آج میری نظر میں نہیں ہیں
نصیریؔ سے بہتر اذاں دینے والے

❁❁❁

تیغِ حیدرؑ کے مقابل کون ٹھہرا سر سمیت
ہوگیا منظر سے غائب اپنے پس منظر سمیت

وہ تو غیضِ مرتضٰیؑ پر رحم غالب آگیا
ورنہ اے جبریل کٹ جاتی زمیں شہپر سمیت

پہلے سر عنتر کا کاٹا پھر کیا مرحب پہ وار
لاش مرحب کی گری لیکن سرِ عنتر سمیت

ہاتھ میں اِک پھول تتلی پھول سے لپٹی ہوئی
تھا یونہی اُس ہاتھ میں خیبر کا در لشکر سمیت

سوگئے کس شان سے تیغوں کے سائے میں علیؑ
دوسرا ہوتا تو چلدیتا کہیں بستر سمیت

بن نہیں پاتا کجاوٗں کا جو منبر دیکھتے
آیۂ بلّغ اُترتی عرش سے منبر سمیت

تعزیت کیسی کسی نے خیریت پوچھی نہیں
آلؑ کو جس دِن سے چھوڑا لاشِ پیغمبرؐ سمیت

اب خدائی میں بجز نام خدا کچھ بھی نہیں
رب نے سب کچھ دے دیا حیدرؑ کو اپنے گھر سمیت

وہ تو قنبر نے مِہار اونٹوں کی فوراً چھوڑ دی
ورنہ کہہ دیتے علیؑ لیجا اِنہیں قنبر سمیت

چُھپتے ہیں اِک دوسرے کی آڑ میں روباہِ شام
آگیا شیرِ اِلٰہی مالکِ اَشتر سمیت

چڑھ کے جس منبر پہ حیدرؑ کو بُرا کہتے تھے لوگ
ڈالے جائیں گے جہنم میں اُسی منبر سمیت

پنجتنؑ کے نام جنکے بادبانوں پر نہ ہوں
ڈوب جائیں گی وہ ساری کشتیاں لنگر سمیت

اصغرؑ و اکبرؑ کو دیکھا تو یہ بولی کربلا
آگئے ابنِ علیؑ قرآن و پیغبرؐ سمیت

اُس طرف لاکھوں کا لشکر سج رہا تھا اَسلحے
اور یہاں پر کُل بہتر تھے علی اصغرؑ سمیت

تھے میری پلکوں پہ جو آنسو غمِ شبیرؑ کے
رات اُن کو ڈھونڈنے نکلی مہ و اختر سمیت

لاشۂ اصغرؑ کو جب محشر میں لائینگی بتولؑ
اہلِ محشر رو پڑینگے داورِ محشر سمیت

عشق کے آداب کوئی حُر سے سیکھے اے سروشؔ
ڈالدی خدموں میں شہؑ کے دولتِ دِل سر سمیت

✿✿✿

میں ہوں اب دار و رسن کے درمیاں اچھی طرح
سیکھ لی ہے میں نے میثم کی زباں اچھی طرح

تب کہیں جا کر کمیلؓ و بوذرؓ و سلمانؓ بنے
عشقِ حیدرؑ لے چکا جب امتحاں اچھی طرح

ہو چکی تعمیر کعبے کی تو خالق نے کہا
دیکھ لیجے یا علیؑ اپنا مکاں اچھی طرح

تھا وہاں لہجہ علیؑ کا رہنمائی کے لئے
کیوں نبی کرتے نہ سیرِ لامکاں اچھی طرح

اے فرشتو فاطمہؑ کے گھر کی یہ خیرات ہے
باندھ لو دامن میں اپنے روٹیاں اچھی طرح

جب شبِ ہجرت کا قِصّہ چھڑ گیا نیند آ گئی
سُن نہ پائے ہم کبھی یہ داستاں اچھی طرح

بھول جانے کی تو عادت ہے مسلمانوں تمہیں
یاد کرلو خُم کے منبر کا بیاں اچھی طرح

ورنہ بعدِ مصطفیٰؐ کر دو گے کچھ ردّ و بدل
آج ہی سلمانؓ سے سُن لو اذاں اچھی طرح

میری تربت میں فرشتوں نے یہ آپس میں کہا
دیکھ لو سینے پہ ماتم کے نِشاں اچھی طرح

میرے بارے میں لحد کو تھا یہ حکمِ بوترابؑ
روزِ محشر تک اِسے رکھنا یہاں اچھی طرح

یہ کسی بھی دشمنِ حیدرؑ کو چھوڑیگا نہیں
پیس ڈالے گا نہ جب تک آسماں اچھی طرح

تیر کھا کر مُسکرانے سے یہ ثابت ہو گیا
مقصدِ شہؑ جانتا تھا بے زباں اچھی طرح

خود بخود قسمت کا اُسکی فیصلہ ہوگا سروشؔ
حُر اگر سُن لیگا اکبرؑ کی اذاں اچھی طرح

❁❁❁

ذوالفقار ایسا کوئی دوسرا ہتیار کہاں
یا علیؑ آپ نے بنوائی یہ تلوار کہاں

میں کہاں منقبتِ حیدرِ کرارؑ کہاں
ہاں بلا لاوَ کہ ہیں میثمِؓ تمّار کہاں

سب کے دل میں نے ٹٹولے ہیں خبر ہے مجھ کو
سب نصیری ہیں مگر جرأتِ اظہار کہاں

سن لو کچھ ذکرِ علیؑ عرش سے پلٹے ہیں رسولؐ
راز کی بات بتاتے ہیں وہ ہر بار کہاں

کچھ خبر ہے تجھ اے لیلئ شامِ ہجرت
سو رہے ہیں تیری زلفوں کے گرفتار کہاں

میں ہوں خاکِ قدمِ حضرتِ یوسفؑ لیکن
مصر کے لوگ کہاں میرے خریدار کہاں

وہ تو بس مول لیا ہمکو علیؑ نے ورنہ
ہم کہاں مرضیٔ خالق کے خریدار کہاں

عرش کو چھونے لگی اشکِ عزا کی قیمت
اس بلندی پہ گیا ہے کوئی بازار کہاں

میری بالیں پہ وہ خود چلتے ہوئے آئیں گے
طور پر جاکے کروں اُن سے میں تکرار کہاں

بات ہی اور ہے کچھ مدحتِ حیدرؑ کی سروشؔ
واقعی حمدِ خدا اِتنی مزے دار کہاں

بنتِ اسد کے چاند کی جب دید ہوگئی
ماہِ فلک پکارا میری عید ہوگئی

صوتِ شگفتنِ گلِ بابونۂ حرم
قرآن کے نزول کی تمہید ہوگئی

قرآں سے عشق آلِ محمدؐ سے احتراز
یہ تو خدا کے حکم پہ تنقید ہوگئی

اِک جنبشِ مِژہ کا بھی وقفہ ہوا اگر
سمجھو علیؑ کے ذکر میں تعقید ہوگئی

جو عرش پر کیا تھا خدا سے نبیؐ نے عہد
اُس عہد کی غدیر میں تجدید ہوگئی

تجدیدِ شام میں ابھی مصروف تھے مَلَک
حکمِ علیؑ سے رجعتِ خورشید ہوگئی

تیری فضیلتوں کی یہ دستار یا علیؑ
اللہ کے اسمِ پاک کی تشدید ہوگئی

کچھ ہوش بھی ہے منکرِ انوارِ پنجتنؑ
تخلیق دوجہاں کی ہی تردید ہوگئی

تھی جو علیؑ سے مادر امت کو دشمنی
وہ دشمنی ہی مانعِ تولید ہوگئی

حسنینؑ کے لباس کی اُجرت ہو کیا رقم
سمجھو ملائکہ کی تو بس عید ہوگئی

بولا خدا یہ دیکھ کے سجدہ حسینؑ کا
محفوظ حشر تک میری توحید ہوگئی

جو بک رہے تھے مرجعِ تقلید کے خلاف
اُن ظالموں سے جہل کی تقلید ہوگئی

اکثر فروغِ نشۂ توحید میں سروشؔ
ہم سے نصریوں کی بھی تائید ہوگئی

۞۞۞

اب حق کی حمایت میں وہ کم بول رہے ہیں
مدت سے عرب چپ ہیں عجم بول رہے ہیں

سنجیدہ و شائستۂ غم بول رہے ہیں
خاموش کہ اب دیدۂ نم بول رہے ہیں

دعبل کی قسم دم ہمہ دم بول رہے ہیں
صدقہ یہ رِضاؑ کا ہے جو ہم بول رہے ہیں

کونین معہ عرش ہیں مصروفِ سماعت
سلطانِ عرب شاہِ عجم بول رہے ہیں

حیدر کی محبت میں زباں کٹ گئی لیکن
میثم ہیں کہ سرتابہ قدم بول رہے ہیں

یہ لفظ ہمارے نہیں حیدرؑ کی ثناء میں
قرآن کی باتیں ہیں جو ہم بول رہیں ہیں

اپنے لبِ اعجاز سے در مدحتِ حیدرؑ
اب بھی درو دیوارِ حرم بول رہے ہیں

عمرانؑ کا فرزند ہی کعبے کا ہے مالک
گر گر کے یہ سجدے میں صنم بول رہے ہیں

آتے ہی یدُاللہ کی تلوار کے نیچے
نسلوں کے وجود اور عدم بول رہے ہیں

ہیں سخت اذیت میں عدو آلِ نبیؐ کے
ٹوٹی ہوئی قبروں کے شکم بول رہے ہیں

راہب ہوا مایوس تو کہنے لگے شبّیرؑ
دیں گے تجھے فرزند یہ ہم بول رہے ہیں

لہجے سے میں واقف ہوں ترے اے مرے مشفق
یہ تو نہیں دینار و درہم بول رہے ہیں

عشرے کی شب آئے تو ذرا دھیان سے سننا
محسوس یہ ہوتا ہے علم بول رہے ہیں

ماں نے بڑے ارمانوں سے انکو ہے سنوارا
اکبرؔ یہ تری زلف کے خم بول رہے ہیں

ہمکو جو اہلبیتؑ کی مدحت کا شوق ہے
دنیا میں باغبانی جنت کا شوق ہے

مُرسل کے یارِ غار کو ہجرت کا شوق ہے
پتھر کو آئینے کی حفاظت کا شوق ہے

میدانِ جنگ میں تو ٹھہرتے نہیں قدم
اُس پر رسولِؐ حق کی نیابت کا شوق ہے

حیدرؑ نبیؐ کے گرد بھی ہیں محوِ جنگ بھی
اصحاب کو تو مالِ غنیمت کا شوق ہے

جب کچھ نہ بن سکا تو سقیفہ بنا دیا
ابلیس کو ازل سے شرارت کا شوق ہے

رکھیئے علیؑ سے بغض جہنم میں جایئے
کب ہم کو احمقوں کی ہدایت کا شوق ہے

ذکرِ علیؑ سے روح کی تطہیر بھی کریں
جِنکو فقط بدن کی طہارت کا شوق ہے

چہرے سے مرتضیٰؑ کے ہٹاتا نہیں نظر
قرآن کو بھی خوب تِلاوت کا شوق ہے

کعبے کو جانے والے تجھے کچھ خبر نہیں
کعبے کو خود نجف کی زیارت کا شوق ہے

میثم ثناء کے شوق میں پہنچے ہیں دار پر
یہ شوق بھی عجیب قیامت کا شوق ہے

دار و رسن ہمارے لئے کچھ نئے نہیں
یہ تو فقط ہماری ہی ملت کا شوق ہے

شاعر نہیں بنایا خدا نے رسولؐ کو
ہاں مدحتِ علیؑ کی سماعت کا شوق ہے

کھیتوں میں کیوں نہ کام کریں بیلچہ لئے
مولائے کائنات کو محنت کا شوق ہے

رُکتے کہاں ہیں خُلد میں رضوان و جبرئیل
دونوں کو اہلبیتؑ کی خدمت کا شوق ہے

عیسیٰؑ کی عمر کیوں نہ بڑھے انتظار میں
نرجس کے لال کی جو زیارت کا شوق ہے

تم مر بھی جاؤ تو وہ اُٹھائیں گے قبر سے
تم کو اگر امام کی نصرت کا شوق ہے

جو دشمنانِ مرجعِ تقلید ہیں سروشؔ
اُن کو کِسی یزید کی بیعت کا شوق ہے

✿✿✿

تم اصل میں کچھ اور ہو آتے ہو نظر اور
پردے کے اِدھر اور ہو پردے کے اُدھر اور

کعبے میں یہ کہتی تھی سحر تیرہ رجب کی
اب تم بھی بتوں آج سے ڈھونڈو کوئی گھر اور

یہ کہتے ہوئے جُڑ گئی پھر کعبے کی دیوار
ہوگا نہ علیؑ اور نہ دیوار میں در اور

عُجلت نہ کر اے طبع رواں مدحِ علیؑ میں
لفظوں کو پلانا ہے ابھی خونِ جگر اور

اے موت کسی طور بھی میں رُک نہیں سکتا
باقی ہے ابھی مدحتِ حیدرؑ کا سفر اور

صفین میں عباسؑ کی تلوار جو چمکی
اولوں کی طرح رن میں برسنے لگے سر اور

حیدرؑ کے گھرانے کی ہر اِک فرد ہے حیدرؑ
جبریل اب آگے نہ بچھانا کہیں پَر اور

اے تیغِ علیؑ مرحب و عنتر کے علاوہ
مائل ہو طبیعت تو ہیں کچھ لقمۂ تر اور

سو مرتبہ مارا اُسے سو بار جِلایا
مولاؑ یہ کیا کس نے نصیری کو نِڈر اور

یہ عشق کے چڑھتے ہوئے دریا کا سفر تھا
پیروں میں جدا باندھ لئے اُس نے بھنور اور

قوسین کی منزل پہ نبیؐ رُک گئے لیکن
لہجے کو علیؑ کے ابھی کرنا ہے سفر اور

ازواج کہاں اور کہاں اولاد نبیؐ کی
نعلین کی دھول اور ہے ہیں قلب و جگر اور

تم چوتھے فلک پر وہ پسِ پردۂ معراج
ہے اے بن مریم ابوطالبؑ کا پسر اور

ہو جذبۂ مدحت تو مضامین کی کیا فکر
ہم ہیں تو ابھی راہ میں ہیں شمس و قمر اور

سجدوں کا تقابل نہ کرو اشکِ عزاء سے
طاعت کے ثمر اور ہیں جنت کے ثمر اور

اے اُمّ بنینؑ خانہ حیدرؑ ہو مبارک
زہراؑ کے دُلاروں میں ہے اِک رشکِ قمر اور

حُر فوجِ عدو میں تھا مگر واہ ری قسمت
آغازِ سفر اور ہے انجامِ سفر اور

کیا یاور و انصار تھے فرزندِ نبیؑ کے
اس طرح کے دنیا میں نہ آئینگے بشر اور

چمکا گئی کعبے کو سحر یاز دھم کی
پیدا ہو لہو سے تو وہ ہوتی ہے سحر اور

بجھنے کو ہیں دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے
ہاں گریہ عابدؑ کی قسم دیدۂ تر اور

❁❁❁

کٹی جو شب کروٹیں بدل کر تو روتے روتے سحر ہوئی ہے
یہ منزلِ ابتلاء ہے یاں پر سکوں سے کس کی بسر ہوئی ہے

نہ حسبِ وعدہ حضور آئے نہ رات اِدھر سے اُدھر ہوئی ہے
حقیقتاً یہ سحر کہاں ہے ادائے رسمِ سحر ہوئی ہے

سنا ہے ابلیس کی سیاست بُری طرح کارگر ہوئی ہے
جبھی تو کم ظرفیٔ ثلاثہ حریفِ اِثنا عشر ہوئی ہے

وہ راز کیا تھا وہ بات کیا تھی ہمیں کہاں کچھ خبر ہوئی ہے
اسد کی بیٹی کے لب ہلے تھے کہ ہنس کے دیوار در ہوئی ہے

سدا یہ بنتِ اسد کو آئی نہ آنا دروازۂ حرم سے
ترے لئے خاص در بنے گا کہ عام یہ رہگذر ہوئی ہے

زیادہ ڈر جس سے تھا اُسی کو نبیؐ نے ہجرت میں ساتھ رکھا
برہنہ تیغوں کی ہم نفس تھی جو غار میں شب بسر ہوئی ہے

چلی وہ تیغِ علیؑ کی آندھی ملک زمیں پر بشر ہوا میں
اِدھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے اُدھر کی دنیا اِدھر ہوئی ہے

نہ پوچھو خیبر کے روز کیا تھی گرانیٔ ضربِ تیغِ حیدرؑ
پکارے جبریل کیا بتاؤں جو حالتِ بال و پر ہوئی ہے

نہ اُنکا پورا جمال دیکھا نہ اُنکے رُخ کا جلال دیکھا
علیؑ کے وہ دوست ہوں کہ دشمن کِسے مجالِ نظر ہوئی ہے

غدیر خم میں قیام کر کے رسولؐ اکرم بتا گئے ہیں
کوئی بھی کج فہم یہ نہ سمجھے کہ راستے میں خبر ہوئی ہے

نبیؐ کی میت کو چھوڑ کر وہ سقیفہ سازی میں جُٹ گئے ہیں
نبیؐ کے ہاتھوں پہ جنکی بیعت ابھی تو زیرِ شجر ہوئی ہے

کھلا یہ اتممتُ نعمتی سے کہ ہے نبوت کے بعد امامت
رسولِؐ اعظم کی خاتمیت غدیر سے معتبر ہوئی ہے

چلو یہ باالفرض مان بھی لیں تمہارے رہبر ہی معتبر ہیں
ستارہ اُترا کسی کے در پر کہیں بھی دیوار در ہوئی ہے؟

رضائے خالق ہے میری منزل رہِ مودّت کا ہوں مسافر
کبھی ہوئی شام کربلا میں کبھی نجف میں سحر ہوئی ہے

ہزار صدیوں کے ہے برابر علیؑ کی مدحت کا ایک لمحہ
یہاں پہ خضر و مسیح کی تو حیات بھی مختصر ہوئی ہے

درخت طوبیٰ کا سر اُٹھا کر اب اِسکو حیرت سے دیکھتا ہے
جو شاخ دار و رسن سے نکلی تھی کس قدر بارور ہوئی ہے

اُسی کو کافر کہیں مسلماں اُسی کی اولاد کو ستائیں
وہ جس کی ہستی قدم قدم پر نبیؐ کی سینہ سپر ہوئی ہے

ازل سے ابلیس اور آدمؑ کے درمیاں جو چھڑی ہوئی تھی
وہ جنگ آخر حسینؑ تیرے ہی سر کٹانے سے سَر ہوئی ہے

نکل کے دوزخ کی ذِلتوں سے حُر آج جنت میں آرہا ہے
یقیں نہ ہو تو ذرا ٹھہر جا ابھی اذانِ سحر ہوئی ہے

میں روز امیدِ ظہورِ رجعت میں بام پر جا کے دیکھتا ہوں
یہ اُنکے رُخ کی تجلیاں ہیں کہ روشنیٔ سحر ہوئی ہے

اِلٰہی توبہ کہیں وہ سیرِ چمن کو پھر ملتوی نہ کردیں
نسیم لائی ہے کیا سندیسہ گلوں کی جو آنکھ تَر ہوئی ہے

یہاں اُولی العزم انبیاء بھی گزر رہے تھے سنبھل سنبھل کر
سروشِ صبر و رِضا کی منزل تو پائے عابدؑ سے سر ہوئی ہے

علیؑ کا عشق اشکوں کا مصلاّ ساتھ لے جانا
سفر میں اپنی منزل اپنا رستہ ساتھ لے جانا

تولاّ اور تبرّا کا سلیقہ ساتھ لے جانا
جہاں بھی جاؤ تم اپنا عقیدہ ساتھ لے جانا

لبِ کوثر اگر اِنعام لینا ہو پیمبرؐ سے
علیؑ کی مدح میں کوئی قصیدہ ساتھ لے جانا

درِ زہراؑ پہ گر نذرِ عقیدت پیش کرنی ہو
فلک سے توڑ کر کوئی ستارا ساتھ لے جانا

وہ جلوہ دیکھ سلمانؓ و ابوذرؓ کی نگاہوں سے
کہیں پھر بھول کر مت چشمِ موسیٰؑ ساتھ لے جانا

گھری ہو مشکلوں میں گر کہیں تفسیر قرآں کی
مدد کے واسطے نہج البلاغہ ساتھ لے جانا

یہ فیاضی حسینؑ ابنِ علیؑ سے ہم نے سیکھی ہے
ہو کوئی گھونٹ بھر پیاسا تو دریا ساتھ لے جانا

علم کے ساتھ جو مشکِ سکینہؑ لے کے آئے ہیں
علمبردار کا منشاء ہے دریا ساتھ لے جانا

علیؑ بالیں پہ آجائیں تو سمجھو کامیابی ہے
یہیں سے باغِ جنت کا قِبالا ساتھ لے جانا

وہاں بالکل یہی ترتیب ہے اے راہیٔ جنت
نجف اور کربلا کا پورا نقشہ ساتھ لے جانا

در و دیوارِ کعبہ کہتے تھے رو رو کے سرورؑ سے
سوئے کرب و بلا ہمکو بھی آقا ساتھ لے جانا

۞۞۞

اے ساقیٔ سلمانؑ میں کچھ سوچ رہا ہوں
دے بادۂ عرفان میں کچھ سوچ رہا ہوں

شاید مجھے مِل جائے مدد مدحِ علیؑ میں
پڑھ سورۂ رحمٰن میں کچھ سوچ رہا ہوں

ہے ذہن پہ ایسا اثرِ نہجِ بلاغت
کھولے ہوئے قرآن میں کچھ سوچ رہا ہوں

اے دِل یہ نصیری کی سی عُجلت نہیں اچھی
رُک جا ابھی نادان میں کچھ سوچ رہا ہوں

جس دِن سے سُنی ہے شبِ معراج کی روداد
اُس دِن سے تو ہر آن میں کچھ سوچ رہا ہوں

مَن کُنتُ ہی تکمیلِ رسالت کی سند ہے
کیوں سخت ہے فرمان میں کچھ سوچ رہا ہوں

امداد کُن از بہرِ خدا اے ابوطالبؑ
اے محورِ ایمان میں کچھ سوچ رہا ہوں

یہ کونسا انداز تھا تعظیمِ علیؑ کا
اے لاشۂ سلمانؓ میں کچھ سوچ رہا ہوں

جنت نے نِدا دی درِ زہراؑ سے پلٹ آ
کہنے لگا رضوان میں کچھ سوچ رہا ہوں

بتلا مجھے کیا تک ہے یہ بے وقت اذاں کا
اے نا سمجھ انسان میں کچھ سوچ رہا ہوں

کمبخت بغیر آلؑ کے قرآں نہیں کافی
کیوں بکتا ہے ہذیان میں کچھ سوچ رہا ہوں

جبریل یہ ہے وقت مرے فکرِ سخن کا
لے جا مرا دیوان میں کچھ سوچ رہا ہوں

دیکھا نہ تھا اکبرؔ کو تو دِل تم پہ فِدا تھا
اب یوسفِؑ کنعان میں کچھ سوچ رہا ہوں

تھا حالِ سروشؔ آج عجب بزمِ ثناء میں
کہتا رہا ہر آن میں کچھ سوچ رہا ہوں

کیا کروں دنیا درِ آلِ پیمبرؐ چھوڑ کر
چند قطروں کے عوض جاؤں سمندر چھوڑ کر

عرش پر بھی تھا نبیؐ کو قربِ حیدرؑ کا سُرور
کون رہتا ہے شرابِ حبِ حیدرؑ چھوڑ کر

تیغِ حیدرؑ یوں جُھپٹ پڑتی تھی مانندِ عقاب
جسم اُڑ جاتے تھے روحوں کو زمیں پر چھوڑ کر

ڈھالتی تھی موت کے سکّے جو ضربِ ذوالفقار
عبدِ ود بھاگا وہیں پر کاسۂ سر چھوڑ کر

بنتِ پیغمبرؐ کے گھر میں کیا کوئی تقریب ہے
آ گئے سب عرش کو اللہ اکبر چھوڑ کر

آئیں کیوں میداں میں وہ اِذنِ پیمبرؐ کے بغیر
اُنکو تو حضرت گئے تھے گھر کے اندر چھوڑ کر

دیکھ کر خواہش مری گر حکم فرما دیں علیؑ
دوڑتا آئیگا سورج اپنا محور چھوڑ کر

ہو گیا قصرِ خلافت ایک ہی پل میں غریب
دشتِ تنہائی میں تم کو اے ابوذرؓ چھوڑ کر

عادت سگ بن گئی ہے ہاتھ مت روک اے کریم
روکھی سوکھی کیسے کھاؤں لقمہ تر چھوڑ کر

کہتا رہتا ہے یہ کعبہ حاجیوں کی بھیڑ سے
پہلے ہو آؤ نجف کو میرا چکّر چھوڑ کر

دیکھ کر محوِ طلایہ شیرِ حق کے شیر کو
بھاگنے لگتے تھے دریا کو ستمگر چھوڑ کر

مِل گئے پھر سے ابوطالبؑ اسے عباسؑ میں
اب وفا جائیگی کیوں عباسؑ کا در چھوڑ کر

کیوں بھلا نکلے کا میرے دِل سے غم شبّیرؑ کا
معتکف جاتا نہیں اللہ کا گھر چھوڑ کر

اتنی درد انگیز تھی مقتل میں ھل من کی صدا
آگیا بے شیر بھی آغوشِ مادر چھوڑ کر

ہیں وہ پہلو میں نبیؐ کے دفن کیسا ظلم ہے
جو سقیفہ میں رہے دفنِ پیمبرؐ چھوڑ کر

کیوں نہ دے اللہ اسکو لافتائی کی سند
جو نہ بستر چھوڑ کر بھاگا نہ لشکر چھوڑ کر

خدا کی آیتوں سے یوں علیؑ کا کام مِلتا ہے
کہ جیسے خشک ہونٹوں سے چھلکتا جام مِلتا ہے

علی جیسے بہادر ہی کو نیند آسکتی تھی ورنہ
کھنچی تیغوں کے سائے میں کِسے آرام مِلتا ہے

فرشتے شہپرِ روح الامیں کو دیکھتے ہیں جب
خطِ شمشیر سے لکھا علیؑ کا نام مِلتا ہے

تھکا دیتے ہیں جب بھی کاروبارِ زندگی ہم کو
شبِ ہجرت کی باتوں سے بڑا آرام مِلتا ہے

کبھی عرفے کے دِن تم دیکھ لینا کربلا جا کر
کہ خود کعبہ یہاں باندھے ہوئے احرام مِلتا ہے

سروشؔ آلِ نبیؐ کے در پہ اپنا سر جھکانے سے
عمل کو زندگی، سجدوں کو استحکام مِلتا ہے

جو لوگ بغضِ علیؑ میں نماز پڑھتے ہیں
مصلّے اُنکی جبینوں کو ڈستے رہتے ہیں

مثالِ بدر جو اہلِ وِلا چمکتے ہیں
دِلوں میں نور نگاہوں میں ان کے جلوے ہیں

وہ جن پہ آلِ محمدؐ کے نام لکھے ہیں
اُنہی سفینوں کا طوفاں طواف کرتے ہیں

جو مجلسوں میں سدا آنسوؤں سے روتے ہیں
جناں میں اُنکے مکاں موتیوں کے ہوتے ہیں

فلاں فلاں کو جو اُمّت نے کر دیا مشہور
پتنگ خود نہیں اُڑتے اُڑائے جاتے ہیں

جو دیکھی چاند سی صورت نبیؐ کے پیاروں کی
کہا ستاروں نے انسان ایسے ہوتے ہیں

نویں کا روز ہے شام آئی عیدِ زہراؑ کی
نبیؐ کے گھر میں دوبارہ چراغ جلتے ہیں

نکیرین کا دل لُبھانا پڑیگا
علیؑ کا قصیدہ سُنانا پڑیگا

سرِ دار بھی مسکرانا پڑیگا
چراغ آندھیوں میں جلانا پڑیگا

جو ہونا ہو شامل ہماری خوشی میں
جدارِ حرم مُسکرانا پڑیگا

نہیں ہے کچھ آسان مِلنا علیؑ کا
محمدؐ کو کعبے تک آنا پڑیگا

بچانا ہے گر دینِ حق شامِ ہجرت
علیؑ کو پیمبرؐ بنانا پڑیگا

عجب شان سے ہو گی معراجِ حیدرؑ
نہ جانا پڑیگا نہ آنا پڑیگا

تمہیں افسرانِ جوانانِ جنت
غریبوں کی بستی میں آنا پڑیگا

چلے ہو تو کچھ جنتیں ساتھ رکھ لو
فقیروں کو دینا دِلانا پڑیگا

حرم میں خدائے نصیری کے آگے
بتوں اپنے سر کو جھکانا پڑیگا

نصیری کو کس طرح سے ٹوک دوں میں
اِک انسان کا دِل دُکھانا پڑیگا

سرِ بزمِ مدحت تجھے اے مُقصِّر
کئی بار اُٹھانا بٹھانا پڑیگا

سبق یاد کر عشقِ حیدرؑ کا ورنہ
ہمیں تجھ کو مُرغا بنانا پڑیگا

سوئے خُلد کیا سوچ کر آرہے ہو
یہاں داغِ ماتم دِکھانا پڑیگا

مجھے بے سہارا سمجھتی ہے دنیا
سروشؔ اب علیؑ کو بُلانا پڑیگا

شگفتہ شگفتہ فسانے علیؑ کے
ازل سے ابد تک زمانے علیؑ کے

میرے کعبۂ دِل سے عرشِ بریں تک
انوکھے انوکھے ٹھکانے علیؑ کے

ازل میں اُٹھی لہر جب کُن فکاں کی
تو کھُلنے لگے کارخانے علیؑ کے

ازل ہی میں لبیک کہہ کر اُٹھے ہم
نمازی ہیں پہلی اذانِ * علیؑ کے

جہاں قُفل ہے نقطۂ تحتِ با کا
چھپے ہیں وہیں سب خزانے علیؑ کے

* ضرورتِ قافیہ

جو آتے ہیں مُرغانِ قُدسی زمیں پر
اُنہیں کھینچ لاتے ہیں دانے علیؑ کے

پہننے لگے خضرؑ و الیاسؑ اُنکو
تھے ملبوس جتنے پُرانے علیؑ کے

اگر چہ ہے تیغوں کے سائے میں بستر
مگر خواب ہیں کیا سُہانے علیؑ کے

ہیں میکائیل اور جبرئیل از عقیدت
ہے اِک پائینتی اِک سرہانے علیؑ کے

قلندر ہوں درویش ہوں اولیاء ہوں
طریقت کے سارے گھرانے علیؑ کے

سرِ رہگذر جنتیں بیچتے ہیں
بڑے کام کے ہیں دِوانے علیؑ کے

نجف کربلا کاظمین و خراساں
جبینوں سے پُر آستانے علیؑ کے

فقیروں کا جمگھٹ گھڑی دو گھڑی کا
کھلے ہیں سدا بادہ خانے علیؑ کے

سنبھالے ہوئے ہیں نظامِ دو عالم
محمدؐ کی قوت ہیں شانے علیؑ کے

نصیری کو ملتی سزا اور لیکن
علیؑ کو تو روکا خدا نے علیؑ کے

ملے زخم تھے اتنے بعدِ پیمبرؐ
سیئے زخم کچھ فاطمہؑ نے علیؑ کے

درِ فاطمہؑ سے ارے کربلا تک
جلے ہر جگہ آشیانے علیؑ کے

پریشان ہوتے ہیں کیوں اہل محشر
شفاعت کو بس ہیں دوگانے علیؑ کے

سروشؔ اُنکے ٹکڑوں پہ پلتے ہیں ہم بھی
سلامت رہیں آستانے علیؑ کے

تیرہ رجب کو ختم ہر افسانہ ہو گیا
کعبہ خود اپنی شمع کا پروانہ ہو گیا

اِک دوپہر کے بیچ میں کیا کیا نہ ہوگیا
صحرا جو تھا غدیر کا میخانہ ہو گیا

پہنچا جو ذوالعشیرہ سے بزمِ غدیر تک
پیماں رسولِؐ پاک کا پیمانہ ہو گیا

ہم کو درِ علیؑ پہ سِتارے نے دی خبر
اِک چاند آج زینتِ کاشانہ ہو گیا

دُنیا میں اہلبیتِ پیمبرؐ کا ہر عمل
قرآں کے گیسوؤں کے لئے شانہ ہو گیا

قیمت پہ اپنی تاجِ سلیماں کو تھا غرور
اِس در پہ وہ بھی تاج گدایانہ ہوگیا

عشقِ علیؑ بھی نقطۂ با کی مثال ہے
سمٹا تو جام پھیلا تو میخانہ ہو گیا

کیا کیا خرید لائیگا عشقِ علیؑ نہ پوچھ
نقطے میں کائینات کا بیعانہ ہو گیا

تارے کا چوم لینا درِ بوترابؑ کو
اہلِ فلک کا سجدۂ شکرانہ ہو گیا

کس طرح سَر اُٹھائیگا حیدرؑ کے سامنے
مرحب اسیرِ ہمتِ مردانہ ہو گیا

بس اِتنا جان لیجئے خلافت کے ذیل میں
خواہش جو کی مَلک نے تو جُرمانہ ہو گیا

اے خُلد ہوشیار یہ اعدائے بوترابؑ
جس گھر میں جلوہ گر ہوئے ویرانہ ہو گیا

اے حُسنِ بے حجاب نصیری کا کیا قصور
دِل مستیٔ نگاہ سے مستانہ ہو گیا

بالیں پہ میری جلوۂ حیدرؑ کو دیکھ کر
دِل اپنی دھڑکنوں سے بھی بیگانہ ہو گیا

ڈیوڑھی ملی ہے جب سے جنابِ امیر کی
قنبر کا ٹھاٹ باٹ اَمیرانہ ہو گیا

آنے لگا ہوں جب سے سرِ منبرِ رسولؐ
میرا مزاج اور بھی شاہانہ ہو گیا

بُہلول ہی پہ کچھ نہیں موقوف اے سروشؔ
واں جو بھی ہوشمند تھا دیوانہ ہو گیا

جو کام ہیں خدا کے سب مرتضیٰؑ کرے ہے
وہ صرف مرتضیٰؑ کی مدح و ثنا کرے ہے

کیا پوچھتے ہو زہراؑ جنت میں کیا کرے ہے
"گاہے بُکا کرے ہے گاہے دُعا کرے ہے"

یا مرتضیٰؑ علی یہ طرزِ خرام کیا ہے
ہر گام پر خدا کا دھوکا ہُوا کرے ہے

سوئے ادب ہے دیں کا حیدرؑ کے آگے چلنا
خادم جو ہے ہمیشہ پیچھے چلا کرے ہے

دوشِ رسولِ ؐ حق ہو یا عرش کی بلندی
تلووں سے مرتضیٰؑ کے آنکھیں مَلا کرے ہے

ہے جائے رحم اب تو اے ذوالفقار رُک جا
لے دیکھ پر بچھائے کون اِلتجا کرے ہے

پھر بعد مرگ کیسے مرقد میں جی اُٹھا میں
یہ کام تو علیؑ کی آوازِ پا کرے ہے

جو کام زندگی بھر عیسیٰؑ سے ہو نہ پایا
وہ کام کربلا کی خاکِ شفاء کرے ہے

یارب حسابِ عصیاں تو چھوڑ دے اُسی پر
اشکِ عزائے سرورؑ خود فیصلا کرے ہے

بے شیر آنے والی باتوں کو یاد کر کے
جھولے میں لیٹے لیٹے اکثر ہنسا کرے ہے

❁❁❁

ہے جدار کا تبسم بہ غرورِ کبریائی
یہ عجب نہیں اب آگے کرے کعبہ لب کشائی

نہ کچھ اسکے ماسواء تھا بس اِرادۂ خدا تھا
ہوئی نورِ پنجتنؑ کی جہاں رسمِ رونمائی

تھے ازل کے روز ہی سے ہم ارادۂ علیؑ میں
تمہیں کس طرح بتائیں مہ و سالِ آشنائی

سرِ فرش بھی نجف ہے سرِ عرش بھی نجف ہے
یہ فقیر کا ٹھکانہ وہ مقامِ مُصطفائی

نہیں عام فہم ورنہ ہیں الگ مرے عناصر
مری خاک بوترابی میری رُوح کربلائی

یہ قولِ صادق ہے مصطفیٰؐ کا کچھ اس میں جائے سخن نہیں ہے
ثنائے حیدرؑ نہ ہو جہاں پر وہ انجمن انجمن نہیں ہے

اجل پکاری کہ تیر کھا کر بھی ابروؤں پر شکن نہیں ہے
کہا یہ اصغرؑ نے مُسکرا کر ہمارے گھر کا چلن نہیں ہے

ہماری اِن محفلوں میں یارو بلا جھجک آؤ کہ یہاں پر
غدیر جیسی کھُلی فضا ہے سقیفہ جیسی گھُٹن نہیں ہے

یہ سب محبانِ مرتضیٰؑ ہیں ہیں سب کے سَب پیروانِ میثمؒ
یہ بزمِ مدحت ہے یاں کسی کو بھی خوفِ دار و رسن نہیں ہے

صدا یہ کعبے نے دی خدا کو اب ان سے دم گھٹ رہا ہے میرا
ہے اتنی تعداد حاجیوں کی مگر کوئی بت شکن نہیں ہے

وہ کربلا ہو کہ ہو خراساں نجف ہو یا کاظمین و یثرب
خدائے برتر تیری زمیں پر کہاں ہمارا وطن نہیں ہے

کہا یہ خالق نے مصطفیٰؐ سے کہ اوڑھ لیجے رِدائے زہراؑ
مسیحِ دوراں اب اس سے بہتر علاجِ ضعفِ بدن نہیں ہے

کہا یہ قاسمؑ نے حق کی نصرت میں آج نائب ہوں میں حسنؑ کا
کہ کوئی بد خواہ یہ نہ سمجھے حسینؑ ہے اور حسنؑ نہیں ہے

لباسِ حسنینؑ کی قسم ہے غلافِ کعبہ گواہ اِسکا
مری قبائے وِلا میں یارو کہیں بھی کوئی شِکن نہیں ہے

ہر اِک نمازی سے کہہ رہی ہے سروشؔ یہ آیۂ مودّت
فضول ہے بندگی خدا کی جو اُلفتِ پنجتنؑ نہیں ہے

❁❁❁

ہیں دِل بیدار آنکھیں سو رہی ہیں
شبِ ہجرت کی باتیں ہو رہی ہیں

صحابیّت کی عزت کھو رہی ہیں
وہ آنکھیں غار میں جو رو رہی ہیں

نبیؐ کی بی بیاں بغضِ علیؑ میں
خود اپنی قدر و قیمت کھو رہی ہیں

جو نسلیں بغضِ حیدرؑ سے چلی تھیں
بزرگوں کی خطائیں ڈھو رہی ہیں

اے فکرِ حَسبُنا عترت کی دشمن
پیمبرؐ کی تو شرطیں دو(۲) رہی ہیں

ہمی کیا ہیں کہ پچھلی امّتیں بھی
میرے مولاؑ کی کلمہ گو رہی ہیں

درِ زہراؑ پہ روز آتے ہو جبریل
بڑی اونچی اُڑانیں ہو رہی ہیں

سرِ قرطاس ہیں لفظیں ثناء کی
کہ حوریں بال کھولے سو رہی ہیں

دیارِ شام میں کوثر کی موجیں
غبارِ پائے عابدؑ دھو رہی ہیں

جہاں پر قید تھی آلِ پیمبرؐ
وہ دیواریں بھی اب تک رو رہی ہیں

علیؑ کے لہجے کی تمکنت سے یہ رات دِلچسپ ہو گئی ہے
ہیں عرش پر محوٗ خود پیمبرؐ کہ بات دِلچسپ ہو گئی ہے

کہیں خدا کا گماں ہے اِن پر تو ہیں کہیں ہُو بہو پیمبرؐ
اِنہیں کمالات سے تو حیدرؑ کی ذات دِلچسپ ہو گئی ہے

کتابِ حق کے ورق ورق پر ہیں سب قصیدے علیؑ کے لیکن
کہیں کہیں پر نصیریوں کی بھی بات دِلچسپ ہو گئی ہے

یتیم و مسکین اور اسیروں کے بھیس میں آتے ہیں فرشتے
علیؑ نے انگشتری جو دیدی زکات دِلچسپ ہو گئی ہے

ہے عقد زہراؑ کا آسماں پر ستارہ اُترا ہے تہنیت کو
زمیں پہ دامادِ مصطفےٰؐ کی برات دِلچسپ ہو گئی ہے

اگر ہے بارہ ربیع الاوّل میرے نبیؐ کی وفات کا دِن
یہ کیسی خوشیاں ہیں کیا نبیؐ کی وفات دِلچسپ ہو گئی ہے

گھری تھی کل تک ستمگروں میں رواں دواں ہے اب اشک بن کر
مثالِ حُر راستہ بدل کر فُرات دِلچسپ ہو گئی ہے

نہ فکر برزخ کے راستوں کی نہ خوف محشر کی منزلوں کا
علیؑ جو بالیں پہ ہیں ابھی سے نجات دِلچسپ ہو گئی ہے

سروشِ اصحابِ کہف ہوں یا جناب سلمانؓ کی ہو میت
علیؑ کے قدموں سے ملنے والی حیات دلچسپ ہو گئی ہے

۞۞۞

مُشکِ وِلا سے ہے جو معطّر سُخن تمام
ہے نافۂ غزالِ حرم انجمن تمام

قرآں ہے یوں تو منقبتِ پنجتنؑ تمام
ہے مقطعِ غدیر پہ لیکن سُخن تمام

ایمان و کفر دیکھ کے چلتا ہے یہ قلم
سیکھے ہیں اِس نے تیغِ علیؑ کے چلن تمام

اِتراتی ہے پہن کے جنہیں خُلد کی بہار
ہیں پنجتنؑ کے اُترے ہوئے پیرہن تمام

ذکرِ علی کسی کے بھی روکے نہ رُک سکا
خنجر ہیں کند ہو گئے دار و رسن تمام

کی تھی علیؑ نے نصرتِ حق جاگ جاگ کر
ہجرت کی رات سو کے مٹا دی تھکن تمام

بہلولؒ تھے اویسؒ و ابوذرؓ کا امتزاج
ناموسِ عقل و ہوش تھا دیوانہ پن تمام

حوّاب کے سگ بھی راہِ جمل سے نہ روک پائے
امت کے دل کا داغ ہوا حُسنِ زن تمام

میں کیوں رسولِ پاک کو وارث نہ دے سکی
شاید اِسی لئے تھی علیؑ سے جلن تمام

ہو گی ندا یہ آمدِ زہراؑ پہ روزِ حشر
ذکرِ درود سے ہوں معطّر دہن تمام

عصمت کے آفتاب کا وقتِ طلوع ہے
آنکھوں کو اپنی بند رکھیں مرد و زن تمام

عُروہ ابوہریرہ و عبداللہؑ عُمر
قصرِ معاویہ کے تھے زاغ و زَغن تمام

تا حشر قبر میں جو سلامت رہا بدن
مَس تھا ضریحِ ابنِ علیؑ سے کفن تمام

تھی صُلح پیش بندئ پیکارِ کربلا
گویا سکوتِ حق تھا سکوتِ حسنؑ تمام

ہنگامِ عصر شہ نے جو تلوار روک لی
بھائی کا معرکہ یہ کرے گی بہن تمام

سجادؑ نے پھوپی کے جو شانوں پہ کی نظر
جنت کے پھول بن گئے داغِ رسن تمام

زینُ العِباءؑ میں ہاتھ دُھلاؤں گا آپ کے
بھر دو جواہرات سے تشتِ سُخن تمام

خوشبو تمام صندلِ مولا علیؑ کی ہے
مہکے گی تا بہ حشر یہ اَرضِ دکن تمام

اُترا تھا جسکے واسطے کُل انجمِ فلک
ہے اُس کے ہی ستاروں کی یہ انجمن تمام

ہیں کیا مزے کے مضامین اے سروشؔ
جنت کا مائدہ ہے تمہارا سخن تمام

کرنے کو نشر مِدحتِ حیدرؑ زمین پر
مثلِ فلک بلند ہیں منبر زمین پر

دیکھے ہیں کیسے کیسے تونگر زمین پر
کوئی مِلا نہ مثلِ ابوذرؓ زمین پر

اے ذوالفقار چلیو سنبھل کر زمین پر
جبریل نے بچھائے ہیں شہپر زمین پر

شبّیرؑ مار دیتے جو ٹھوکر زمین پر
ہو جاتا جاری چشمۂ کوثر زمین پر

طاقت دِکھاتے اپنی جو شبّرؑ زمین پر
رکھ دیتے آسماں کو اُلٹ کر زمین پر

ہو کیوں نہ امن و ضبط کا منظر زمین پر
آیا ہوا ہے خُلد کا افسر زمین پر

کرتے اگر نہ شبّرؑ و شبّیرؑ صُلح و جنگ
ڈھوڈھے نہ ملتا دینِ پیمبرؐ زمین پر

ہو کیوں ہرا بھر نہ امامِ حسنؑ کا دور
حق کی زراعتیں ہوئیں بنجر زمین پر

دم بھر میں پھونک دیتے ہیں مُردہ دِلوں میں رُوح
عیسیٰؑ نفس ہیں شاعرِ حیدرؑ زمین پر

اللہ رے میزبانیٔ حیدرؑ کی آرزو
بنوالیا خدا نے بھی اِک گھر زمین پر

اسریٰ کی شب رسولؐ نے پایا بہ یک نظر
بھائی کو اپنے عرشِ بریں پر زمین پر

میثمؑ کے جیسی مدح نہ کر پائینگے کبھی
یکجا بھی ہوں جو سارے سخنور زمین پر

رتبے ملائکہ کہ سرِ عرش جو بھی ہوں
سب لوگ فاطمہؑ کے ہیں نوکر زمین پر

اُترا نہ یہ ستارا برائے ابوترابؑ
چمکا ہے آسماں کا مُقدّر زمین پر

مُرسلؐ بلند کر کے علیؑ کو غدیر میں
دِکھلا رہے تھے عرش کا منظر زمین پر

گر یونہی سر اُٹھاتے رہے دشمنِ علیؑ
برسیں گے آسمان سے پتھر زمین پر

کاغذ یہ منقبت کا نہیں ہاتھ میں سروشؔ
بیٹھا ہوں آسمان کو لیکر زمین پر

۞۞۞

جب وہ زکٰوۃ کہہ کے زرافشانیاں کریں
اُنکے فقیر کیوں نہ سلیمانیاں کریں

خضراء سے حکم لایا ہے پیک ادب شناس
ہم شہر شہر گھومیں ثنا خوانیاں کریں

دن آگئے ہیں مدحِ علیؑ کی بہار کے
جامِ وِلا چڑھائیں گُل افشانیاں کریں

لیکر علیؑ کا نام پہنچ جائیں عرش پر
خود کو شریکِ محفلِ نورانیاں کریں

دشمن علیؑ کے ہمکو پریشاں کریں گے کیا
وہ برطرف خود اپنی پریشانیاں کریں

دشمن علیؑ کے ہم کو نہ دیں دعوتِ نماز
وہ داغدار اپنی ہی پیشانیاں کریں

لے لیں جو مشکلات میں مشکل کشاء کا نام
خود مشکلیں ہماری نگہبانیاں کریں

عقل و خرد ہمارے قدم چومنے لگے
گر ہم نصیریوں کی سی نادانیاں کریں

شاہِ نجف سے فکر کی پرواز مانگ کر
اُڑتے پھریں ہوا میں سلیمانیاں کریں

حاجت نہ ہو زمانے کو مہتاب و مہر کی
داغِ غمِ حسینؑ جو تابانیاں کریں

درباں درِ امام رضائے غریبؑ کے
حیرت کی بات کیا ہے جو سلطانیاں کریں

اصغر کا خوں حسینؑ نے چہرے پہ مَل لیا
امت پہ اور کتنی *مہربانیاں کریں

*غلط العوام فصیح

آنکھیں علیؑ کی اور نبیؐ کو دِکھائی دے
سونچیں اگر نبیؐ تو علیؑ کو سُنائی دے

اٹھے قلم تو نورِ خدا روشنائی دے
کھینچے جو ذوالفقار تو میداں دُھائی دے

عزمِ نجف کیساتھ جو قسمت رَسائی دے
ہاتھوں کی ہر لکیر میں رستہ دکھائی دے

منبر پہ اُسکے ذکر کی پھیلے جو روشنی
عرشِ خدا زمیں پہ اُترتا دکھائی دے

در کھٹکھٹا رہا ہے علیؑ کے مکان کا
شاید کوئی فقیر ہے یہ آسمان کا

یارب تھا ہاتھ بھی وہی آواز بھی وہی
کیا مرتضیٰؑ سے کام لیا ترجمان کا

آواز نے علیؑ کی اُسے بھی مٹا دیا
جو رہ گیا تھا فاصلہ اِک دو کمان کا

کر کے سوارِ دوشِ پیمبرؐ کی ہمسری
بونے چلے ہیں ناپنے قد آسمان کا

یہ تو طوافِ خانۂ زہراؑ کا فیض ہے
جبریل کو شعور کہاں تھا اُڑان کا

کیا ٹھیک ہوگی دشمنِ حیدرؑ تیری نماز
آیا نہ آج تک تو سلیقہ اذان کا

جانیں محمد ابنِ ابی بکر پر نثار
کس مرز بلے پہ پھول کھلا زعفران کا

کشتی پہ جب سے لکھے ہیں اسمائے پنجتن
خود کام کر رہی ہے ہوا بادبان کا

کرنے چلی ہے عرش نشینوں پہ گفتگو
یہ حوصلہ تو دیکھئے اُردو زبان کا

کچھ حد نہیں علیؑ کے فضائل کی اے سروشؔ
کچھ نقص ہے تو نقص ہے تیرے بیان کا

یہ مدح لائقِ زہراؑ نہیں مگر پھر بھی
عطا کریں گے وہ جنت میں مجھ کو گھر پھر بھی

میں چشمِ بوذر و سلمان سے بھی دیکھ آیا
رُخِ علیؑ پہ ٹھہرتی نہیں نظر پھر بھی

مٹانا چاہا بہت دُشمنانِ حیدرؑ نے
رہا جدارِ حرم میں نشانِ در پھر بھی

بنائیں لاکھ حدیثیں زمانے والوں نے
نبیؐ کے غیر رہے غیر معتبر پھر بھی

پناہ لینے اگر کائنات آجائے
کریگا شکوہ نہ آلِ نبیؐ کا گھر پھر بھی

کبھی تو یا علیؑ اِس دل پہ بھی قدم رکھیں
یہ مثلِ دوشِ نبیؐ تو نہیں مگر پھر بھی

جکڑ لیا تھا عذابِ خدا نے فُطرُس کو
بہ فیضِ شاہؑ نِکل آئے بال و پر پھر بھی

یزیدیوں نے بہت حُر کو روکنا چاہا
نکل ہی آیا گھٹاؤں سے وہ قمر پھر بھی

گلے میں طوق ہے پیروں میں بھاری زنجیریں
عدو کو سیدِ سجادؑ سے ہے ڈر پھر بھی

تمام بارشیں مل کر مُقابلہ کرلیں
غمِ حسینؑ نہ ہارے گی چشمِ تر پھر بھی

مرے امامؑ یہ سورج تو روز نکلے گا
ترے بغیر نہ ہو گی میری سحر پھر بھی

ہمارے جذبۂ نصرت کا ہے پتہ اُنکو
عریضے بھیج کے کرتے رہو خبر پھر بھی

درِ مدینۂ علمِ نبیؐ کھُلا ہے سروشؔ
بھٹک رہی ہے یہ دُنیا اِدھر اُدھر پھر بھی

✿✿✿

ہم عجب گرمیِ بازار لیے بیٹھے ہیں
ایک دِل ، چودہ خریدار لیے بیٹھے ہیں

حسنِ گیسوئے شہادت کو بڑھانے میثم
روبرو آئینہ دار لیے بیٹھے ہیں

جس طرف دیکھیے حیدرؑ کے فداکاروں کو
دِل میں شوقِ رسن و دار لیے بیٹھے ہیں

کیوں پگھل جائے نہ پھر ظلم کی یہ زنجیریں
گرمیِ جذبۂ مختار لیے بیٹھے ہیں

کِس کے مولد کی ہے تعمیر کے جبریلِ امیں
آج معمار پہ معمار لیے بیٹھے ہیں

نجفِ عرش کے زائر ہیں وہ، اس واسطے ہم
قدمِ احمدِ مختارؐ لیے بیٹھے ہیں

مسندِ احمدِؐ مرسل پہ سقیفہ والے
سر سلامت نہیں دستار لئے بیٹھے ہیں

نکلیں پردے سے جو حضرت تو قیامت ہو جائے
فاتحِ بدر کی تلوار لیے بیٹھے ہیں

شوقِ نصرت کا امیدوں کا تمناؤں کا
ہم بھی اِک لشکر جرار لیے بیٹھے ہیں

تجھ کو کس بات کی جلدی ہے ٹھہر جا اے موت
اُن سے ہم وعدۂ دیدار لیے بیٹھے ہیں

تشنگی میں جو بجھائی تھی علی اصغرؑ نے
ہم تبسّم کی وہ تلوار لیے بیٹھے ہیں

ہے نمودِ سحر و شام ہمیں پر موقوف
گردشِ وقت یہ مئے خوار لیے بیٹھے ہیں

✪✪✪

تو نے دروازۂ خیبر جو نظر پر رکھا
خود ہواؤں نے ترے پاؤں کو سر پر رکھا

رب نے یوں خدمتِ زہراؑ پہ مقرر رکھا
گھر میں جبریل کو رضوان کو در پر رکھا

دہر میں پہلے پہل جشنِ ولادت تیرا
مالک الملک نے خود اپنے ہی گھر پر رکھا

مِل گئی میرے قلم کو بھی زبانِ میثمؓ
ہاتھ تو نے جو مرے دستِ ہنر پر رکھا

جیسے چھونے لگیں جنّت کی ہوائیں مجھ کو
تو نے دامن جو مرے دیدۂ تر پر رکھا

فرشِ جاں گھر میں بچھایا تری خاطر میں نے
اپنی آنکھوں کو تری راہ گذر پر رکھا

(ق)

راکبِ دوشِ نبیؐ بُت شکنی کی خاطر
جب قدم آپ نے اُس بامِ اثر پر رکھا

بولا اللہ کہ لو اپنی صفائی کے لیے
آج کعبے نے بھی قرآن کو سر پر رکھا

آندھیوں میں بھی غمِ کرب و بلا کے ہمراہ
میں نے اشکوں کے چراغوں کو سفر پر رکھا

نارِ دوزخ کو بجھا دے کہ یونہی رہنے دے
رب نے یہ فیصلہ بھی دیدۂ تر پر رکھا

❁❁❁

سُرمۂ طور کی قسم ، طور کو مت دِکھا کہ یوں
جلوؤں کو پوچھتا ہوں میں، رُخ سے نقاب اُٹھا کہ یوں

بوذرؓ فیصلہ کچھ اور ، سلمانؓ نے کہا کہ یوں
میں نے علیؑ کے پاؤں پہ ، سر کو جھکا دیا کہ یوں

جو یہ کہے کہ کس طرح ہوتی ہے مدحتِ علیؑ
قرآں کی ساری آیتیں پڑھ کے اُسے سُنا کہ یوں

عزّتِ مرتضیٰؑ ہے کیا ، کیسی ہو وضعِ بندگی
بعدِ فناء بھی کہہ اُٹھی ، سلمانؓ کی ادا کہ یوں

پوچھا کسی نے اُن کے پاس ، بنتی ہیں کیسے جنّتیں
بھر کے وہیں گلوں کا تھال ، میں نے لُٹا دیا کہ یوں

گر ترے دِل میں ہو خیال کیسے اُٹھونگا حشر میں
پلٹایا جِس نے آفتاب ، خود وہ اُٹھائیگا کہ یوں

شہرۂ منقبت کو جب میں نے کہا تو دیکھئے
تھام کے خوشبوؤں کا ہاتھ ، چلنے لگی صباء کہ یوں

ماں نے کہا کہ کس طرح ، اُلٹوگے فوجِ شام کو
بچوں نے اپنی آستیں ، اُلٹائی اور کہا کہ یوں

جانے یہ کیسے جائے گا ، نصرتِ شاہؑ کے لئے
شہؑ کے قدم سے بے زباں، چل کے دِکھا گیا کہ یوں

پوچھا جو تیرِ ظلم کا دوگے جواب کِس طرح
غنچہ دہن نے شاہؑ سے ، ہنستے ہوئے کہا کہ یوں

دورِ ستم میں کِس طرح ، آئینگے شہؑ کے زائرین
شانے کٹا کے نہر پر ، سقّے نے کہہ دیا کہ یوں

ایسی زمینِ سخت میں ، کیسے نمودِ شعر ہو
تب اے سروشؔ غیب سے ، آنے لگی صدا کہ یوں

✿✿✿

پہلے دیوارِ کعبہ اُٹھالی گئی
راہِ عشقِ علیؑ ، پھر نکالی گئی

حکمِ خالق سے یارو طبیعت مری
عشقِ حیدرؑ کے سانچے میں ڈھالی گئی

آسماں پر ستارے چمکنے لگے
عشقِ حیدرؑ کی مئے جب اُچھالی گئی

یا علیؑ فتحِ خیبر کو آجایئے
اُمّتِ مصطفےٰؐ آزمالی گئی

میرے مولا کا دربار سجنے لگا
اک چٹائی زمیں پر بچھالی گئی

دینِ حق کی طبیعت جو ناساز تھی
دامنِ کربلا کی ہوا لی گئی

عصرِ عاشور کے بعد خُلدِ بریں
سرحدِ کربلا سے مِلا لی گئی

جس طرح دے کے نعمت کوئی چھین لے
یوں شبیہِ پیمبرؐ اُٹھا لی گئی

✿✿✿

علیؑ گر نہ کرتے خدا کی عِبادت
تو کرتی یہ دُنیا عبادت علیؑ کی

دینِ حق پکار اُٹھا مرتضیٰؑ ضروری ہے
ورنہ جنگِ خیبر میں ہارنا ضروری ہے

کوئی اپنے مرکز سے کٹ کے رہ نہیں سکتا
ہر نبیؑ کا حیدرؑ سے رابطہ ضروری ہے

ہو جہاں کہیں یارو بزمِ مدحتِ حیدرؑ
اُن کے دشمنوں پر بھی تبصرہ ضروی ہے

آ رہا ہے کعبے میں آج وارثِ کعبہ
اے بتوں اب اِس گھر کا تخلیہ ضروری ہے

بات عقدِ زہراؑ کی طے کریں نبیؐ کیسے
مالکِ حقیقی سے مشورہ ضروری ہے

جبرئیل کیا ہوگا صرف پر بچھانے سے
ذوالفقارِ حیدرؑ سے التجا ضروری ہے

دشمنانِ حیدرؑ سے مصطفیؐ یہ کہہ دیں گے
رکھ لو اِن نمازوں کو یہ بھی کیا ضروری ہے؟

ہم گناہ گاروں کو دیکھ کر یہ فرمایا
اِن کا باغِ جنت میں داخلہ ضروری ہے

اے سروشؔ محشر تک دین کی حفاظت کو
کربلا ضروری تھی کربلا ضروری ہے

❁❁❁

لے تجھ کو دے رہی ہے دُعا مادرِ حسینؑ
اب اے سروشؔ چاہیے کتنی بلندیاں

جونہی بنتِ اسد کے نقشِ پا کی روشنی چمکی
کہا کعبے نے ہنس کر آج سے قسمت مری چمکی

علیؑ کو لیکے ہاتھوں پر دُعا مانگی تھی کعبے میں
جب ہی تو یا محمدؐ آپ کی پیغمبری چمکی

تصور میں رکھا تھا سر علیؑ کے پائے اقدس پر
یدِ بیضا بھی کیا چمکا جو پیشانی مری چمکی

علیؑ نے جب دوبارہ زندگی دے دی نصیری کو
پھر اُس کے بعد اُس کی اور بھی دیوانگی چمکی

مجھے جب بھی خیال آیا جمالِ تیغِ حیدرؑ کا
قسم ہے طور کی نظروں کے آگے برق سی چمکی

اُتر آئی وہیں قرآں کی آیت عرشِ اعظم سے
جونہی سائل کے ہاتھوں میں تری انگشتری چمکی

سرِ بازارِ ہجرت مرضیِ خالق کا سودا تھا
خریداری میں بھی فیاضیِ نفسِ علیؑ چمکی

دُکانِ عرش میں اعلیٰ سے بھی اعلیٰ جواہر تھے
جو رکھا نفسِ حیدرؑ کو دُکانِ جوہری چمکی

لحد میں جی اُٹھا میں اور وہاں غش کھا گئے موسیٰؑ
یہاں بھی طور پر جو برق چمکی تھی وہی چمکی

مری نظریں جو اُٹھیں دوشِ احمدؐ کی زیارت کو
وہاں بھی نقشِ پائے مرتضیٰؑ کی روشنی چمکی

جو سورج بن کے میداں میں اذاں کی رشنی چمکی
کہا حُر نے سویرا ہو گیا قسمت مری چمکی

ریا کاری فقط پیشہ نہیں اہلِ سقیفہ کا
اِسی سے تو یہاں اکثر دُکانِ مولوی چمکی

سروشؔ اِس بزمِ مدحت میں تری روشن بیانی سے
دماغ و دِل منوّر ہو گئے وہ روشنی چمکی

۞۞۞

چمن گلوں کے لیے رات کہکشاں کے لیے
رسولؐ پاک کا منبر ہے مدح خواں کے لیے

زبانِ آیۂ تطہیر چاہیے یا رب
مجھے قصیدۂ مخدومہ جہاں کے لیے

کہاں میں اور کہاں مدحِ فاطمہؑ زہرا
مجھے بلایا ہے آرائشِ جناں کے لیے

ہے نورِ فاطمہؑ سرمایہ شبِ معراج
یہ سب سے قیمتی تحفہ ہے میہماں کے لیے

ہوائے ظلم کی زد پر ہے کشتیِ اسلام
رِدائے فاطمہؑ لازم ہے بادباں کے لیے

خدایا تجھ کو مبارک ہو آمد حیدرؑ
کوئی چراغ نہیں تھا ترے مکاں کے لیے

علیؑ کے چاہنے والوں کا دم نہ گھُٹ جائے
نہ رکھو اتنی بھی پابندیاں زباں کے لیے

علی ہی نقطۂ "با" ہیں اب آئیں بسم اللہ
صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے

ستارا کرتا ہے سجدہ علیؑ کی چوکھٹ پر
بنائے بغض و حسد ہے یہ دیگراں کے لیے

درِ علیؑ پہ تقرر ہوا جو رضواں کا
اُٹھا اور اُٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

مقام آپ کا دیوارِ گریہ ہے اے شیخ
یہ غارِ ثور مناسب نہیں فغاں کے لیے

پسندِ خاطرِ زہراؑ ہیں داغ ماتم کے
یہی ستارے مناسب تھے آسماں کے لیے

یزیدیوں کی ہدایت کو صبحِ عاشورا
رسولؐ خود ہی کھڑے ہوگئے اذاں کے لیے

تمہیں قسم ہے کہو تم نے اے مسلمانو
نبیؐ کی آلؑ سے بدلے کہاں کہاں کے لیے

سروشؔ ہم نہیں کرتے فرار میداں سے
ہمیشہ اُڑ کے پہنچتے ہیں امتحاں کے لیے

✿✿✿

گر جدِّ نبیؐ حق کے مددگار نہ ہوتے
کعبہ تو کُجا کعبے کے آثار نہ ہوتے

بالفرض اگر حیدرؑ کرار نہ ہوتے
اسلام ہی کیا احمدؐ مختار نہ ہوتے

پیدا جو یہاں حیدرؑ کرار نہ ہوتے
کعبے سے صنم ہٹنے کو تیار نہ ہوتے

اللہ کا گھر آج بھی بے چہرہ ہی رہتا
دیوار حرم کے لب و رخسار نہ ہوتے

آئے تھے بشر بن کے علیؑ دنیا میں ورنہ
اِس نانِ جویں کے بھی روادار نہ ہوتے

بہتر تھا کہ کلمہ ہی نہ پڑھتے یہ مسلماں
حق چھین کے زہراؑ کا گنہگار نہ ہوتے

فاقوں ہی سے مرجاتا یہ اسلامِ محمدؐ
دولت کے خدیجہؑ کی جو انبار نہ ہوتے

کوئی ملک آجاتا سرِ دار یقیناً
مدحت کو اگر میثمِؓ تمار نہ ہوتے

خیبر ہی میں اسلام کا چالیسواں ہوتا
امداد کو گر حیدرؑ کرار نہ ہوتے

گر جھوٹ کی بنیاد سقیفہ میں نہ پڑتی
مجرم کبھی اللہ کی تلوار نہ ہوتے

ہوتی جو سدا پیرویِ آلِ محمدؐ
ہر سمت تباہی کے یہ آثار نہ ہوتے

زہراؑ ہی کا رہ جاتا تصرف جو فدک پر
تاحشر مسلماں کبھی نادار نہ ہوتے

کہتے تھے ملک خیبر و خندق میں نبیؐ سے
کیا ہوتا اگر حیدرؑ کرار نہ ہوتے

ہوتی جو اِن ازواج میں ایماں کی رمق بھی
مرسلؐ کبھی اِن دونوں سے بیزار نہ ہوتے

باتوں میں مزہ آتا نہ اللہ و نبیؐ کے
معراج میں گر حیدرؑ کرار نہ ہوتے

اوّل تو کبھی تیغوں کے سائے میں نہ سوتے
سوتے بھی تو پھر نیند سے بیدار نہ ہوتے

گر فلسفۂ صلحِ حسنؑ جانتی دُنیا
تاحشر کسی جنگ میں ہتھیار نہ ہوتے

گر پیشِ نظر جعفرؑ طیّار نہ ہوتے
عباسؑ کے شانے بھی تو تیّار نہ ہوتے

یہ پرچمِ اسلام بھلا کِس سے سنبھلتا
گر بازوئے عباسِؑ علمدار نہ ہوتے

اللہ کے سجدوں میں ہمیں لطف نہ ملتا
شبّیرؑ جو ہم تیرے نمک خوار نہ ہوتے

ہوتی نہ سروشؔ آج ہر اِک سمت یہ رونق
دُنیا میں اگر شہؑ کے عزادار نہ ہوتے

علیؑ کی بخشش سے آ گئی تم میں جان کتنی
وگرنہ روحُ الامیں تمھاری اُڑان کتنی

اُٹھا ہے جس دن سے چوم کر پائے مرتضیٰؑ کو
دِکھا رہا ہے بُلندیاں آسمان کتنی

ہے بزمِ سیّارگاں میں ہر دَم زمیں کی باتیں
علیؑ کے قدموں سے ہو گئی یہ مہان کتنی

علیؑ کا نام و نشاں مٹانا جو چاہتی تھیں
وہ بستیاں آج ہو گئیں بے نشان کتنی

اذاں میں نامِ علیؑ سرِ عرش گونجتا ہے
یہ کلمہ گو کتنے اور اِنکی اذان کتنی

کسے یہ فرصت کہ اوجِ دار و رسن پہ دیکھیں
ثنائے حیدر میں کٹ چکی ہے زبان کتنی

مقصروں کو ابھی کچھ اِس کی خبر نہیں ہے
نبوّت اُن سے بھی ہو چکی بدگمان کتنی

رِدائے زہراؑ یہ کشتیِ حق سے پوچھتی ہے
ہے تجھ کو طوفاں میں حاجتِ بادبان کتنی

❁❁❁

سچ بتا گھر میں خدا کے یہ خوشی کیسی ہے
آج دیوارِ حرم تیری ہنسی کیسی ہے

رات دِن چلتی ہیں جنت کی ہوائیں اِس میں
کیا بتاؤں کہ مری بارہ دری کیسی ہے

مظہرِ خالقِ کونین سے بیعت کا سوال
نطقِ غاصِق یہ تری بے ادبی کیسی ہے

لوگ یوں چھوڑ گئے اپنے نبیؐ کی میت
یہ بھی پوچھا نہیں اولادِ نبیؐ کیسی ہے

یا خدا ہم نے پیمبرؐ سے سنی ہے توصیف
تو سُنادے ہمیں آوازِ علیؑ کیسی ہے

پنجتنؑ فرش پہ منبر پہ ہے شاعر کی نشست
دیکھئے عظمتِ مداحِ علیؑ کیسی ہے

اِس گھڑی عرشِ بریں پر جو نہیں ہوں میں سروشؔ
پھر یہ آوازِ کفِ پائے علیؑ کیسی ہے

۞۞۞

بس اب فریضۂ حج کو تمام کر کے پلٹ
حسینؑ ابنِ علیؑ کو سلام کر کے پلٹ

جدارِ کعبہ نے ہنس کر یہ فاطمہؑ سے کہا
یہ گھر بھی تیرا ہے کچھ دِن قیام کر کے پلٹ

درِ علیؑ کی جبیں سائی کر لے اے زُہرہ
فلک نشین ستاروں میں نام کر کے پلٹ

فلک سے آن کے چکّر لگا مدینے کے
تو حاسدین کی نیندیں حرام کر کے پلٹ

کہا خدا نے سرِ عرش اے مرے محبوب
یہاں بھی میرے علیؑ سے کلام کر کے پلٹ

تری نماز ابھی نا تمام ہے سورج
پھر ایک بار علیؑ کو سلام کر کے پلٹ

خدا نے لہجۂ بلّغ میں مصطفیؐ سے کہا
بس اب غدیر کا سب انتظام کر کے پلٹ

سقر نے بھی یہ کہا بانیِ سقیفہ سے
نہ میرے پاس یہ کارِ حرام کر کے پلٹ

کہا یہ چاند نے سورج سے صبحِ عاشورہ
میں صبح کر کے چلا ہوں تو شام کر کے پلٹ

آمدِ زہراؑ سے گھر کو رشکِ جنت دیکھ کر
ناز فرماتے تھے حیدرؑ اپنی قسمت دیکھ کر

سورۂ کوثر سلامی میں دِیا اللہ نے
رخصتی کی رسم میں دلہن کی صورت دیکھ کر

سب یہودی مرد و زَن فوراً مُسلماں ہو گئے
شاہزادی آپکے قدموں کی برکت دیکھ کر

سر پہ رکھ لیتی تھی فضہ کفشِ پائے فاطمہؑ
ھَلْ اَتیٰ کی آیتوں میں اپنی شرکت دیکھ کر

یہ علیؑ ہیں یا ہیں احمدؐ یہ نبیؐ ہیں یا امامؑ
فیصلہ ہے اور مشکل فرشِ ہجرت دیکھ کر

فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ کے تیور بن چکے ہیں ذوالفقار
اے یداللہ آپ پر اِلزامِ بیعت دیکھ کر

مولدِ حیدرؑ کے رُخ پر پڑھ تو لیتے ہیں نماز
منہ پھرا لیتے ہیں کعبے کی مسرت دیکھ کر

دولتِ عشقِ علیؑ اور دولتِ اشکِ عزاء
یہ عطا ہوتی ہے نسلوں کی طہارت دیکھ کر

چاندنی راتوں میں کہتے تھے مدینے کے جواں
چاند کیا دیکھیں علی اکبرؑ کی صورت دیکھ کر

روئینگے دشمن عزاء کے اپنی قسمت کو سروشؔ
حشر میں اِن آنسوؤں کی قدر و قیمت دیکھ کر

میں شاعرِ حیدرؑ ہوں مری شان وہی ہے
بولے نہ ہوا کیوں یہ سلیمان وہی ہے

گزری ہیں بہت خاک اُڑاتی ہوئی صدیاں
کعبے کی تبسم کی مگر شان وہی ہے

بے چین تھی جس کے لئے مدّت سے نبوت
اے تیرہ رجب یہ ترا مہمان وہی ہے

خیبر میں جوانی ہو کہ صفین میں پیری
مولا کے مگر بازوؤں میں جان وہی ہے

جو جلوۂ حیدر سے بہک جائے، نصیری
جو تابِ نظر رکھتا ہو سلمانؓ وہی ہے

پُر لطف رہی اپنی نصیری سے ملاقات
بس فرق عقیدہ کا ہے عرفان وہی ہے

دیکھو درِ حسنینؑ پہ رضوان سے مِل لو
مت بھولو کہ جنّت کا بھی دربان وہی ہے

اے بنتِ پیمبرؐ کا مکاں لوٹنے والو
جنت سے جو آیا تھا یہ سامان وہی ہے

نیزے پہ بھی سر جسکا سناتا رہے قرآں
اے اہلِ جہاں بولتا قرآن وہی ہے

زینبؑ کو بھی لڑنا ہے بہتر (۷۲) کی طرح سے
ہتھیار بدل جائیں گے میدان وہی ہے

۞۞۞

ڈھونڈھو نہ ٹھکانے درِ حیدرؑ کے علاوہ
قرآں کہیں رہتا نہیں اِس گھر کے علاوہ

یہ چھاونی تیغوں کی ہے بستر کے علاوہ
یاں سو کے دِکھائے کوئی حیدرؑ کے علاوہ

ہے اِک فلکِ دار بھی منبر کے علاوہ
پہنچا نہ جہاں کوئی سُخنور کے علاوہ

کعبے میں ابابیلوں کے لشکر کے علاوہ
تھا کون سپر جدِّ پیمبرؐ کے علاوہ

اس شرط پہ دی ہے یہ زباں مجھ کو خدا نے
بولوں گا نہ کچھ مدحتِ حیدرؑ کے علاوہ

تھا کچھ بھی دمِ نزع نہ ہاتھوں میں نبیؐ کے
قرآن کے اور دامنِ حیدرؓ کے علاوہ

یارب تیری جنت بھی بہت خوب ہے لیکن
یہ دِل نہیں لگتا درِ حیدرؓ کے علاوہ

خیبر میں جو گاڑا تھا علم شیرِ خدا نے
کچھ سینوں میں دَر آیا وہ پتھر کے علاوہ

کچھ لوگ جو جاگے تھے تمنائے علم میں
بے تیغ کٹے مرحب و عنتر کے علاوہ

دو انگلیوں پہ اپنی اُٹھایا تھا علیؓ نے
اصحاب کا لشکر درِ خیبر کے علاوہ

کعبے کا طواف اور بغیر عشقِ علیؓ کے
کچھ بھی نہیں تقدیر کے چکر کے علاوہ

خادم درِ مولاؑ کے فرشتے بھی ہیں لیکن
منظورِ نظر کون ہے قنبر کے علاوہ

مولا یہ زر و سیم سے ڈھالی ہوئی دنیا
کیا اِسکی ہے قیمت تیری ٹھوکر کے علاوہ

گنتی کوئی اب یاد ہی رہتی نہیں مجھ کو
ان پانچ کے چودہ کے بہتر کے علاوہ

بالفرض خدا کہتا جو فرزند کِسی کو
مطلق کوئی ہوتا نہ وہ حیدرؑ کے علاوہ

نصرانیوں فرزندی ہے گر شرطِ فضیلت
مولودِ حرم کون ہے حیدرؑ کے علاوہ

رومال بھی زہراؑ کا دیا حُرِؑ جری کو
شہؑ نے سندِ جنّت و کوثر کے علاوہ

یارب نہیں قیمت یہ کوئی اشکِ عزاء کی
کچھ اور بھی دے جنّت و کوثر کے علاوہ

آنسو میرے ہوتے جو غمِ شہؑ کے برابر
کچھ ہوتا نہ دنیا میں سمندر کے علاوہ

نصیری کی طرح چاہا جو حیدرؑ کو خدا کہنا
یکا یک دل سے یہ آواز اُبھری واہ کیا کہنا

میں کہتا ہوں ارے اچھی نہیں صحبت نصیری کی
دلِ ہشیار لیکن مانتا کب ہے میرا کہنا

شبِ اسریٰ کی باتیں یاد آجاتی ہیں مرُسلؐ کو
اے دامادِ پیمبرؐ آپ کے لہجے کا کیا کہنا

مقصر میں تیری ساری خطائیں درگذر کردوں
خلوصِ دِل سے مولاؑ کو نصیری کا خدا کہنا

ہے جنت منتظِر تیری تیرا مشتاق ہے کوثر
علیؑ کے چاہنے والے تیری قسمت کا کیا کہنا

درِ حیدرؑ سے ہٹ کر کاہیکو یوں در بدر پھرتے
مسلماں مان لیتے بانئ اسلام کا کہنا

ذرا دیکھیں مسلمانو مدد کو کون آتا ہے
اِدھر میں یاعلیؑ کہتا ہوں اور تم یا خدا کہنا

❂❂❂

داخل ہوئی حرم میں بنتِ اسد خوشی سے
پائی جو سرفرازی آوازِ ارجعی سے

آواز دی سحر نے یہ خانۂ نقیؑ سے
روشن ہوئے دوعالم انوارِ عسکریؑ سے

ہجری تھی دوسو پچپن گزرا تھا نصف شعباں
پائی زمیں نے زینت فرزندِ عسکریؑ سے

دس بُرجِ نور کر کے طئے آفتاب آیا
آنکھیں بچھا رکھی تھیں تاروں نے شام ہی سے

ہٹ میرے سامنے سے اے گردشِ زمانہ
ورنہ ابھی شکایت کردوں گا میں علیؑ سے

اقوالِ مصطفیٰؐ میں باریکیاں ہیں اتنی
کرتا ہوں استفادہ قرآں کی روشنی سے

کِس کے سبب ہے باقی یہ گُلستانِ امکاں
آتی ہے کِس کی خوشبو پیہم صدی صدی سے

وہ نور جو ہوا تھا قرآں کے ساتھ نازل
معصوم سلسلہ ہے اِس نور کا اُسی سے

دل نے کہا اِسی میں ہوگا ظہورِ قائمؑ
وابستہ ہے ہماری اُمّید اِس صدی سے

پھر بیتِ کبریا سے مِلنے کو ہے بشارت
کہنی نہیں ہے لیکن یہ بات ہر کِسی سے

۞۞۞

چمکا گئی اُسے جو درِ فاطمہؑ کی گرد
تارا چلا جھٹک کے سب ارض و سما کی گرد

یوں عرش پر گئے وہ پیمبرؐ سے پیشتر
رَف رَف کو بھی ملی نہ رہِ مرتضیٰؑ کی گرد

پہنچی وہ آسمان پہ تو کہکشاں بنی
جھاڑی جو بوترابؑ نے اپنی قباء کی گرد

وہ بادشاہ ہیں یہ غلامانِ مرتضیٰؑ
ہے تخت و تاج اِن کے لئے کفشِ پا کی گرد

کرتے نہیں ہیں آج بھی جو ٹھیک سے وضو
چہروں پہ اُنکے رہتی ہے مکر و ریاء کی گرد

ملتی نہیں فضائلِ حیدرؑ کی گرد بھی
جب تک مَلیں نہ رُخ پہ درِ فاطمہؑ کی گرد

منہ کو کفن سے ڈھانپ کے جائیں نہ کس لئے
راہِ عدم میں ہوتی ہے ہر دم بلا کی گرد

ہاتھوں سے اپنے صاف کیا بوترابؑ نے
تربت میں میرے رُخ پہ جو دیکھی فنا کی گرد

محشر میں خود رسولؐ بڑھے پیشوائی کو
دیکھی جو میرے سر پہ رہِ کربلا کی گرد

لگتا ہے عرش پر تیرا دربار یا علیؑ
یہ تخت و تاج تو ہیں تیرے کفشِ پا کی گرد

دونوں میں معرکہ تو رہا رات بھر مگر
آنکھوں میں ہے چراغ کے اب تک ہَوا کی گرد

ooo

غازہ بنی ہوئی ہے رُخِ انقلاب کا
بیمارِؑ کربلا تیری زنجیرِ پا کی گرد

ہوں منزلیں نہ کیوں میرے قدموں میں یا علیؑ
ہے خضرِ راہ مجھ کو تیرے کفشِ پا کی گرد

افشاں سمجھ کے مانگ میں حوروں نے ڈال لی
باغِ جناں میں پہنچی جو فرشِ عزاء کی گرد

ہر دم رہے صفائیٔ ذہن و دل و نظر
اِن آئینوں پہ جمنے نہ پائے اَنا کی گرد

مریم کے لختِ دِل کو مسیحا بنا گئی
بیمارِؑ کربلا تیرے دارالشفاء کی گرد

کیوں تابناک ہو نہ مقدر تیرا سروشؔ
ماتھے پہ ضو فشاں ہے درِ فاطمہؑ کی گرد

بنتِ نبیؑ کی نسلِ مُطہّر کوثر ہے
آج بھی جو دشمن ہے علیؑ کا اَبتر اَبتر ہے

یوں سمٹے حیدرؑ کے فضائل جگ میں پھیل گئے
نقطۂ تحتِ با کا خزانہ دفتر دفتر ہے

اَژدَر تھا طِفلی کا کھلونا خیبر شغلِ شباب
بچپن ہو یا عہدِ جوانی حیدرؑ حیدرؑ ہے

دستِ یداللہی کی ضربت سہل نہیں جبریل
بنا ہوا ہے نور سے پھر بھی شہپر شہپر ہے

روز علیؑ کی شب بیداری نیند سے کہتی تھی
تلواروں کی چھاؤں میں ہو تو بستر بستر ہے

مرضیٔ مولاؑ میں یوں کوئی ڈھل کر تو دِکھلائے
خدمت میں ہوں لاکھ فرشتے قنبر قنبر ہے

سما گئے سارے منظر جس کے پس منظر میں
حق کی قسم خم کے میداں کا منظر منظر ہے

دنیا دور رگرے جاکر مُردے زندہ ہو جائیں
دارِ عمل میں صرف علیؑ کی ٹھوکر ٹھوکر ہے

وقت کی ٹھوکر تاج اور تخت سے کھیلتی رہتی ہے
وہ تو علیؑ کا ذکر ہے جس سے منبر منبر ہے

کتنی عزت دیکے نبیؐ نے گھر میں بٹھایا تھا
نکل پڑی میدان میں آخر کمتر کمتر ہے

زوجۂ مرسلؐ تو کیا جانے رِشتوں کی تہذیب
فاتحِ جنگِ جمل ہو کر بھی دیور دیور ہے

رہ رہ کر کانوں میں آتی ہے آوازِ سروش
اہلِ چمن اب دورِ خزاں کا آخر آخر ہے

منظر بھی کچھ نہیں پسِ منظر بھی کچھ نہیں
حیدرؑ نہ ہوں تو کعبے کے اندر بھی کچھ نہیں

اُنکی زبان اُنکی ثناء اُنکی ہی عطاء
منبر بھی کچھ نہیں ہے ثناگر بھی کچھ نہیں

دیکھی ہیں ہم نے بوذرؓ و سلماںؓ کی حیرتیں
دریائے معرفت کے شناور بھی کچھ نہیں

عمرانؑ تم کو صرف بھتیجے کی فکر ہے
یعنی عقیلؑ و جعفرؑ و حیدرؑ بھی کچھ نہیں!

نادِ علیؑ نبیؐ نے پڑھی تو پتہ چلا
مرحب ہے وہم اور درِ خیبر بھی کچھ نہیں

ہر سمت بس علیؑ ہیں سرِ لیلۃُ الحریر
اِس معرکہ میں مالکِ اشتر بھی کچھ نہیں!

اے ذوالفقار اے مری قتالۂ جہاں
اچھا تو جبرئیل کے شہپر بھی کچھ نہیں!

جو چیز قیمتی ہے وہ سونا علیؑ کا ہے
ہجرت کی شب رسولؐ کا بستر بھی کچھ نہیں

کیا سخت ہے وِلایت مولاؑ کا معرکہ
یہ سر نہ ہو تو کارِ رسالت بھی کچھ نہیں

مولائے دوجہاں کی سخاوت ہے جوش پر
کیا یہ قطار اونٹوں کی قنبر بھی کچھ نہیں

حق کے رسولؐ نے کہا القصہ مختصر
حیدرؑ نہ ہوں تو عرشِ بریں پر بھی کچھ نہیں

وہ کیا کرے گی نفسِ پیمبرؐ کا احترام
جس کی نظر میں ذاتِ پیمبر بھی کچھ نہیں

نکلے خدا کے گھر سے یہ کہتے ہوئے حسینؑ
تو سرپرست ہے تو میرا سر بھی کچھ نہیں

یا رب ذبیح ہوں تیرے فخرِ خلیل کا
مجھکو شگافِ سینۂ اکبرؑ بھی کچھ نہیں

اب تو تبسمِ علی اصغرؑ کے ذکر میں
شیرِ خدا کی تیغِ دو پیکر بھی کچھ نہیں

زہراؑ کریں گی کرب و بلا تیرا فیصلہ
اب اختیارِ داورِ محشر بھی کچھ نہیں

چلتی ہے جو زباں غمِ شبّیرؑ کے خلاف
آج اُس کے آگے شمر کا خنجر بھی کچھ نہیں

اشکِ غمِ حسینؑ کی کس سے مثال دوں
دریا بھی کچھ نہیں ہے سمندر بھی کچھ نہیں

ہے دعویٔ سروشؔ نصیری کے سامنے
اقبالؔ تیرا مردِ قلندر بھی کچھ نہیں

✿✿✿

کوئے حیدرؑ اور ہے گلزارِ رضواں اور ہے
ہوگی جنت خوب لیکن کوئے جاناں اور ہے

فکرِ بوذرؓ اور ہے عرفانِ سلماںؓ اور ہے
حدِّ امکانِ علیؑ یاں اور ہے واں اور ہے

یوسفِؑ کنعاں سے بولی ہنس کے دیوارِ حرم
تیرا دامن اور ہے میرا گریباں اور ہے

سن کے پہچانی ہوئی آواز یہ بولے رسولؐ
عرش پر کیا آج کوئی خاص مہماں اور ہے!

اے مسلمانوں بُرا تم مت کہو ابلیس کو
جس نے تم لوگوں کو بہکایا وہ شیطاں اور ہے

تیرے ہاتھوں میں جو ہے ناداں یہ اُسکا عکس ہے
چلتا پھرتا بولتا جو ہے وہ قرآں اور ہے

کرکے شک اِسلام سے خارِج نہ ہو جانا کہیں
اے مسلمانو ابوطالبؑ کا ایماں اور ہے

کیسے بھاگو گے کجاوے تو نبیؐ کے پاس ہیں
اے عُہد کے بھاگنے والوں یہ میداں اور ہے

روزِ خیبر جب نبیؐ نادِ علیؑ پڑھنے لگے
تب ہوا معلوم سب کو مردِ میداں اور ہے

کفشِ پائے مرتضیٰؑ کو دیکھ کر بولی ہوا
یا اِلٰہی کیا کوئی تختِ سلیماںؑ اور ہے

ساقیِ عادِل نے مئے تقسیم کی پر کیا کریں
اور ہے ظرفِ نصیری ظرفِ سلماں اور ہے

اتنے تارے ہی کہاں دامن میں تیرے اے فلک
نیمۂ شعبان کا جشنِ چراغاں اور ہے

بخش کر سب کی خطائیں حشر میں بولے علیؑ
دوستوں میں کیا کسی کی فردِ عصیاں اور ہے!

انبیاء و اوصیاء کی محنتیں اپنی جگہ
دینِ حق پر کربلا والوں کا اِحساں اور ہے

بارشیں کتنا ہی اپنا زور دِکھلائیں سروشؔ
ہم عزاداروں کی لیکن چشمِ گریاں اور ہے

کہتا رہونگا سر پہ میں قرآں لئے ہوئے
قرآں ہے اہلبیتؑ کا اِحساں لئے ہوئے

خیبر کا در ہیں یوں شہ مرداںؑ لئے ہوئے
چیونٹی کو جس طرح تھے سلیماںؑ لئے ہوئے

حق دار ہیں علیؑ کی محبت کے صرف ہم
نسلوں سے ہیں طہارتِ ایماں لئے ہوئے

رب کیوں نہ ہو نبیؐ کی حفاظت سے مطمئن
ذمہ ہے اِن کا حضرتِ عمرانؑ لئے ہوئے

بزمِ مباہلہ میں نبیؐ و وصیؑ کے ساتھ
زہراؑ ہے اپنے لؤلؤ و مرجاں لئے ہوئے

اہلِ کتاب ہوتے نہ خاموش کِس طرح
حق کا نبیؐ تھا بولتے قرآں لئے ہوئے

دشمن علیؑ کے بھاگیں گے کیسے کہ خود رسولؐ
نظروں پہ ہیں غدیر کا میداں لئے ہوئے

جلوہ وہ دیکھنا ہو تو اِس بار اے کلیم
تم جاؤ چشم بوذرؓ و سلمانؓ لئے ہوئے

اے موجِ بحر رہیو عریضوں سے ہوشیار
کاغذ کی کشتیاں ہیں دل و جاں لئے ہوئے

مقتل میں جانثاروں کے ہیں درمیاں حسینؑ
کعبے کو بیچ میں ہیں نگہباں لئے ہوئے

کرتے جاتے ہیں جو ہم انکارِ بیعت بار بار
بڑھتی جاتی ہے ہمارے سَر کی قیمت بار بار

بچتا رہتا تھا جو گُستاخِ رِسالت بار بار
آڑے آجاتی تھی آقا کی مروّت بار بار

آل سے فرما کے اِظہارِ مودّت بار بار
خود ادا کرتا ہے رب اجرِ رِسالت بار بار

تھے اگر سب احمدِؐ مُرسَل کے سچے جانشیں
کیوں درِ حیدرؑ پہ آتی تھی قیادت بار بار

ہر فضیلت ڈھونڈتی آتی تھی خود حیدرؑ کا در
غیر تو خود ہی اُٹھاتے تھے نِدامت بار بار

کیا غضب ہے اب وہ بیٹھے ہیں پیمبرؐ کی جگہ
بزم سے جنکو اُٹھا دیتے تھے حضرت بار بار

سو کے تیغوں میں بچائے کیوں نہ اپنے بھائی کو
کی ہے سارے انبیاءؑ کی جس نے نُصرت بار بار

خود دِلاسے دے رہے تھے رحمۃ اللعالمینؐ
پھر بھی اُنکو غار میں ہوتی تھی وحشت بار بار

ہے جو پہلوئے محمدؐ میں نشستِ وجہہ رب
سورتیں کرتیں ہیں صورت کی تِلاوت بار بار

پنجتنؑ سے ہے نمازِ پنجگانہ کا قیام
شکریہ کیونکر اَدا کرتی نہ قدرت بار بار

چہرۂ حیدرؑ کے آئینے میں ختم المرسلینؐ
دیکھتے رہتے ہیں اپنی زیب و زینت بار بار

کہتے تھے انصارِ سرورؑ شہد سے شیریں ہے موت
نصرتِ شہؑ میں کریں پھر کیوں نہ سبقت بار بار

زندگی دیتا رہے ہمکو جو فرزندِ رسولؐ
ہم یونہی پیتے رہیں جامِ شہادت بار بار

سید سجادؑ اپنے پاؤں کی زنجیر سے
خود مٹادیتے تھے آثارِ قیامت بار بار

گوشۂ مرقد ہے میں ہوں ماتمِ شبیرؑ ہے
زیست میں ملتی کہاں تھی ایسی فُرصت بار بار

برق ہے یا شرار کیا شے ہے
یا علیؑ ذوالفقار کیا شے ہے

عشقِ حیدرؑ سے ہٹ کے دنیا میں
قابلِ اعتبار کیا شے ہے

پہلے پی کر تو دیکھ جامِ وِلا
پوچھ مت بار بار کیا شے ہے

دیکھ لیجے علیؑ کو منبر پر
عرشِ پروردگار کیا شے ہے

منتظِر ہیں رسولؐ خیبر میں
دیکھئے انتظار کیا شے ہے

ذاتِ حیدرؓ سے ہٹ کے دنیا میں
مصطفیٰ ؐ کا حصار کیا شے ہے

موسمِ مدحِ مرتضیٰؑ ہے سروشؔ
اور فصلِ بہار کیا شے ہے

خدا نے کیوں بنایا تھا مکاں یہ لامکاں ہو کر
یہ خود بتلا گئی دیوار اِک دن شادماں ہو کر

علیؑ کی سادگی دیکھو کفیلِ دو جہاں ہو کر
ہمارے ساتھ بیٹھے ہیں زمیں پر آسماں ہو کر

امامت اور نبوّت کے محافظ کیوں نہ ہوں عمرانؑ
حرم کی شمعیں گُل کر دیں؟ حرم کے پاسباں ہو کر!

کہا یہ آسماں نے میں جو تارے کی جگہ ہوتا
پڑا رہتا علیؑ کے در پہ سنگِ آستاں ہو کر

نجف میں صبح تو کرب و بلا میں شام کرتے ہیں
وجود اپنے نہ ہونے کے برابر ہے یہاں ہو کر

مدینہ کہہ اُٹھا روحُ الامیں کا ہم زَباں ہو کر
پیمبرؐ بنتے جاتے ہیں علی اکبرؑ جواں ہو کر

امامِ وقت خود بھی منتظر تھا اِس نمازی کا
حُر آپہنچا ذرا سی دیر گذری جب اذاں ہو کر

سرِ مقتل پلٹ آیا شباب ابنِ مظاہرؓ کا
جبھی تو فوجِ اعداء پر کڑکتے ہیں کماں ہو کر

کنارے رکھ دیا عابدؑ نے خود زورِ امامت کو
درِ خیبر سے بھاری بوجھ اُٹھایا ناتواں ہو کر

اگر اسلام کی نصرت نہ کرتے کربلا والے
تو رہ جاتا یہ مذہب آج بے نام و نشاں ہو کر

سدا مہمیز کرتے ہیں میرے شوقِ زیارت کو
فراقِ کربلا میں آنکھ سے آنسو رواں ہو کر

یہ حالِ زوجۂ مرسلؐ ہو تو اوروں کو کیا کہیے
کرے اُمت کا قتلِ عام جو اُمت کی ماں ہو کر

۞۞۞

جب ساری ساری رات ثنائے علیؑ چلے
محفل چلے درود چلے زندگی چلے

مرحب کو قتل کرنے جو مولا علیؑ چلے
آثارِ فتح دیکھ کے پھر تو سبھی چلے

کیوں نہ رسولؐ ہاری ہوئی جنگ جیت لیں
خیبر میں جب وظیفۂ نادِ علیؑ چلے

دو غازیوں نے بدر کا میداں اُلٹ دیا
حمزہ بڑھے اُدھر سے اِدھر سے علیؑ چلے

تارے نے بھی کیا درِ حیدرؑ کا انتخاب
پھر کیوں نہ حاسدوں کے دِلوں پر چھری چلے

چھوڑی مہارِ ناقہ یہ قنبر نے سوچ کر
میں بھی نہ رُک سکوں گا جو دستِ سخی چلے

ہجرت میں بس یونہی تھے وہ حق کے نبیؐ کے ساتھ
جیسے سفر میں ساتھ کوئی اجنبی چلے

بعدِ نماز کعبے سے رُخ اپنا پھیر کر
پھر آپ کس خیال میں اے شیخ جی چلے

جنت کی فکر ہے تو رہو حق کے ساتھ ساتھ
چلتا ہے حق اُدھر کو جدھر کو علیؑ چلے

میں نے تو اے نصیری گریباں کو سی لیا
مشکل ہے اور آگے یہ دیوانگی چلے

حق کی طرف سے وعدۂ جنت کے باوجود
اصحاب کس لڑائی میں راضی خوشی چلے

دِکھلائی لاکھ جعفرِ صادق نے حق کی راہ
راہِ قیاس ہی پہ مگر شافعی چلے

محشر کی سخت دھوپ مبارک ہو آپ کو
اے شیخ ہم تو جانبِ بارہ دَری چلے

آوازِ استغاثۂ سرورؑ سُنی ہے کیا
پہنے ہوئے کفن یہ کہاں ماتمی چلے

کیوں نبضِ کربلا نہ ٹھہر جائے اے سروشؔ
ہونٹوں سے جب کلی کے نکل کر ہنسی چلے

جو بھی دیوانہ تھا حیدرؑ کا عجب دیوانہ تھا
دار کیا تھا شمع تھی، میثمؒ جو تھا پروانہ تھا

عبد و خالق کی محبت تھی کوئی سودا نہ تھا
مرضیِ رب تحفہ تھی، نفسِ علیؑ نذرانہ تھا

خُم کا میداں دوستو کتنا حَسیں میخانہ تھا
مئے جہاں بلّغ کی تھی، مَن کُنتُ کا پیمانہ تھا

عشقِ حیدرؑ خلد میں قیمت چکاؤں گا تری
یہ جو میں نے جان دیدی ہے فقط بیعانہ تھا

یہ نیا در تھا حرم میں صرف حیدرؑ کے لیے
غیر کیا ہیں خود پیمبرؐ کے لیے رستہ نہ تھا

تھے پیمبرؑ اِسقدر مانوس اِس آواز سے
محفلِ معراج میں آواز کا پردہ نہ تھا

صاف ظاہر ہو رہا ہے قصۂ معراج سے
عرش پر مولاؑ ترا پہلے سے آنا جانا تھا

میکدے میں سنتے ہیں اُسکو نصیری پی گیا
یعنی ممنوعہ شجر سا، یاں بھی اِک پیمانہ تھا

موت اِک دِن یہ حقیقت بھی بتا دیگی سروشؔ
عشقِ حیدرؑ کے سوا جو کچھ بھی تھا افسانہ تھا

شہرِ نجف کی آب و ہوا میں الفت ہی کچھ ایسی تھی
حشر تلک سوتے ہی رہے ہم راحت ہی کچھ ایسی تھی

رضواں کو حسنینؑ کے در پر راحت ہی کچھ ایسی تھی
یاد نہ آئی وہ جنت، یہ جنت ہی کچھ ایسی تھی

کیوں دیوار نہ در بن جاتی بُت کیوں نہ سجدہ کرتے
کعبے میں آنے والے کی عظمت ہی کچھ ایسی تھی

اپنا مکاں خالق نے دیا بیٹی دیدی پیغمبرؐ نے
آخر یہ تو ہونا ہی تھا چاہت ہی کچھ ایسی تھی

دونوں جہاں تو دے ہی چکا تھا مرضی بھی دیدی رب نے
نفسِ علیؑ پھر نفسِ علیؑ ہے قیمت ہی کچھ ایسی تھی

عمر میں بس اِکبار ہی سوئے وہ بھی فرشِ ہجرت پر
تیغوں کے سائے میں علیؑ کو راحت ہی کچھ ایسی تھی

پہنائی پوشاکِ وِلایت تاجِ امامت سر پہ رکھا
خالق کو دامادِ نبیؐ سے اُلفت ہی کچھ ایسی تھی

تھی وہ دھوپ قیامت والی جس میں ہوا اعلانِ غدیر
ٹھنڈی چھاؤں میں کیسے مِلتی نعمت ہی کچھ ایسی تھی

ذکرِ نبیؐ و آلِؑ نبیؐ نے عقدہ کُشائی کی ورنہ
کیا جاتی موسیٰؑ کی زباں سے لُکنت ہی کچھ ایسی تھی

کاٹی گئی خنجر سے لیکن رُک نہ سکی میثم کی زباں
رُکتی بھی کیسے ذکرِ علیؑ میں لذّت ہی کچھ ایسی تھی

لے گیا آ کر بعد میں جو انصارِ حُسینی پر سبقت
حُر کو جنّت میں جانے کی عُجلت ہی کچھ ایسی تھی

یاد جو تھے صفین کے حملے نہر کو چھوڑ کے بھاگ گئیں
فوجوں پر عباسؑ جری کی ہیبت ہی کچھ ایسی تھی

وہ دامادِ پیمبرؐ جسکا چہرا خدا کا چہرا تھا
جسکی دید عبادت تھی وہ صورت ہی کچھ ایسی تھی

دنیا میں ہر لمحہ ہمارا ذکرِ علیؑ میں گذرا تھا
قبر میں بھی بس ذکرِ علیؑ تھا عادت ہی کچھ ایسی تھی

۞۞۞

کعبے کو صدا معماروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے
زہراؑ و علیؑ کے پیاروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

یہ عشقِ علیؑ ہے عشقِ علیؑ ہر ایک کے بس کی چیز نہیں
اِس مئے کو الگ میخواروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

خورشیدِ رسالتؐ دنیا میں سو (۱۰۰) بار پلٹ آئے تب بھی
زہراؑ کے چاند ستاروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

جو شہرِ علمِ نبوتؐ ہے اُسکی بھی حِفاظت کی خاطر
اک دَر کی کچھ دِیواروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

حسنینؑ کو اپنے کاندھے پر پھر کیوں نہ بٹھائیں پیغمبرؐ
مسجد کے لئے میناروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

تھا نفسِ علیؑ کچھ اتنا گراں میزانِ عرش میں تولا گیا
یوسفؑ کے لئے بازاروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

حمزہؑ ہوں علیؑ ہوں جعفرؑ ہوں عباسِؑ جری ہوں مسلم ہوں
میداں کو انہی جراروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

اعلانِ نبوّت سے لیکر تدفینِ نبیؐ کی منزل تک
ہر وقت قرابتداروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

بنتا ہے مزاجِ صلحِ حسنؑ ڈھلتا ہے تبسم اصغرؑ کا
اللہ کو جب تلواروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

زہراؑ اور زینبؑ کے خطبے وہ شمشیریں ہیں جن کے لئے
میداں کی نہیں درباروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

گر پیشِ نظر ہے کرب و بلا اصغرؑ کو بھی لے چلئے مولاؑ
ہر جنگ میں کچھ ہتھیاروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

غَیبت کے زمانے میں جب بھی اِسلام پہ حملے ہوتے ہیں
شبّیرؑ کے ماتم داروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

کہتا ہے سروشؔ امیروں سے اللہ کی خوشنودی کے لئے
زَر داروں کو ناداروں کی سرکار ضرورت پڑتی ہے

❀❀❀

دنیا سے جارہے ہیں مریض اِنتظار کے
صاحبؑ کو یاد کر کے خدا کو پُکار کے

قربان جاؤں یا علیؑ اس اختیار کے
سب کام آپ نے کیئے پروردگار کے

جو مانگنا ہو مانگ علیؑ کو پُکار کے
مالِک یہی ہیں مرضیِ پرورِدگار کے

آتا مقابلے پہ نہ دُلدُل سوار کے
مرحب کو لائی اُسکی قضاء گھیر گھار کے

کیا جانے کیوں ہنسی تھی علیؑ کو پکار کے
لو کھُل گئے نصیب حرم کی جِدار کے

مشکل کشاء ہی آئے ہیں مشکل کشائی کو
دیکھا ہے جب بھی ہم نے خدا کو پُکار کے

دونوں جہاں میں مچ گئی ضربِ علیؑ کی دُھوم
کام آئے جبرئیل کے پر اِشتہار کے

دیکھوں تو آج کیسے پلٹتا نہیں شباب
لا عرش سے غدیر کا ساغر اُتار کے

گر مانگتے تو بھیک میں دیدیتے بوترابؑ
بھوکے تھے یہ کمینے اگر اقتدار کے

رب کی رِضا رسولؐ کی شفقت جناں میں گھر
کیا بے حساب فائدے ہیں بے شمار کے

اصحابِ مصطفیٰؐ جو گئے تھے علیؑ سے قبل
خیبر کے در پہ آگئے سر مار مار کے

کیوں ڈگمگائیں گے یہ قدم حق کی راہ میں
ہے میرا ہاتھ ہاتھ میں اِک ذِمّہ دار کے

غازی کو جنگ کرنی تھی تلوار کے بغیر
نظروں سے اپنی کام لئے ذوالفقار کے

قاسم کے پاس ارزقِ شامی خود آئیگا
یہ شیر بھاگتے نہیں پیچھے شکار کے

ظاہر کیا علیؑ نے ارادہ جو نیند کا
ہجرت کی شب خود آگئی زلفیں سنوار کے

پلکوں پہ آنسوؤں کو جلائے رکھو سروشؔ
بجھنے نہ دو چراغ شبِ اِنتظار کے

ہوں نمک خوارِ قدیمی اُس شہؑ ذیشان کا
حَل اَتیٰ ہے لُقمہٗ تر جس کے دسترخوان کا

کیا بیاں ہو اے ابوطالبؑ تیرے احسان کا
تیرے گھر والوں نے دامن بھر دیا قرآن کا

چھڑ گیا نغمہ کہیں جب سورۂ رحمٰن کا
ذکر آ نِکلا ابوطالبؑ تیرے اِحسان کا

ہو گا اِک دِن یہ ترانہ ہند و پاکستان کا
دین میں عشقِ علیؑ ہے راستہ ایمان کا

خُمس ہے مجھ بے نوا کا آلِ احمدؐ پر دُرود
کاروبارِ زیست میں اب ڈر نہیں نقصان کا

مجھ کو چھونا ہو تو پہلے ٹھیک سے کر لو وضو
میرے ہاتھوں میں ہے دامن آل اور قرآن کا

بیچ میں دیوار حائل ہے علیؑ کے عشق کی
حال بوذرؓ پر نہیں کھلتا دلِ سلمانؓ کا

اِذنِ پیغمبرؐ نہ تھا اُٹھتا اگر دستِ علیؑ
بے ادب مطلب سمجھ لیتا وہیں ہذیان کا

قتلِ مرسلؐ کے اِرادے سے وہ آیا تھا مگر
پڑھ کے کلمہ دستِ بازو بن گیا شیطان کا

تیغِ حیدرؑ نے اُٹھائی کب کسی نامرد پر
جو بھی آیا سامنے وہ مرد تھا میدان کا

یا خدا فرما کے آوازِ علیؑ میں گفتگو
تو نے جی خوش کر دیا آئے ہوئے مہمان کا

آیۂ بلّغ سے اکملتُ لکُم کے درمیاں
بیٹھ جاتا ہے گلا کیوں حافظِ قران کا

انکو پہلو میں نبیؐ کے دفن کس نے کر دیا
پوچھتا ہے آج بھی ہر چودھری شمشان کا

صاحبِ تطہیر سے ہاری تھی لڑ کر اس لئے
رَہ گیا پردہ جمل میں چھوٹی امّاں جان کا

لافتیٰ اِلَّا علیؑ لا سیف اِلّا ذوالفقار
ہو نہ ہو آیت مگر لہجہ تو ہے قرآن کا

کھا کے آیا ہے درِ حسنینؑ کی جب سے ہوا
اب درِ جنّت پہ دِل لگتا نہیں رِضوان کا

کی سرِ نیزہ تلاوت جب سرِ شبّیرؑ نے
دو جہاں میں اور بھی قد بڑھ گیا قرآن کا

اپنا دِل رکھ دونگا روضے میں علیؑ کے اے سروشؔ
میں نے مصرف پالیا جنت کے اِس گلدان کا

❁❁❁

علیؑ کی آئی ہے نِسبت جو فاطمہؑ کے لئے
یہ اِہتمام ہے توحید کی بقاء کے لئے

نئے سِرے سے ہے آرائشِ بہشتِ بریں
یہ کتخدائیِ زہراؑ و مُرتضیٰؑ کے لئے

خدا کی عظمت و رِفعت کے تانے بانے ہیں
اے شاہزادیٔ جنت تری رِدا کے لئے

چلیں گی گھر سے جو زہراؑ تو آسمان ہی کیا
جُھکے گا عرش بھی تعظیمِ نقشِ پا کے لئے

اب آسمانوں کی تقدیر بن کے چمکے گا
یہ اِک ستارہ جو اترا ہے سیدہؑ کے لئے

علیؑ و فاطمہؑ حسنینؑ و عارفہ فضہ
یہ روزہ داروں نے کیا خوانِ ھَل اَتی کے لئے

یہ کائنات کی گردِش بتا رہی ہے ہمیں
کہ دستِ فاطمہؑ لازِم ہے آسیاء کے لئے

قصیدہ رہ گیا اور آیتیں تمام ہوئیں
اک اور چاہیئے قرآں تری ثناء کے لئے

درِ بتولؑ پہ اِک سجدہ کر لیا میں نے
تڑپ رہی تھی مری فکر اِرتقاء کے لئے

شہید ہو گیا فرزندِ باوفا تیرا
سکینہؑ بی بی کی ننھی سی اِلتجاء کے لئے

ہزار حیف کہ غازی کے کٹ گئے شانے
یہ ہاتھ رَہ گئے ماتم کے اور دُعا کے لئے

خدا کے گھر میں وِلادت جونہی علیؑ کی ہوئی
زمیں پہ گر پڑے بُت سجدۂ خدا کے لئے

جما جما کے قدم رکھ رہے ہیں کعبے میں
ابھی سے مشق ہے یہ دوشِ مصطفےٰؐ کے لئے

نہ دیکھتا جو زمانہ علیؑ کو سجدے میں
دوئی کا مسئلہ در پیش تھا خدا کے لئے

کہا نبیؐ نے وہ منصب ہیں کربلا و غدیر
کہ اِن کے عہد مجھے عرش پر بُلا کے لئے

لرز کے رہ گئی چمکی جو تیغِ نادِ علیؑ
قریب آتی تو پھر موت تھی قضاء کے لئے

خیال اپنے پرائے کا کچھ نہیں تم کو
نصیریو کبھی چُپ بھی رہو خدا کے لئے

یہ زخمِ ماتمِ سروؔر نہیں ہیں سینوں پر
دریچے کھولے ہیں فِردوس کی ہوا کے لئے

خوشی جو ہے وہ ہے تائیدِ فاطمہؑ کی سروشؔ
جناں میں باغ تو اِک منقبت سُنا کے لئے

انہیں کے صدقے میں شیعوں کو بھی ملیں گی سروشؔ
ہیں ساری جنتیں دراصل فاطمہؑ کے لئے

نور کی انجمن فاطمہؑ
مرکزِ پنجتن فاطمہؑ

عرش سے بنکے آئی ہے تو
مرتضیٰؑ کی دُلہن فاطمہؑ

ہے مشیّت تیرے ساتھ یوں
جیسے چھوٹی بہن فاطمہؑ

کہکشاں سے زیادہ حَسیں
تیرے گھر کا چمن فاطمہؑ

تیری ممتا کے ہیں دو نَین
اِک حُسینؑ اِک حسنؑ فاطمہؑ

خُلد کا عرش پر ہے دماغ
چھو کے تیرے چرن فاطمہؑ

کب کِسی ماں نے پیدا کیئے
پھر حسینؑ و حسنؑ فاطمہؑ

خشک نانِ جویں کی قسم
صبرِ خیبر شِکن فاطمہؑ

نارِ دوزخ سے ہے تیز تر
ہو جو تجھ سے جلن فاطمہؑ

بَن گیا تیرا باغِ فدک
غاصبوں کا کفن فاطمہؑ

بولی زینبؑ سے روحِ علیؑ
سر اُٹھا اور بَن فاطمہؑ

آج تک بھی ہے مصروفِ غم
ہائے تیری تھکن فاطمہؑ

ہے یہ قولِ نبیؐ اے سروشؔ
میرا تن میرا مَن فاطمہؑ

تو محمدؐ کی پارۂ دِل ہے
تیرا قاتل نبیؐ کا قاتل ہے

تیرے در پر ملائکہ کا ہجوم
تیرا گھر آیتوں کی منزل ہے

آ گئے ہونگے عرش سے جبریل
ملکۂ دو جہاں کی محفل ہے

وَحْدَہٗ ثُمَّ لَا شَرِیْکَ لَہٗ
آج خود بھی شریکِ محفل ہے

جسکے در پر ستارہ اُترا تھا
اُس کے تاروں کی آج جھلمِل ہے

خُلد کو تیری روٹیوں کی طلب
ہر مَلک تیرے در کا سائل ہے

تیرا ناقہ ہے کبریا کا جلال
تو ہی بانوئے عرش محمل ہے

نہیں فضہ شریکِ کارِ بتولؑ
عارضِ ھَل اَتیٰ پہ اِک تِل ہے

گرچہ معصوم تو نہیں عباسؑ
پر اُنہی عظمتوں کا حامل ہے

ہاں تیری مامتا کی چادر میں
جانِ اُمُّ البنین بھی داخل ہے

ملکۂ خُلد کو ہے جھٹلاتا
حاکمِ وقت کِتنا جاہل ہے

اُف یہ نیرنگیاں زمانے کی
خود ہی مُنصِف ہے خود ہی قاتل ہے

دِل میں مولاؑ نہیں تو کچھ بھی نہیں
دِل جو کعبہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

کُن کا سہرا نہیں تو کچھ بھی نہیں
کفوِ زہراؑ نہیں تو کچھ بھی نہیں

سارا قرآن حفظ بھی کر لیں
نقطۂ با نہیں تو کچھ بھی نہیں

کیا ستارے کہاں کے شمس و قمر
نورِ زہراؑ نہیں تو کچھ بھی نہیں

سیم و زر بس یہی ہے زہراؑ کا
گھر میں فضہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

تارا کہتا تھا آسمانوں میں
درِ علیؑ کا نہیں تو کچھ بھی نہیں

جانِ معراجِ مصطفیٰؐ ہیں علیؑ
اِنکا لہجہ نہیں تو کچھ بھی نہیں

شبِ ہجرت برہنہ تیغوں میں
سونے والا نہیں تو کچھ بھی نہیں

کہا رب نے یہ نفسِ حیدرؑ ہے
یہ خریدا نہیں تو کچھ بھی نہیں

منبرِ خم پہ آج حق کا رسولؐ
کُھل کے بولا نہیں تو کچھ بھی نہیں

گر رِسالت کے پورے منظر میں
میرا مولاؑ نہیں تو کچھ بھی نہیں

دوستانِ علیؑ کے پیشِ نظر
عشقِ مولا نہیں تو کچھ بھی نہیں

دشمنانِ علیؑ کی نظروں میں
مالِ دنیا نہیں تو کچھ بھی نہیں

کہا شہؑ نے اذان دو اکبرؑ
حق جو چمکا نہیں تو کچھ بھی نہیں

حشر تک جائیگی شبِ عاشور
اب سویرا نہیں تو کچھ بھی نہیں

بولے عباسؑ آج لشکر میں
جھولے والا نہیں تو کچھ بھی نہیں

کم نہیں کعبے سے کچھ عصمت سرائے فاطمہؑ
میرے مولاؑ کا مصلاّ ہے ردائے فاطمہؑ

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوّتِ پروردگار
لائے ہیں جبریل یہ نسبت برائے فاطمہؑ

فیصلے ہوتے رہے اسلام کی تقدیر کے
یا خدا کے گھر میں یا زیرِ کسائے فاطمہؑ

چشمِ عالم نے کہاں دیکھے ہیں ایسے پردہ دار
نقشِ پا حیدرؑ کے ہیں بر نقشِ پائے فاطمہؑ

بعدِ پیغمبرؐ کئے امّت نے جو ظلم و ستم
ہے گواہی کے لئے کافی عصائے فاطمہؑ

چشمِ دنیا سے ہیں مخفی عرش پر محفوظ ہیں
سایۂ جسمِ نبیؐ اور نقشِ پائے فاطمہؑ

رند سارے پی رہے ہیں اور نظر آتے نہیں
پردۂ عصمت میں ہے جامِ ولائے فاطمہؑ

یاں رِدائے فاطمہؑ میں جس قدر پیوند ہیں
خانہ داری میں ہیں سب نقشِ وفائے فاطمہ

جس طرح آیاتِ سجدہ ہیں کلام اللہ میں
یوں ہی با عظمت ہیں پیوندِ رِدائے فاطمہؑ

شورشِ احراق ہو یا ہو فدک کا معرکہ
بدر و خندق سے نہیں کچھ کم وغائے فاطمہؑ

یہ حقیقت ہے کہ جس سے فاطمہؑ ناراض ہو
اُس سے راضی ہو نہیں سکتا خدائے فاطمہؑ

سب کہاں آتے ہیں یارو مجلسِ شبیرؑ میں
خوبیِ قسمت سے ملتی ہے دُعائے فاطمہؑ

مدحتِ شبیرؑ میں اِک منقبت پڑھیئے سروشؔ
غم رسیدہ ہے ذرا تو مُسکرائے فاطمہؑ

❀❀❀

کبھی موقع ملے تو پوچھنا فخرِ رسولاںؐ سے
ہے عرشِ کبریا نزدیک کتنا بیتِ عمراںؑ سے

مہک اُٹھی ہیں جو کھلنے سے پہلے برسرِ منبر
وہ کلیاں توڑ لایا ہوں میں مدحت کے گلستاں سے

پدر کے آگے محرابِ عبادت کی طرح خم ہیں
ابوطالبؑ کا ایماں کیا ہے پوچھو کُلِ ایماں سے

یہی تھا اولیں مشکل کشاء دینِ محمدؐ کا
لرزتے تھے سبھی کافر اِسی اِک مردِ میداں سے

ابوطالبؑ ہی کے دم سے تو کعبے میں اذاں گونجی
ہوئیں تاریکیاں روشن اِسی شمعِ فروزاں سے

یہ کلمہ گو عداوت میں انہیں کہتے تو ہیں کافر
مگر انکار کر پاتے نہیں عمرانؑ کے احساں سے

ہے معیارِ ولد جیسے محبت میرے مولاؑ کی
وہی انسان مومن ہے جسے الفت ہے عمرانؑ سے

کہا کافر جنھوں نے ساقیِ کوثرؑ کے بابا کو
یقیناً ہاتھ دھو بیٹھے وہ اپنے دین و ایماں سے

بچالائے پیمبرؐ کشتیِ حق کو مدینے تک
تری ہمت پہ کفر و شرک کے پرہول طوفاں سے

روانہ کر کے دِل اپنا ابوطالبؑ کے قدموں میں
سفارش کا لیا ہے کام اپنی چشمِ گریاں سے

درِ زہراؑ پہ جو بھی سر جھکاتے ہیں عقیدت سے
وہ سب جنت کی آنکھوں کونظر آتے ہیں رضواں سے

سروشؔ علمِ نبیؐ کا فیض ہے جو شعر کہہ پایا
توقّع ہی نہ تھی اب کے میری فکرِ پریشاں سے

خود سمجھ لیجے کہ اب کیا کیا ابوطالبؑ کا ہے
وارثِ کعبہ جو ہے بیٹا ابوطالبؑ کا ہے

جد خلیلؑ اللہ پوتا قائمِ آلِ نبیؐ
ایسا شجرہ صرف اِک تنہا ابوطالبؑ کا ہے

ذوالعشیرہ ہی سے ہم پر آشکارا ہو گیا
راہِ ایماں کا ہر اِک نقشہ ابوطالبؑ کا ہے

اِک بھتیجا ایک بیٹا اِک بہو دو نورِ عین
چادرِ تطہیر میں کنبہ ابوطالبؑ کا ہے

ایک ذاتِ کبریا ہے اِک بھتیجہ اِک پسر
کلمۂ اسلام بھی شجرہ ابوطالبؑ کا ہے

کہتے تھے یہ سِن رسیدہ دشمنِ آلِ رسولؐ
کربلا کے رَن میں ہر چہرہ ابوطالبؑ کا ہے

کربلا کی خاک کیوں سونے سے بھی مہنگی نہ ہو
اِس میں سرمایہ خدیجہؑ کا ابوطالبؑ کا ہے

انبیاءؑ کا جس قدر ایثار ہے حق کے لیے
اُتنا ہی ایثار اِک تنہا ابوطالبؑ کا ہے

دیکھئے نسلِ ابوطالبؑ کا کیا معیار ہے
کوئی حیدرؑ ہے تو کوئی جعفرِ طیار ہے

مالکِ جنت ہیں پوتے اور بہو خاتونِ حشر
انکا کا بیٹا دو جہاں کا مالک و مختار ہے

ہے ابوطالبؑ کی ہر تصویر میں ایماں کا رنگ
بارہ تصویریں ہیں جن کا ایک ہی معیار ہے

شاعروں میں سب سے پہلا شاعرِ نعتِ رسولؐ
جس کا ہر اک شعر اک چلتی ہوئی تلوار ہے

یوں محمدؐ کو سُلا کر جاگتا ہے رات بھر
گویا تو دینِ خدا کا طالعِ بیدار ہے

تو نے کی دیں کی حفاظت یا تری اولاد نے
تجھ سے ہٹ کر ہر سہارا ریت کی دیوار ہے

اے مسلمانو دِلوں میں بغضِ حیدرؑ تو نہیں
کیوں ابو طالبؑ کے ایماں سے تمہیں انکار ہے

دیکھئے ملتا ہے کب ہم کو زیارت کا شرف
پردۂ غیبت میں اِن کا بارھواں شہکار ہے

پاسبانِ مصطفیٰؐ پہلا کفیلِ دیں سروشؔ
لشکرِ اسلام کا پہلا علمبردار ہے

عالم آشکارا ہے خسروی خدیجہؑ کی
کی ہے خود پیمبرؐ نے نوکری خدیجہؑ کی

عقد تو بھتیجے کا پڑھ چکے ابوطالبؑ
جبرئیل پڑھتے ہیں رُخصتی خدیجہؑ کی

اپنا نور خالق نے اِس طرح کیا تقسیم
چاند تو ہے عمرانؑ کا چاندنی خدیجہؑ کی

دینِ حق پھلے پھولے کیوں نہ اے ابوطالبؑ
سرپرستیاں ہوں جب آپ کی خدیجہؑ کی

بارگاہِ عصمت سے خیر کی سند پائی
کی جو اُمِ سلمٰی نے پیروی خدیجہؑ کی

اُنکی ہمنشینوں کی خود نبیؐ نے کی تعظیم
عظمتوں کی حامل تھی دوستی خدیجہؓ کی

اِس لئے پیمبرؐ سے عقد کر دیا اُنکا
بھا گئی تھی خالق کو سادگی خدیجہؓ کی

کہتے تھے حُمیرہ سے بات بات پر مُرسلؐ
کفر کی علامت ہے دشمنی خدیجہؓ کی

خاکِ بے نمو تجھکو آسماں سے کیا نسبت
تو کریگی کِس منہ سے ہمسری خدیجہؓ کی

کہہ رہا ہے خود قرآں ہے کجی تیرے دِل میں
تو نہ چھوڑ پائیگی دشمنی خدیجہؓ کی

مال و زَر خدیجہؓ کا کون کھا گئے آخر
چکیاں چلاتی ہے لاڈلی خدیجہؓ کی

اجر تو رسالت کا کوئی دے نہیں پایا
قرضدار ہے اُمّت آج بھی خدیجہؓ کی

چاند اور سورج بھی ہیں زکوٰۃ اِسی در کی
بنٹ رہی ہے دنیا میں رَوشنی خدیجہؓ کی

کیوں مریمؑ و سارہؑ نہ ہوں قربانِ خدیجہؑ
سجّادہ پیمبرؐ کا ہے دامانِ خدیجہؑ

قرآن نہ کیوں کر ہو ثناخوانِ خدیجہؑ
اسلام ہے پروردۂ دامانِ خدیجہؑ

ہر ایک مسلماں پہ ہے اسلام کا احسان
تاحشر ہے اسلام پہ اِحسانِ خدیجہؑ

آغوشِ خدیجہؑ میں جونہی آگئیں زہراؑ
ہر ایک فضیلت ہوئی قربانِ خدیجہؑ

ہے ایک ہی دُختر سو وہ خاتونِ جناں ہے
سردار ہیں جنت کے جوانانِ خدیجہؑ

یہ قول ہمارا نہیں رضواں کا بیاں ہے
جنت سے بھی بہتر ہے گلستانِ خدیجہؓ

دولت کی ضرورت جو پڑی دینِ خدا کو
امدادِ ہوئی تاحدِ امکانِ خدیجہؓ

ہفتہ نہیں ، دَس دِن نہیں ، اصحابِ پیمبرؐ
حق یہ ہے کہ برسوں رہے مہمانِ خدیجہؓ

دی صدا اللہ نے ہم ہیں نگہبانِ غدیر
یا نبیؐ بے خوف ہو کے کردو اعلانِ غدیر

جانچ لو اپنا عقیدہ اے حریفانِ غدیر
حشر کے دِن نصب کی جائیگی میزانِ غدیر

خُم کے میداں میں نہیں دستِ پیمبرؐ پر علیؑ
رحل پر ختمِ نبوّت کے ہے قرآنِ غدیر

آنکھ روشن دل منوّر ہو اگر اے حاجیو
تم کو کعبے سے نظر آئے گا میدانِ غدیر

دھوپ محشر کی اُنہیں پھر کِس طرح جھلسائے گی
سب علیؑ والے رہیں گے زیرِ دامانِ غدیر

کر کے مولاؑ کی وِلایت کا اذاں میں تذکرہ
بن گئے سلمانؓ و بوذرؓ گُلِ ایمانِ غدیر

لب پہ بخٍ اور دِلوں میں آتشِ بغضِ علیؑ
دیکھو کیسے پھڑ پھڑاتے ہیں اسیرانِ غدیر

اَب یہاں کانٹے نہیں بے خوف اترو حاجیو
آج خود سلمانؓ نے جھاڑا ہے میدانِ غدیر

چھوڑ کر اِسکو مسلماں خود ہی ہیں نقصان میں
جب تلک قرآن ہے ہوگا نہ نقصانِ غدیر

آیۂ اتممت سے اتمامِ نعمت ہوگیا
لو مکمل ہو گیا قرآں بعنوانِ غدیر

یاں ذرا بھی پیش و پس کرتے جو ختمُ المرسلینؐ
عرش سے اللہ خود کر دیتا اعلانِ غدیر

عالمِ انوار ہی میں تاجدارِ انبیاءؑ
اپنے رب سے کر چکے تھے عہد و پیمانِ غدیر

آج اے موسیٰؑ تمہیں دیدارِ رب ہو جائے گا
بیٹھ کر دیکھو نجف میں سوئے میدانِ غدیر

وہ خوشی کچھ اور ہوگی اور ہوگا اہتمام
جب امامؑ آئینگے تب نکلیں گے ارمانِ غدیر

دار و رسن ہے شمعِ میخانۂ وِلایت
آ آ کے گر رہے ہیں پروانۂ وِلایت

کعبہ ہے در حقیقت کاشانۂ وِلایت
کِس منہ سے جائینگے واں بیگانۂ وِلایت

اَتُمَمتُ نے چکادی لو آج پوری قیمت
تھی دعوتِ عشیرہ بیعانۂ وِلایت

مولاؑ علیؑ جو میرے سلطانِ اولیاء ہیں
زہراؑ کو کیوں نہ لکھوں سلطانۂ وِلایت

قبل از غدیر ہم تو دروازۂ حرم پر
پہلے ہی لے چکے ہیں دِھنگانۂ وِلایت

واقف ہے میرے ساقی تو میری تشنگی سے
ساغر میں بھر دے پورا میخانۂ وِلایت

پروردگار تجھ کو بُہلول کی قسم ہے
لے مجھکو بھی بَنا دے دیوانۂ وِلایت

جبریل کر رہے ہیں مُشاطگیِ قرآں
زلفوں میں آیتوں کی ہے شانۂ وِلایت

خالق کا آخری یہ فرمان تھا نبیؐ کو
حیدرؓ کو پیش کردیں نذرانۂ وِلایت

میثمؒ پکارے ہنس کر اے خنجرِ تشدّد
پڑھ لوں ذرا نمازِ شکرانۂ وِلایت

محور ہے اِن سبھوں کا شمعِ مزارِ حیدرؓ
ہیں چاند اور ستارے پروانۂ وِلایت

اب اے سروشؔ رُک جا شب ہو چکی ہے آخر
کل رات پھر کہیں گے افسانۂ وِلایت

دیں کی تکمیل ہو اللہ بھی راضی ہو جائے
یا نبیؐ پہلے یہ اُمّت تو غدیری ہو جائے

سب کے دِل کھینچ رہی ہے درِ حیدرؑ کی کشش
دامن عرش ستاروں سے نہ خالی ہو جائے

ذکرِ حیدرؑ ہے وہ منزل کہ جہاں پر انساں
ٹھیک سے بات نہ سمجھے تو نصیری ہوجائے

پورا قرآں اِسی ترتیب سے رکھا حق نے
حمد اور نعت بھی ہو ذکرِ علیؑ بھی ہو جائے

اِنکو قرآن نے رکھّا ہے مُقفّل کر کے
تا کہ حیدرؑ کے فضائل کی نہ چوری ہو جائے

خونِ اعداء میں نہائی ہوئی شمشیرِ علیؑ
گھر میں خاتونِ قیامت کی سہیلی ہو جائے

خُم میں بحکم آیۂ بلّغ سختی سے پیش آئی دھوپ
اِک اِک سے اقرارِ وِلایت لینے لگی مولائی دھوپ

نشۂ من کنتُ مولا میں سارے علیؑ والوں کے لئے
ٹھنڈی ٹھنڈی میٹھی میٹھی تھی گویا سرمائی دھوپ

اے سورج حیدرؑ کے عدو کو جھُلسانے میں بخل نہ کر
حشر کے دِن مولاؑ سے میں دِلوادوں گا پائی پائی دھوپ

گہری نیند سے آنکھیں مَل کر جاگ اُٹھی دیوارِ حرم
جاء الحق و زُھق الباطل کہتی ہوئی جب آئی دھوپ

ایسا اُجالا چمکا آنکھیں خیرہ ہو گئیں دنیا کی
آئینۂ کردارِ علیؑ پر وِحدت کی جب چھائی دھوپ

دودھ سے اُجلے پاؤں جو رکھے تم نے دوشِ پیمبرؐ پر
اے شہۂ خوباں اپنے میلے رنگ سے کیا شرمائی دھوپ

جملہ چار عناصر سے بنتا ہے وجودِ کرب و بلا
اور وہ چار عناصر یہ ہیں زخم، عطش، تنہائی، دھوپ

❁❁❁

بتا کے سارے رسولوں کو رازہائے غدیر
خدا نے کعبے سے پہلے رکھی بِنائے غدیر

عدم کے خوابِ گراں سے حیات چونک اُٹھی
جو سازِ کُن فیکوں پر چھڑی نوائے غدیر

ہیں آج بھی مہ و خورشید کی طرح روشن
نہ دیکھے عقل کے اندھوں نے نقشِ پائے غدیر

دِلوں میں جنکے حسد اور لبوں پہ بخٍ ہے
کریں گے قبر میں جا کر وہ ہائے ہائے غدیر

یہ پاؤں سر بسر ہیں رسولِ زمن کے پاؤں
رکھ لے اُٹھا کے سر پہ حسینؑ وحسنؑ کے پاؤں

جس دِن سے ہم رکاب ہے دُلدُل سوار کی
پڑتے نہیں زمیں پہ نسیمِ چمن کے پاؤں

یاد آئیں کیوں نہ گلشنِ جنت کی کیاریاں
ہیں کتنے پیارے پیارے حسینؑ وحسنؑ کے پاؤں

کعبہ بھی امتنان و تشکر سے کہہ اُٹھا
بُت سارے توڑ ڈالے پڑوں بُت شکن کے پاؤں

کیسی دُعا کہاں کا اثر کیا مباہلہ
نصرانی اُٹھ کے پڑنے لگے پنجتن کے پاؤں

آخر چلا وہ قتلِ محمدؐ کی فکر میں
رَہ رَہ کے گڈگدائے جو دِل کی جلن کے پاؤں

گھبرا کے اُس نے پڑھ لیا کلمہ رسولؐ کا
حمزہؓ اُٹھے جو توڑنے اُس بد چلن کے پاؤں

ہجرت کے وقت سانپ سا موذی بھی غار میں
برداشت کرسکا نہ کسی پُر فِتن کے پاؤں

یاروں نے عبدِوُد کی دھاڑیں جونہی سُنی
دہشت سے اُسکی ہوگئے ایک ایک مَن کے پاؤں

دیکھیں جو خوش خِرامیاں آلِ رسولؐ کی
غیرت سے پا بہ ِگل ہوئے سرو وسمن کے پاؤں

لپٹی ہوئی تھیں تلوؤں سے آفاق کی حدیں
بنتِ اسد نے دیکھے جو اپنے للن کے پاؤں

اے جلنے والو تم بھی نگاہوں سے چوم لو
دوشِ ہوا پہ ہیں مرے خیبر شکن کے پاؤں

واللہ کوہِ مولا علیؑ کے طفیل میں
ہیں سر پہ آسمان کے ارضِ دکن کے پاؤں

مر کر بھی دِل کو سیرِ نجف کا جو شوق ہے
"ہلتے ہیں خود بہ خود میرے اندر کفن کے پاؤں"

ہوتے یہاں جو کوثر و تسنیم اے فرات
دولھا کے ہاتھ چومتے پڑتے دُلہن کے پاؤں

ارزق گرا زمیں پہ اُلٹ کر مثالِ کوہ
قاسمؑ نے بڑھ کے کاٹے جو اُس فیل تن کے پاؤں

کیا ٹھہرے جب لکھیں ہوں مقدر میں گردشیں
تھامے بہت زمین نے چرخِ کہن کے پاؤں

مولائے کائنات کی تبلیغ کے طفیل
تھے راہِ مستقیم پہ اہلِ یمن پاؤں

یہ آج میرے گھر ہے تو کل دوسرے کے گھر
پارے کے ہیں بنے ہوئے دنیا میں دھن کے پاؤں

آیا تھا چل کے قتلِ علیؑ کے جنون میں
ھیھات کیوں نہ ٹوٹ گئے تیغ زن کے پاؤں

اے شامیو نظامِ دو عالم بگڑ نہ جائے
جکڑو نہ بیڑیوں میں امامِ زمنؑ کے پاؤں

آئے نہ کیوں شباب مری فکر پر سروشؔ
دابے ہیں ایک عمر حبیبِ سخن کے پاؤں

وہ آ کر بات کرتے ہیں بُلا کر بات کرتے ہیں
کوئی حُرؑ بن کے آئے تو برابر بات کرتے ہیں

ہمیں دار و رسن کی بندشوں سے کیا ڈراتے ہو
کہ ہم ایسے ہی موقعوں پر تو کھُل کر بات کرتے ہیں

عزیزو راستے میں گُفتگو اچھی نہیں لگتی
چلو دروازۂ حیدرؑ پہ چل کر بات کرتے ہیں

تسلسل ٹوٹ سکتا ہی نہیں علمِ الٰہی کا
جہاں قرآن چُپ ہو جائے حیدرؑ بات کرتے ہیں

دماغ و دل ہیں محوئے گُفتگو عرفانِ حیدرؑ پر
کہ یہ آپس میں سلمان و ابوذر بات کرتے ہیں

امامت کی گواہی دی ہے بیشک سنگِ اسود نے
جو حق کی بات آ جائے تو پتھر بات کرتے ہیں

دلبرِ فاطمہؑ جانِ خیبر شکن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ
تجھ سے سرسبز ہے گلشنِ پنجتنؑ مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

اے شہِ دوجہاں اے امامِ زمن تیری اُلفت ہے ہر دل میں یوں موجزن
جیسے جنت کے باغوں میں نہرِ لبن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

ہاں مزاجِ امامت کا کیا پوچھنا یہاں رضواں بھی درزی بنائے گئے
بنکے قرآں کی آیت چلا پیرہن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

زندگی کا وقار آپ کے دم سے ہے دین حق کی بہار آپکے دم سے ہے
رنگ ہے آپ ہی کا چمن در چمن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

عدل و خُلق مروت وفا بندگی اَمن و زُھد و سخاوت سخن پروری
تیرے دربارِ عصمت کے ہیں نورتن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

صورتیں پیاری پیاری وہ سادات کی جیسے ہو روشنی چاندنی رات کی
تیرا آنگن ہے یا چاند تاروں کا بَن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

کچھ عجب صُلح کی تیغ ہے وار ہیں جیسے شیرِ خدا محوِ پیکار ہیں
تیری خاموشیاں کائناتِ سُخن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

آپ چُپ تھے تو ساری فضا چُپ رہی سب تو سب خود قدَر اور قضا چُپ رہی
تھی عجب سینۂ دو جہاں میں گھُٹن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

صُلح کا معرکہ ہو مدینے مین یا کربلا میں ہو قاسمؑ کو اذنِ وِغا
بن گئی ہر ادا تیری باطِل شِکن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

سر نہ ہوتا اگر صُلح کا معرکہ خود مدینے ہی میں بنتی کرب و بلا
ایک میداں میں ہوتے حسینؑ و حسنؑ مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

صُلح کر کے جو پائی ہے فتحِ مبیں سب کو صُلحِ حُدیبیہ یاد آگئی
ہے مدینے میں روحِ نبیؐ نعرہ زن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

دشمنانِ علیؑ کو سکوں اب کہاں کم نہ ہونگی کبھی اُنکی بے چینیاں
یہ ترے نشترِ صُلح کی ہے چُبھن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

صرف نغماتِ مدحت کے ہیں زیر و بم اب کہاں منبروں سے وہ سبّ و شتم
صُلح سے دب گیا شورِ زاغ و زغن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

دیکھ بعدِ جمل عزّ و شان آپ کی وہ یہ سمجھی رسولِ خدا آگئے
بول اُٹھی یہ اِک دِل جلی کی جلن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

نامِ نامی شہیدوں کے محضر میں ہے تو بھی کرب و بلا کے بہتر میں ہے
تیرا نائب جو ہے قاسمِ تیغ زَن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

آہیں بھرتی رہی دِل جلاتی رہی گُل ہوا جب چراغِ مزار آپکا
شمع روتی رہی انجمن انجُمن مرحبا اے حسنؑ مرحبا اے حسنؑ

✿✿✿

ہزار کام نہیں بس یہ کام کرتے ہیں
زباں کو وقفِ دُرود و سلام کرتے ہیں

زیارتِ رُخِ شاہِؑ انام کرتے ہیں
ہم اِک نگاہ میں قرآں تمام کرتے ہیں

گلا کٹا کے بھی کوئی کلام کرتے ہیں
تو بَس حسین علیہ السلام کرتے ہیں

امامِ صُلح عجب اہتمام کرتے ہیں
یہ اپنی جنگ کو قاسمؑ کے نام کرتے ہیں

حسنؑ ہیں سبز قباء یہ بھی سبز پوش ہوئے
خِضر اِنہیں کے اِشاروں پہ کام کرتے ہیں

علیؑ و جعفرؓ و حمزہؓ کی روح جھوم اُٹھی
یہ تیغِ صُلح سے وہ قتلِ عام کرتے ہیں

جلانا مُردوں کو بیمار کو شِفاء دینا
یہ کام آپ کے ادنیٰ غُلام کرتے ہیں

یہ کربلا کے شہیدوں کا خیر مقدم ہے
جگر کے ٹکرے بہتّر کے نام کرتے ہیں

درِ بتولؑ ہی منزل ہے ہر فرشتے کی
یہیں سب اپنی مسافت تمام کرتے ہیں

دماغ عرش پہ کیونکر نہ ہو فرشتوں کا
یہ لوگ خانۂ زہراؑ میں کام کرتے ہیں

جنہیں جہاں میں کہیں بھی اماں نہیں ملتی
درِ حسینؑ پہ آ کر قیام کرتے ہیں

علیؑ سا کوئی بھی معجز نُما نہیں دیکھا
کہ ایک دن میں یہ دو وقت شام کرتے ہیں

یہ ہے ہمارے مزاجِ وِلا کا استحکام
"نجف میں صبح مدینے میں شام کرتے ہیں"

نہ مانے پیروئے ثانی تو ہم تبرّائی
پھر اپنی تیغِ زباں بے نیام کرتے ہیں

سروشؔ میری لحد میں علیؑ کے آتے ہی
فرشتے اُٹھ کے اَدب سے سلام کرتے ہیں

دائم آباد فرشتوں سے ہے آنگن میرا
کھیلتا زُلفِ پیمبرؐ سے ہے بچپن میرا

خارنفرت کے ہیں اِس میں نہ سیاست کے خزف
امن کے پھولوں سے شاداب ہے گلشن میرا

بجلیاں کر کے طواف اس کا پلٹ جاتی ہیں
کعبۂ امن و صداقت ہے نشیمن میرا

روکنا چاہا جو شیریں سُخنی کو میری
خود ہی محرومِ نوا ہو گیا دُشمن میرا

سرِ میداں میرے قاسمِ کو تو آ جانے دو
یاد خیبر کی دِلا دیگا لڑکپن میرا

ہو چکی زہرِ دغا سے تو شہادت میری
راستہ روکتی ہے کِس لئے ناگن میرا

پہلوئے قبرِ نبیؐ میں نہ ہوا دفن تو کیا
کعبۂ دِل میرے شیعوں کا ہے مدفن میرا

۞۞۞

والله میرِ شام مسلماں عجیب ہے
اِس کے گلے میں بغضِ علیؑ کی صلیب ہے

تو عرش افتخار ہے منبر نصیب ہے
مدّاح تجھ پہ فضلِ رضائے غریبؑ ہے

یہ امن و آشتی کا بھی پیغام ہے مگر
صلحِ حسنؑ تو کرب و بلا کی نقیب ہے

کرتا ہے اپنی صلح کے نشتر سے یہ علاج
بغضِ علیؑ کے مرض کا پہلا طبیب ہے

تو چُپ ہوا تو چیخ اُٹھی ساری کائنات
لب بستہ ہو کے بھی یہ علیؑ سا خطیب ہے

خاموشیاں بھی جس کی ہیں قرآں کی آیتیں
زہراؑ ترے چمن کا یہ وہ عندلیب ہے

عشقِ علیؑ کی راہ میں دونوں ہیں ساتھ ساتھ
میثمؓ سے دوستی ہے نصیری رقیب ہے

اصغرؑ نے ہنس کے کردیا اِس کا بھی فیصلہ
تشنہ لبی امیر ہے دریا غریب ہے

دن عید کا قبیلۂ شعر و سُخن میں ہے
پھر آج میری فکر نئے پیرہن میں ہے

تاروں کی انجمن میں نہ پھولوں کے بن میں ہے
دِل کا سکون آلِ نبیؐ کے چمن میں ہے

ہے سلسبیل میں نہ یہ نہرِ لبن میں ہے
جو لہر آج الفتِ ابنِ حسنؑ میں ہے

قوسِ قزح میں ہے نہ بہارِ چمن میں ہے
ابنِ حسنؑ جو حُسن ترے پیرہن میں ہے

غازی کی حرب و ضرب جو قاسمؑ کے فن میں ہے
صلحِ حسنؑ کی کاٹ جبیں کی شکن میں ہے

ممدوح آج کا جو ہے نوشاہِؑ کربلا
حوروں کا رکھ رکھاؤ عروسِ سُخن میں ہے

آج اِسکے آگے شہد بھی پھیکا لگا مجھے
ایسی مٹھاس مدحتِ ابنِ حسنؑ میں ہے

قاسمؑ بنے سے اپنی عقیدت ہے بے مثال
مہندی کی رسم آج بھی ارضِ دکن میں ہے

ظاہر ہوا یہ قاسمؑ و کبریٰؑ کے عقد سے
کیوں والہانہ پیار حسینؑ و حسنؑ میں ہے

چومے نہ کیوں بہشت کی خوشبو مرا دہن
قاسمؑ کے اسمِ پاک کی خوشبو دہن میں ہے

ازرق تو کیا ہے ساری کی ساری سپاہِ شام
اس وقت دستِ قاسمؑ شمشیر زن میں ہے

بس دیکھتا ہی جائے ہے قاسمؑ کو بار بار
کیا جانے کیا خیال نصیری کے من میں ہے

غیروں نے جب امام پکارا تو یوں لگا
کوئل کی کوک نغمۂ زاغ و زغن میں ہے

ثقلین میں ہے ضربِ علیؑ کا اگر جواب
بے شیر کے تبسمِ ناوک فگن میں ہے

ہے کربلا میں بنتِ علیؑ کا وہی مقام
رتبہ بتولِؑ پاک کا جو پنجتنؑ میں ہے

رضواں کو باغِ خُلد سے لاتی ہے کھینچ کر
کیسی کشش نہ جانے درِ پنجتنؑ میں ہے

ابنِ حسنؑ کی سمت اشارہ ہے اے سروشؔ
اِک انتباہِ جنگ جو صلحِ حسنؑ میں ہے

✿✿✿

تیری مہندی کی ہے عزاء قاسمؑ
ہے یہ مصرعہ ہی مرثیہ قاسمؑ

فرشِ ماتم پہ خوں رُلاتا ہے
تیری شادی کا تذکرہ قاسمؑ

شبِ عاشور تم نے بتلایا
موت کا اصل ذائقہ قاسمؑ

شہؑ سے کیا تم نے التماس کیا
دیں کا چہرہ نِکھر گیا قاسمؑ

تم نے عباسؑ کے بھی حصے کی
کس مہارت سے کی وِغا قاسمؑ

غم کے پتّھر سے رہ گئی پس کر
ماں کے ارمانوں کی چِتا قاسمؑ

اتنی زخمی تو کربلا بھی نہیں
ہے جو زخمی تری صدا قاسمؑ

رَن میں قرآں کی آیتیں بن کر
تیرا لاشہ بکھر گیا قاسمؑ

مرتضیٰؑ ہیں قسیمِ نار و جناں
ہیں تہہِ دستِ مرتضیٰؑ قاسمؑ

تیری نظروں میں ہے جو کرب و بلا
ہے وہ بے نہرِ علقمہ قاسمؑ

پھول بنکر مہک اُٹھا کاغذ
نام جب بھی تیرا لکھا قاسمؑ

غیر بھی کہتے ہیں عقیدت سے
تجھ کو نوشاہِ کربلا قاسمؑ

تم ملَک ہو بشر ہو جو بھی ہو
ہو مرے دِل کا مدُّعا قاسمؑ

تیرا سہرا جو لکھ رہا تھا سروشؔ
ہو گیا خود وہ مرثیہ قاسمؑ

یقیناً آمدِ یادِ علیؑ ہے
جہاں تک دیکھتا ہوں روشنی ہے

مرا اِک ایک لمحہ قیمتی ہے
مری مصروفیت ذکرِ علیؑ ہے

زمیں اب آسماں کو چھو رہی ہے
حسنؑ کے لال نے انگڑائی لی ہے

میں وصفِ تیغِ قاسمؑ لکھ رہا ہوں
مجھے صلحِ حسنؑ یاد آ رہی ہے

جو عباسؑ جری نے روک لی تھی
وہی تلوار اب تک چل رہی ہے

ہیں یوں تو سب نثارِ حُسنِ قاسمؑ
اجل خود بھی بلائیں لے رہی ہے

جو ہے عاشور کے دِن عقدِ قاسمؑ
خوشی بھی غم سے مل کر رو رہی ہے

چمن کھلتے ہیں مرجھاتے ہیں لیکن
ترے سہرے پہ اب تک تازگی ہے

روانی علقمہ کی کربلا میں
مرے پیاسے تری دریا دِلی ہے

وجودِ کوثر و تسنیم بر حق
مگر تشنہ لبی تشنہ لبی ہے

مجھے ازبر ہیں یوں تو سب دُعائیں
مگر نادِ علیؑ نادِ علیؑ ہے

سروشِ پرُ خطا کو بخش دیجے
فرشتہ تو نہیں ہے آدمی ہے

✿✿✿

محفل میں فیضِ ساقیِ کوثرؑ کی بات ہے
سوکھے ہوئے لبوں پہ سمندر کی بات ہے

قاسمؑ کی بات حیدرِؑ صفدر کی بات ہے
منبر سے کہہ رہا ہوں جو منبر کی بات ہے

تیری زمیں پہ قاسمؑ و کبریٰؑ کا عقد ہو
اے کربلا یہ تیرے مقدّر کی بات ہے

بکھرے ہوئے گلوں میں ستاروں میں اے سروشؔ
ابنِ حسنؑ کے پھول سے پیکر کی بات ہے

ظلم کو شہؑ کی حمایت نہیں ملنے والی
سر تو مِل جائے گا بیعت نہیں مِلنے والی

اے ستارے درِ حیدرؑ پہ اُتر آ تو بھی
آسمانوں میں یہ رِفعت نہیں مِلنے والی

کعبہ کہتا ہے کہ آجائیں قدم حیدرؑ کے
ورنہ کھوئی ہوئی عظمت نہیں مِلنے والی

آئیں گے پنجتنِؑ پاک ہی بس زیرِ کساء
کوئی زوجہ ہو اجازت نہیں مِلنے والی

شب ہجرت کے پیمبرؐ کو نہ مانوگے تو پھر
در بدر بھٹکوگے ہجرت نہیں مِلنے والی

کلمہ گویوں کی غلط فہمی کا کیا کیجئے علاج
چند سجدوں پہ تو جنت نہیں مِلنے والی

کہاں بدنامِ سقیفہ کہاں میخوارِ غدیر
کبھی دونوں کی طبیعت نہیں ملنے والی

یا نبیؐ آج ہی کر دیجیئے اعلانِ غدیر
آج کے بعد یہ امت نہیں مِلنے والی

ظلم سے چھین بھی لوگے جو نبیؐ کی مسند
عزتِ دوشِ نبوت نہیں مِلنے والی

وارثِ آلِ محمدؐ کو تو آجانے دو
سانس لینے کی بھی مہلت نہیں مِلنے والی

جب تلک تیغِ علیؑ نیام سے باہر ہوگی
ملک الموت کو فُرصت نہیں مِلنے والی

یہ فضیلت بھی ہے حصے میں بنی ہاشم کے
ہر قبیلے میں شجاعت نہیں مِلنے والی

یہ حقیقت ہے کہ اے دشمنِ حیدرؑ تجھ کو
"ماں کے قدموں میں بھی جنت نہیں مِلنے والی"

یہ بھی اللہ کی اِک خاص عنایت ہے سروشؔ
سب کو یہ درد کی دولت نہیں مِلنے والی

✿✿✿

جہاں میں کس کو ہے عرفانِ سجدہ ہائے حسینؑ
شعور کی حدِ آخر ہیں نقشِ پائے حسینؑ

یہ کیسا قُرب ہے آپس میں اے خدائے حسینؑ
تری ہر ایک صِفت بن گئی ادائے حسینؑ

ابھی بتاؤں گا سورج کو روشنی کیا ہے
ذرا جبیں پہ اُٹھا لوں میں خاکِ پائے حسینؑ

سیاہ شام کو قدموں کی خاک بھی نہ مِلی
جب آکے حُر کو اُڑا لے گئی ہوائے حسینؑ

خدائے پاک کا تحفہ ہیں قاسمؑ و اکبرؑ
وہ مرتضائے حسنؑ ہیں یہ مُصطفائے حسینؑ

امامؑ پیچھے سعیدؓ و زہیرؓ آگے ہیں
یہ ہے نمازِ شہادت بہ اقتدائے حسینؑ

جب اپنا وقتِ شہادت قریب تر دیکھا
تبسُّمِ علی اصغرؑ سے مُسکرائے حسینؑ

قریبِ عصر یہ محسوس ہونے لگتا ہے
بُلا رہی ہے سُوئے کربلا صدائے حسینؑ

یہ اعتبار کی حد ہو گئی کہ شیریں سے
کیا تھا وعدہ تو سَر بھی کٹا کے آئے حسینؑ

لحد میں آ گئے مولاؑ بھی اور فرشتے بھی
نئے مکاں میں ہوئی دُھوم سے عزائے حسینؑ

سروشؔ روزِ ازل ہی ہمارے دیدہ و دِل
بطورِ خاص بنائے گئے برائے حسینؑ

فکرِ رسا حسینؑ ہے طبعِ رَواں حسینؑ ہے
کُن فیکوں بیاں ہے اور حُسنِ بیاں حسینؑ ہے

کارِ گہہِ حیات میں سُود و زیاں حسینؑ ہے
میرا یقیں حسینؑ ہے تیرا گماں حسینؑ ہے

ایسے بھی لوگ ہیں جنہیں اللہ کا یقیں نہیں
وہ بھی بڑے یقین سے کہتے ہاں حسینؑ ہے

اشکوں کے خرچ میں کبھی کُل کی نہ فِکر کیجیوَ
اے مری چشمِ نم ترا رِزق رساں حسینؑ ہے

اُنکی ہی اِتّباع میں میں نے بھَلے سُخن کہے
میرا رسولِؐ ہاشمی جس کی زباں حسینؑ ہے

خواہشِ زندگی ہو گر جان لٹا حسینؑ پر
کشتِ حیات کے لئے آبِ رواں حسینؑ ہے

سن کے اذان کی صدا روک نہ ذکرِ کربلا
کیا تجھے یہ خبر نہیں شرطِ اذاں حسینؑ ہے

صاف بتا رہا ہے یہ دردِ حدیثِ مِنّیت
نادِ علیؑ کے ساتھ ساتھ وردِ زباں حسینؑ ہے

حشر کی دار و گیر میں شاید اماں نہ مِل سکے
لے لو اماں یہیں سے تم دارِ اماں حسینؑ ہے

دیکھ کے حسنِ اکبراں بولے تڑپ کے قُدسیاں
اِس کو ابھی نہ لا حسینؑ یہ تو جواں حسینؑ ہے

خلد میں لے نہ جائیں گی شیعوں کو جب تلک بتولؑ
دوش پہ کردگار کے قرضِ گراں حسینؑ ہے

خامۂ خوں چکاں کی خیر ہو گئیں انگلیاں فگار
ختم نہ ہو گی جو کبھی وہ داستاں حسین ہے

مصرۂ ذیل پر سروشؔ بات ہی ختم ہو گئی
خم ہے جبینِ کائنات اور آستاں حسین ہے

❁❁❁

المختصر بتاؤں تمہیں کیا حسینؑ ہے
دینِ خدا عمل ہے نتیجہ حسینؑ ہے

یہ عبد لاشریک وہ معبودِ لاشریک
جیسا خدا حسینؑ کا ویسا حسینؑ ہے

جو فاطمہؑ کے قلب پہ نازل کیا گیا
وہ عرشِ تشنگی کا صحیفہ حسینؑ ہے

وہم و گماں کی دھوپ سرابوں کے دشت میں
اہلِ یقیں کے واسطے سایا حسینؑ ہے

پوچھا تھا میں نے کون نگہبان ہے ترا
کعبے نے مُسکرا کے کہا تھا حسینؑ ہے

کرب و بلا کو ذہن میں رُکھ کر پڑھیں اگر
قرآں کے حرف حرف کا لہجہ حسینؑ ہے

بابِ اثر پہ اپنی دُعاؤں کو بھیج کر
میں مطمئن ہوں میرا وسیلہ حسینؑ ہے

سہ روزہ بھوک پیاس کے عالم میں بھی سروشؔ
دینِ خدا کو پالنے والا حسینؑ ہے

فوجِ عدو کی آب رَسانی کے بوجھ سے
دَم گھُٹ گیا فرات کا پانی کے بوجھ سے

لِلّٰہ اے خطیبِ سلونی ہمیں بچا
لوگوں کے دعوئے ہمدانی کے بوجھ سے

شریانیں پھٹ نہ جائیں کسی دِن دماغ کی
تاریخ کی دَروغ بیانی کے بوجھ سے

ماہِ صیام میں یہ تراویح کا عذاب
گھُٹتا ہے دم نماز کا ثانی کے بوجھ سے

دونوں جہاں کے سجدے مثالِ حَباب ہیں
قندق میں ذوالفقار کے پانی کے بوجھ سے

اب زہر لگ رہا ہے ہمیں شہدِ زندگی
اِن واعظوں کی تلخ بیانی کے بوجھ سے

اے موت بَس کہ تلخ ہوئی جاتی ہے حیات
ہر لمحہ تیری یاد دِہانی کے بوجھ سے

ویران ہے مدینہ تو مکہ اُداس ہے
سرورؐ تمہاری نقلِ مکانی کے بوجھ سے

یا رب بُراق بھیج دے رہوار دب نہ جائے
ہمشکلِ مصطفٰیؐ کی جوانی کے بوجھ سے

دھنسنے کو ہے زمین میں اب لشکرِ یزید
بے شیر تیری تشنہ دہانی کے بوجھ سے

جب مشک چھد گئی تو علمدار گر پڑا
آنکھوں میں تیرتے ہوئے پانی کے بوجھ سے

خنجر سنبھلنے پایا نہ ظالم کے ہاتھ میں
مظلوم کے لہو کی روانی کے بوجھ سے

کچھ دیر کا سکوت ہے یہ اے غمِ حسینؑ
آنسو تھمے ہوئے ہیں روانی کے بوجھ سے

تھی جنکو لفظِ مولاؑ کے مفہوم کی تلاش
عقل اُن کی مضمحل ہے معانی کے بوجھ سے

کوثر چھڑک کے ہوش میں لاؤ سروشؔ کو
بے ہوش ہے غموں کی کہانی کے بوجھ سے

ریاضِ جنت میں حُر ہوا باریاب دیکھو
یہ منہ اندھیرے کِھلا ہے تازہ گلاب دیکھو

حبیب نے کرلیا ہے خوں سے خضاب دیکھو
پھر آگیا کربلا میں اُن پر شباب دیکھو

کہو تمہیں رازِ کُن فکاں کچھ سمجھ میں آیا!
بدل گئی کیسے گردشِ آفتاب دیکھو

وِلایتِ مرتضیٰؑ کا انکار کرنے والو
ظہور تک اَب مُلوکیت کے عذاب دیکھو

امیرِ کوثر کی بزم سے انحراف کر کے
دکھوں کے صحراء میں زندگی کے سراب دیکھو

جو دیکھنا ہو ریاضتیں کُل پیمبروں کی
علیؑ کو تیغوں کی چھاؤں میں محوِ خواب دیکھو

بِنا علیؑ کے کتابِ حق وجہِ گمرہی ہے
پھر اِک عدو مانگنے چلا ہے عذاب دیکھو

چھپائے چھپتی کہاں ہے پیچیدگی نسب کی
فضائلِ مرتضیٰؑ پہ یہ پیچ و تاب دیکھو

غلط جو تدبیر کی تو تعبیر ہوگی اُلٹی
بغیر حبِّ علیؑ نہ جنّت کے خواب دیکھو

کبھی تو خیبر میں اپنی حسرت نکال آئے
اور اب خدا اور رسولؐ کا انتخاب دیکھو

تو پھر خدائی کے کام ہی کیوں کیئے علیؑ نے
ہے کِتنا سادہ نصیریوں کا جواب دیکھو

علیؑ کی بیٹی نے شام و کوفہ اُلٹ دیا ہے
بنامِ زینبؑ علیؑ کا زورِ خطاب دیکھو

لہو کی جھنکار سے زمانہ لرز رہا ہے
حسینیت لا رہی ہے کیا انقلاب دیکھو

بنے ہیں سارے مکان اشکوں کے موتیوں سے
خدا کی جنت میں رونقِ شہرِ آب دیکھو

سروشؔ بھی ہو گیا ہے عشقِ علیؑ کا حامل
فقیر دیکھو یہ دولتِ بے حساب دیکھو

روشن بہت رسولؐ کی جو رہگذار ہے
سب دامنِ حسینؑ کا گرد و غبار ہے

بے مرضیٔ حسینؑ خدا کے رسولؐ کو
سجدے سے سر اُٹھانے کا کب اختیار ہے

چاہیں جدھر کو رُخ یہ نبوّت کا موڑ دیں
ہاتھوں میں اِنکے زُلفِ نبیؐ کی مہار ہے

پوچھا جو کہکشاں کو تو کہنے لگا فلک
سب دامنِ حسینؑ کا گرد و غبار ہے

قرآں مٹے گا اور نہ مٹے گا غمِ حسینؑ
دونوں ہیِ کی بقا کا خدا ذمہ دار ہے

دیکھا ہے اہلِ دل نے سن اکسٹھ (۶۱) کے بعد سے
کعبے کے گرد کرب و بلا کا حصار ہے

جبریل پَر سنبھال ارے جبریل پَر سنبھال
یہ ذوالفقار ہے ارے یہ ذوالفقار ہے

تعریف کیا ہو اشکِ عزائے حسینؑ کی
یہ بھی حسینیت کی طرح بے کنار ہے

کھُلتا نہیں جو ذاتِ علیؑ کا مُعامِلہ
کچھ ہم سے ہے چھپا ہوا کچھ آشکار ہے

ہوں دفن کربلا و نجف میں تو اے سروشؔ
نے پوچھ تاچھ ہے نہ لحد کا فشار ہے

نورِ احمدؐ ایک نورِ حیدرِ کرار دو
تیرے اے حسنِ ازل ہیں آئینہ بردار دو

بغضِ حیدرؑ کے سبب جن کے دلوں میں تھی کجی
تھے تصرّف میں نبیؐ کے بس یہی بیکار دو

اک سرِ فرشِ پیمبرؐ اِک سرِ عرشِ بریں
نفسِ حیدرؑ نے لگائے رات بھر بازار دو

مجھ سے بھی اپنے نواسوں کی سنو اِک منقبت
جام کوثر کے مجھے بھی یا نبیؐ دوچار دو

ایک ضربِ یومِ خندق اِک ہنسی بے شیر کی
حق کی خاطر کیا برابر کے ہوئے یہ وار دو

آتے ہی عونؑ و محمدؑ کے قیامت آگئی
کیا ہو جب آ جائیں رَن میں حیدرِؑ کرار دو

رن میں سارے اشقیاء کو تھا اجل کا مشورہ
سب عروسِ تیغِ قاسمؑ پر سروں کو وار دو

بازوئے عباسؑ بھی کام آئے تو شہؑ نے کہا
ایک سے اب ہو گئے لو جعفرِ طیار دو

قید لی سجادؑ نے چھوڑا نہ صغراؑ نے وطن
دیں کی صحت کے لئے کام آئے یہ بیمار دو

کربلا کے بعد زینبؑ اور زین العابدینؑ
تھے حسینی قافلے کے قافلہ سالار دو

بابِ حیدرؑ پر ستارا ہو کہ ہو حُرؑ کا نصیب
اے سروشؔ ایسے نہ دیکھے طالعِ بیدار دو

علیؑ کے ذِکر سے دنیا میں نام روشن ہے
مرا چراغ بھی بالائے بام روشن ہے

یہ کِس کا چاند پسِ اژدھام روشن ہے
کہ جسکے حُسن سے بازارِ شام روشن ہے

چراغِ آلِ نبیؐ تا ابد رہے روشن
اِسی سے سارے رسولوں کا نام روشن ہے

وہی تو لڑتا رہا رات بھر ہواؤں سے
وہ اِک چراغ جو بالائے بام روشن ہے

بھڑک رہی ہے دِلوں میں جو انتقام کی آگ
اُسی سے فکرِ ظہورِ امام روشن ہے

علیؑ کے ہاتھ سے چلتی ہے جانچ کرنسلیں
تیری نگاہ بہت اے حسام روشن ہے

جلیں گے اب درِ زہراؑ پہ ھَل اتی کے چراغ
کہ تین دِن ہوئے فاقوں سے شام روشن ہے

وہ جس کے لہجے میں اللہ نے کلام کیا
اُسی کے نور سے میرا کلام روشن ہے

چراغِ خیمہ بجھایا حسینؑ نے لیکن
اندھیرا ہے کہ بصد احترام روشن ہے

جنابِ خِضر یہیں پر کہیں ہے آبِ حیات
یہاں فرات کا پانی تمام روشن ہے

کہا یہ شامِ غریباں نے دیکھکر رُخِ جونؑ
زمیں پہ کیا کوئی ماہِ تمام روشن ہے!

لحد میں روشنی دیتے ہیں داغ ماتم کے
غمِ حسین علیہ السلام روشن ہے

سروشِ حلقِ بُریدہ سے ہے لہو جاری
کہ لَو چراغ کی زیرِ حُسام روشن ہے

داغِ دِل سورج بنا آنسو ستارہ بن گیا
اے غمِ شبیرؑ سب کچھ حسبِ منشا بن گیا

اک تبسّم بن گیا تعویذِ دیوارِ حرم
اِک تبسّم کربلا کا اِستعارا بن گیا

خون میں ڈوبا تبسّم اصغرِ بے شیر کا
مقصدِ شبیرؑ کے چہرے کا غازہ بن گیا

رَن میں جب لاشے شہیدوں کے تڑپ کر رہ گئے
بے زباں اصغرؑ جوابِ استغاثہ بن گیا

گھِر کے بحرِ رنج و غم میں دی جو حیدرؑ کو صدا
موج کشتی بن گئی طوفاں کنارا بن گیا

گھٹنیوں راہِ شہادت میں چلا یوں بے زباں
خوابِ ابراہیمؑ کی آنکھوں کا تارا بن گیا

دھڑکنیں کرنے لگیں گہوارہ جنبانی کا کام
یادِ اصغرؑ کے لیے دِل گاہوارہ بن گیا

گردنِ اصغرؑ پر تھی مقصدِ شبّیرؑ کی
ظلم اپنے تیر کا خود ہی نشانہ بن گیا

یوں پھلا پھُولا عزاء خانے میں غازی کا علم
دس محرّم آتے آتے نخلِ طوبیٰ بن گیا

بارشِ اشکِ عزاء سے اے غمِ کرب و بلا
دِل کی دیواروں پہ مقتل کا نظارہ بن گیا

❁❁❁

میثمؑ نے سبق دے کے سرِ دار وفا کا
افلاک پہ پہنچا دیا معیار وفا کا

ہمراہیٔ مرسلؐ نہیں معیار وفا کا
خود کھل گیا ہجرت میں اداکار وفا کا

اب عرشِ معلّیٰ ہے خریدار وفا کا
یہ فرشِ پیمبرؐ ہے کہ بازار وفا کا

جب سے کہ ہُوا چاند نمودار وفا کا
زہراؑ کا ہے گھر مطلعِ انوار وفا کا

کیوں ہو نہ فزوں حسنِ طرحدار وفا کا
دریا ہو جہاں آئینہ بردار وفا کا

کلمہ جسے پڑھوادے علمدارؑ وفا کا
بن جاتا ہے وہ بوذرؓ و عمارؓ وفا کا

مِل جائے جسے سایۂ دیوار رفا کا
شعلوں میں کِھلا سکتا ہے گلزار وفا کا

حیدرؑ نے دُعا مانگی تو بھجوا دِیا رَب نے
اپنے لئے رکھا تھا جو شہکار وفا کا

(ق)

آدم صفی اللہ سے مریم کے پسر تک
گھٹتا رہا بڑھتا رہا معیار وفا کا

لیکن ابوطالبؑ سے سکینہؑ کے چچا تک
خالق کی طرح ایک تھا معیار وفا کا

کعبے میں تو دو نبیوں کے ہاتھوں کی تھی محنت
یاں ہاتھ بھی رکھتا نہیں معمار وفا کا

محشر میں بھی یہ قرض ادا ہو تو ادا ..
مقروض نہ چھوٹا کوئی زنہار وفا کا

اے دل شبِ عاشور سے محشر کی سحر تک
کہلائے گا حُر طالعِ بیدار وفا کا

تیغوں پہ گلے دھرنے گئے شاہ کے انصار
دیکھا نہ تھا اِس طرح سے اظہار وفا کا

کاٹے سر و بازو تو وفاداروں کے لیکن
سر کاٹ نہ پائی کوئی تلوار وفا کا

جو ضربتِ حیدر سے بھی دو ہاتھ ہے آگے
اِک صبر کی ضربت ہے اور اِک وار وفا کا

دونوں کبھی اِک چھت کے تلے رہ نہیں سکتے
تو ظلم کا حامی میں طرفدار وفا کا

عباسؑ علمدار کے پہلو میں بصد شان
اصغرؑ بھی ہے ننھا سا علمدار وفا کا

ہر رِجس نہ کیوں دور رہے آلِ نبیؐ سے
ہے چادرِ تطہیر میں ہر تار وفا کا

دِل میں جو میرے اُلفتِ عباسؑ علیؑ ہے
سینہ ہے یہ گنجینۂ اَسرار وفا کا

اے دل ذرا سجادؑ کے تلوؤں کی خبر لے
ہر آبلہ ہے دیدۂ خونبار وفا کا

قرآں کو گراں قدر کیا کرکے تِلاوت
سر نوکِ سناں پر سرِ بازار وفا کا

ہے آج سرؔوش اس قدر الہامِ مسلسل
کہلائیں گے قرآن یہ اشعار وفا کا

مانگنے والوں کے دِل کو یہ یقیں ہے عباسؑ
نہیں کہنا تیرا دستور نہیں ہے عباسؑ

سب کہیں حُسن میں اکبرؑ کا نہیں کوئی جواب
علیؑ اکبر یہ کہیں مجھ سے حسیں ہے عباسؑ

مادرِ محسنؑ و حسنینؑ کہیں اپنا پسر
یوں بھی دیکھو پسرِ ام البنینؑ ہے عباسؑ

جنگ سے روک کے بھائی کو یہ کہتے تھے حسینؑ
کُلِّ ایماں کی قسم کُلِّ یقیں ہے عباسؑ

جنگ کرنے کے لئے نیزہ و شمشیر تو کیا
اپنے ہاتھوں کا بھی محتاج نہیں ہے عباسؑ

آرہی ہے در و دیوار سے خوشبوئے وفا
ایسا لگتا ہے کہ اِس وقت یہیں ہے عباسؑ

جب بھی مشکل میں پُکارا تو یہ محسوس ہوا
دِل سے نزدیک رگِ جاں سے قریں ہے عباسؑ

آج ہر شہر میں لہراتا ہے پرچم تیرا
آج ہر مُلک ترے زیرِ نگیں ہے عباسؑ

اِس کو اِک ہلکی سے ٹھوکر ہی لگادے مولاؑ
علقمہ کی تیرے قدموں پہ جبیں ہے عباسؑ

اِس طرح یاد ہیں بچوں کو بھی القاب ترے
جس طرح نادِ علی ذہن نشیں ہے عباسؑ

میں اُٹھاؤں یہ علم تیرے سہارے کے بغیر
میرے ہاتھوں میں وہ قوت ہی نہیں ہے عباسؑ

ڈھونڈنے سے بھی زمیں پر کوئی پیاسا نہ مِلا
علقمہ جب سے تیرے زیرِ نگیں ہے عباسؑ

شاہِ والا سے فقط اِذنِ وغا مِل جائے
ہاتھ کٹنے پہ بھی مجبور نہیں ہے عباسؑ

کہہ رہا تھا سرِ عباسؑ سے زینبؑ کا جلال
ہاں اُلٹ دے یہی کوفے کی زمیں ہے عباسؑ

کُلِ ایماں کو تو احزاب کے دن دیکھ چکے
کربلا میں ابوطالبؑ کا یقیں ہے عباسؑ

لباس میرے تخیّل کو اِنّما نے دیا
ہمیشہ رزقِ سخن مجھ کو ھل اتیٰ نے دیا

ثبوتِ حُبِّ علیؑ یوں مرے خدا نے دیا
نہ گفتگو میں نہ لہجے میں فرق آنے دیا

خوشی وِلادتِ حیدرؑ کی تھی اگر بدعت
جدارِ کعبہ کو کیوں حق نے مُسکرانے دیا

ہوئیں علیؑ ولی پر عنایتیں کیا کیا
مِلی رسولؐ کی دُختر مکاں خدا نے دیا

ہر ایک رِجس محافل سے دور رہتا ہے
ثبوت اِس کا ہمیں ذکرِ مرتضیٰؑ نے دیا

وفا کا درس جو عباسِ باوفا نے دیا
تو خود چراغ جلا کر مجھے ہوا نے دیا

حسنؑ حسینؑ تو مِل ہی چکے تھے ام بنینؑ
اِک اور اپنا پسر تمکو فاطمہؑ نے دیا

ہمیشہ کہتے تھے عابدؑ کہ مثلِ عمِ نبیؐ
سہارا دینِ خدا کو مرے چچا نے دیا

سکینہؑ بعدِ جری اتنی ہو گئی محتاط
خیالِ آب کو نزدیک بھی نہ آنے دیا

نگاہ میں تھا نواسے کا آخری سجدہ
جو طول سجدے کو سردارِ انبیاءؐ نے دیا

تمام بخششیں سبطِ نبیؐ کی تھیں ہی مگر
لہو کا قرض بھی کعبے کو کربلا نے دیا

شریکِ گریۂ بنتِ رسولؐ ہیں ہم لوگ
شرَف یہ خاص ہمیں مجلسِ عزاء نے دیا

❀❀❀

میں ہوں درِ عباسؑ ہے اور میری جبیں ہے
سب کہنے کی باتیں ہیں فلک ہے نہ زمیں ہے

زخمی ہے مگر کرب و بلا کتنی حسیں ہے
جنت کہیں دُنیا میں اگر ہے تو یہیں ہے

آنکھوں میں ہے دل میں ہے رگِ جاں سے قریں ہے
عباسِ علی کس جگہ موجود نہیں ہے

کیوں مدحتِ عباسؑ میں لکنت ہے زباں کو
دیکھو کہیں محفل میں سکینہؑ تو نہیں ہے

کب مشک چھدی یاد ہے عباسؑ کو لیکن
کب کٹ گئے شانے یہ اُنہیں یاد نہیں ہے

"ہمت ہو تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی"
عباسؑ تو ہاتھوں کا بھی محتاج نہیں ہے

مکّے میں تو حیدرؑ تھے امینِ شبِ ہجرت
یاں بنتِ علیؑ شامِ غریباں کی امیں ہے

اُتنا ہی یقیں ہے تری امداد کا مجھ کو
جتنا مجھے زہراؑ کی دُعاؤں کا یقیں ہے

ہمراہِ امامؑ آئینگے عباسؑ بھی اِک دِن
اِس بات کا ہر ٹوٹے ہوئے دِل کو یقیں ہے

کِس نے کہا لوٹ آیا ہوں میں کرب وبلا سے
میں بھی ہوں وہیں اور مرا دِل بھی وہیں ہے

ہر مُلک میں لہراتا ہے غازی ترا پرچم
لگتا ہے کہ ہر مُلک ترے زیرِ نگیں ہے

عباسؑ ترے دم سے ہے سرورؑ کی حکومت
تو فخرِ سلیماں کی انگوٹھی کا نگیں ہے

دو انگلیوں سے توڑ دے دروازۂ خیبر
وہ جس کی غذا سوکھی ہوئی نانِ جویں ہے

عاشور کے ہنگام میں اصغرؑ کا تبسّم
فرزندِ پیمبرؐ کے لیے فتحِ مبیں ہے

اُتری ہے سروشِ آیۂ تطہیر جہاں پر
عباسِؑ علمدار اُسی گھر کا مکیں ہے

علمدار شہؑ کی وفا سج رہی ہے
فرات آئینہ بن کے ٹھہری ہوئی ہے
(یہ مطلع مجھے خواب میں عطا ہوا)

عباسؑ ہے وہ اسمِ اعظم کہ ڈھال بھی ہے تلوار بھی ہے
جو ہوش اُڑادے دشمن کے اِس نام میں وہ جھنکار بھی ہے

کہتے تھے لعیں حیرت ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور بیمار بھی ہے
سجّاد تیرے قدموں کی دَھمک للکار بھی ہے یلغار بھی ہے

اے دشمنِ حیدرؑ مت ہو خفا میں تجھ کو اگر اِبلیس کہوں
واقف ہے تو اِنکے رتبے سے اور طاعت سے انکار بھی ہے

مومن پہ کھُلے اسرارِ خفی پائے نہ منافق راہ کبھی
اے معرفتِ مولودِ حرم تو دَر بھی ہے دیوار بھی ہے

رُخ اپنا تو ہر دم اے موسیٰؑ رہتا ہے علیؑ کے گھر کی طرف
خیرہ بھی نہیں ہوتیں آنکھیں اور جلوؤں کی تکرار بھی ہے

عباسؑ کا روضہ دنیا میں ہو کیوں نہ خلائق کا مرکز
سجدوں کے لئے درگاہ بھی ہے منگتوں کے لئے دربار بھی ہے

زہراؑ نے کہا تجھے اپنا پسر اِس رُخ سے اگر سوچیں رُک کر
ہے تو بھی نواسہ احمدؐ کا اور جنّت کا سردار بھی ہے

خود مشک و علم ہیں داد طلب عباسؑ کا ہے دُہرا منصب
سقہ ہے سکینہؑ پیاسی کا لشکر کا علمبردار بھی ہے

عباسؑ خیامِ سرورؑ تک پہنچے گی نہ اب دشمن کی نظر
جو تیغ سے تم نے کھینچ دیا وہ خط ہی نہیں دیوار بھی ہے

صفین کے لشکر میں جیسے ہمراہِ علیؑ عمارؓ بھی ہے
مسجد کی صفوں میں بس یونہی شبّیرؑ کا ماتم دار بھی ہے

بھاگی ہوئی فوجیں کہتی تھیں یہ خوف سے آنکھیں مَل مَل کر
عباسِ علیؑ تو دریا کے اِس پار بھی ہے اُس پار بھی ہے

دانتوں میں دبائے مشکیزہ عباسؑ ابھرتے ڈوبتے ہیں
باڑھ آئی ہوئی ہے تیغوں کی اور تیروں کی بوچھار بھی ہے

کہتے تھے نکیرین آپس میں اِسکو نہ جگاؤ سونے دو
لگتا ہے علیؑ کا دیوانہ شبّیرؑ کا ماتم دار بھی ہے

محبت میں علیؑ کی ہم فرازِ دار تک پہنچے
فرازِ دار سے پھر خُلد کے گلزار تک پہنچے

کہاں ممکن یہ مدحت ہاشمی معیار تک پہنچے
خلوصِ دِل مرا یارب علمبردار تک پہنچے

کب اُس میں تاب ہے غازی کے جو دربار تک پہنچے
بہت پہنچے تو سورج سایۂ دیوار تک پہنچے

ہے حکم شہؑ نہ اب دستِ جری تلوار تک پہنچے
کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ خبر اشرار تک پہنچے

دُعا نے بَن کے دستِ فاطمہؑ جب دستگیری کی
علیؑ کے ہاتھ تب قدرت کے اِس شہکار تک پہنچے

کہا امّ البنین نے یا علیؑ بس یہ تمنّا ہے
میرا معصوم بھی بنتِ نبیؐ کے پیار تک پہنچے

سرِ کرب و بلا دیکھو گے بدر و خیبر و خندق
ذرا ٹھہرو جری کا ہاتھ تو تلوار تک پہنچے

سرِ میدان اپنی موت کی تصویر کھنچوانے
ہزاروں سورما اِس تیغ کے فنکار تک پہنچے

لبِ دریا بلندی دیکھنے کو پرچمِ حق کی
وفا کے آسماں پائے علمبردار تک پہنچے

نشاں راہ تھے دستِ برُیدہ ظلم کے بَن میں
جبھی تو شاہِ دیںؑ لاشِ علمبردارؑ تک پہنچے

گئے تو ابنِ مریمؑ بس گئے چرخِ چہارم پر
مسیحائی میں کب وہ عابدؑ بیمار تک پہنچے

یہی کچھ سوچ کر عابدؑ نے پہنی ہونگی زنجیریں
نہ اب یہ سلسلہ سرورؑ کے ماتم دار تک پہنچے

چلا دے داد اور تحسین کی ایسی ہوا یارب
کہ اُڑ کر یہ قصیدہ جعفرِؑ طیّار تک پہنچے

سروشِ دِل حزیں عباسؑ کو اپنا وسیلہ کر
کہ یہ خونیں نواء سمعِ شہؑ ابرار تک پہنچے

با ادب رہنا سخی ابنِ سخی کے سامنے
موجِ دریا شور مَت کرنا جری کے سامنے

علقمہ روشن تو کرتی ہے چراغِ موجِ آب
جل نہ پائے گا ہوائے تشنگی کے سامنے

لافتائی کا قصیدہ پڑھ کے بولے جبرئیل
ہے ثناء اُستاد کی اِس مُبتدی کے سامنے

اِس طرح عباسؑ کے چلّو میں ہے نہرِ فرات
جیسے ہو صفین کا لشکر علیؑ کے سامنے

جس نے بھی بعدِ علیؑ دعویٰ سلونی کا کیا
ہو گیا رُسوا وہ علم و آگہی کے سامنے

یا علیؑ کو رَب کہیں یا مظہرِ رَب مان لیں
دو ہی رستے ہیں تمہارے شافعی کے سامنے

جو نصیری کہہ گیا بلکل غلط بھی تو نہیں
تم مگر یہ بات مت کہنا کسی کے سامنے

زم زم و تسنیم و کوثر کی سبیلیں یا حسینؑ
دم بخود ہیں آپ کی دریا دِلی کے سامنے

جانتا تھا معنیٰ لا ترفعوا اصواتکم
با ادب حُرؒ تھا جو فرزندِ نبیؐ کے سامنے

سیدہؑ یاں روز آکر بانٹتی ہیں جنتیں
بیٹھ جا درگاہِ عباسِؑ علیؑ کے سامنے

۞۞۞

خدا کی جانب سے مرتضیٰ کے سوال کا حق ادا ہوا ہے
جہاں سے گل ذوالفقار آئی وہیں سے بیٹا عطا ہوا ہے

نہ ایسا منظر کسی نے دیکھا نہ ایسا عہدِ وفا ہوا ہے
اُجالے بیٹھے ہیں سر جھکائے چراغِ خیمہ بجھا ہوا ہے

اے ارضِ کعبہ تو کربلا کی برابری کس طرح کریگی
یہاں تو سینے ہیں چاک اب تک ترا گریباں سِلا ہوا ہے

علیؑ نے دو اُنگلیوں کی قوّت سے روک رکھا تھا بابِ خیبر
یہاں تو عباسؑ کی نگاہوں پہ سارا لشکر رُکا ہوا ہے

علم کو لیکر چلا جو غازی تو کوئی میدان میں نہ ٹھہرا
نسیم پرچم کی تھی کہ آندھی جو سارا لشکر ہَوا ہُوا ہے

یزیدیوں کے سروں پہ جیسے چمک کے بجلی ٹھہر گئی ہو
جری کی تلوار روک لینا حسینؑ کا معجزہ ہوا ہے

نہیں یہ تیرِ ستم کے بدلے صغیر کا جاوداں تبسم
یہ گویا رُخسارِ کربلا پر چمکتا آنسو رُکا ہوا ہے

سروشؔ میدانِ کربلا میں عیاں ہے محشر کی صبح لیکن
بتا رہا ہے یہ حُرؑ کا آنا کہ بابِ توبہ کُھلا ہوا ہے

واللہ عجب صاحبِ توقیر ہیں عباسؑ
قرآنِ لبِ مادرِ شبّیرؑ ہیں عباسؑ

کہتے تھے لعیں قلعۂ شبیرؑ ہیں عباسؑ
لاکھوں سے بھی ناقابلِ تسخیر ہیں عباسؑ

دیں ہاتھ کو جنبش تو ابھی حشر ہو برپا
قدرت ہے جو روکے ہوئے شمشیر ہیں عباسؑ

کیا نصرتِ فرزندِ پیمبرؐ کی خوشی ہے
بھائی کی طرح حُرؑ سے بغلگیر ہیں عباسؑ

بچپن ہی سے پابند ہیں حکمِ شہؑ دیں کے
قیدی نہیں شائستۂ زنجیر ہیں عباسؑ

زینبؑ کو جو پوچھو تو وہ ہیں ثانیٔ زہراؑ
اور حاشیۂ چادرِ تطہیر ہیں عباسؑ

موجیں یہ نہیں تیری وفاؤں کے قصیدے
بہتے ہوئے دریاؤں پہ تحریر ہیں عباسؑ

اِنکو بھی کہیں سجدہ نہ کر بیٹھیں نصیری
سر تا بہ قدم باپ کی تصویر ہیں عباسؑ

نام اے صلِ علیٰ حضرتِ عباسؑ کا نام
خود نبیؐ نے تھا رکھا حضرتِ عباسؑ کا نام

لینا آسان نہ تھا حضرتِ عباسؑ کا نام
یا علیؑ کہہ کے لیا حضرتِ عباسؑ کا نام

دو ہی چیزیں تو مریضوں کو شفا دیتی ہیں
صُرۂ خاکِ شفاء حضرتِ عباسؑ کا نام

میں نے کاغذ پہ سیاہی سے لکھا تھا لیکن
روشنی دینے لگا حضرتِ عباسؑ کا نام

ہم نے دیکھا ہے کہ بہتے ہوئے دریاؤں پر
لکھتی رہتی ہے ہَوا حضرتِ عباسؑ کا نام

یک بہ یک گونج اُٹھی تیغِ علیؑ کی جھنکار
بے وضو کس نے لیا حضرتِ عباسؑ کا نام

کہہ دیا مادرِ حسنینؑ نے جب اپنا پسر
آ گیا زیرِ کساء حضرتِ عباسؑ کا نام

شہؑ نے لپٹا لیا بڑھ کر اُسے بھائی کی طرح
حُر کے منہ سے جو سُنا حضرتِ عباسؑ کا نام

ہو کے بے آبرو کوثر سے پلٹنے والے
کیا تجھے یاد نہ تھا حضرتِ عباسؑ کا نام

اسمِ اعظم ہے یہ لازم ہے حفاظت اِس کی
دشمنوں کو نہ سِکھا حضرتِ عباسؑ کا نام

موج دریا نے عقیدت سے اُسے چوم لیا
تھا عریضے پہ لکھا حضرتِ عباسؑ کا نام

آنسوؤں سے منقبت لکھی گئی عباسؑ کی
کیا کروں یاد آ رہی تھی تشنگیِ عباسؑ کی

دو جہاں میں بنٹ رہی ہے روشنی عباسؑ کی
چاند سورج کر رہے ہیں نوکری عباسؑ کی

تعزیہ خانوں سے جب باہر نکلتے ہیں علم
کس قدر محسوس ہوتی ہے کمی عباسؑ کی

میرا دعویٰ ہے ابھی اُس کی زباں جل جائے گی
اِک ذرا جھوٹی قسم کھائے کوئی عباسؑ کی

ہاتھ کٹنے پر سپاہِ شام کی طعنہ زنی
اور وہ رَن میں مثلِ شبّرؑ خامشی عباسؑ کی

عصر کے ہنگام میں گونجی جو ھَل مِن کی صدا
لب ہلے شبّیرؑ کے آواز تھی عباسؑ کی

عصر تک تو فتح کرلی کربلا بے شیرؑ نے
آرزوئے جنگ باقی رہ گئی عباسؑ کی

مشک جب چھیدی گئی پشتِ فرس سے گر پڑے
در حقیقت مشک میں تھی زندگی عباسؑ کی

اِتنا روئے قید میں قبرِ سکینہؑ پر حرم
آنسوؤں سے بن گئی تصویر سی عباسؑ کی

ہم نے یہ اکثر سُنا ہے زائرینِ شاہؑ سے
کربلا تک لے گئی ہے رَہبری عباسؑ کی

کیسی جلوؤں کی فراوانی ہے اِن میں اے خدا
گر اِجازت ہو تو کرلوں بندگی عباسؑ کی

دیکھتے ہی دیکھتے دِن آگیا عاشور کا
آج صورت دیکھتا ہے ہر کوئی عباسؑ کی

میرا اِک اِک لفظ پھر کیوں کر نہ روشن ہو سروشؔ
فکر کے فانوس میں ہے روشنی عباسؑ کی

✿✿✿

آئینہ خانہ وفاؤں کا سجا کر عباسؑ
شاہِ والا کو دیئے تو نے بہتّر عباسؑ

کس سے تشبیہہ دوں میں تیرے قدِ بالا کی
صرف کعبہ ہے تیرے قد کے برابر عباسؑ

بابِ خیبر تیرے بابا کو سبک کیوں نہ لگے
تیری نظروں پہ ہے نو(۹) لاکھ کا لشکر عباسؑ

کہتی ہیں مادرِ حسنینؑ تجھے اپنا پسر
حق ہے گر تجھ کو لکھوں سبطِ پیمبرؐ عباسؑ

تیرے چلّو کا تھا پھینکا ہوا پانی جس سے
آج تک پیاس بجھاتے ہیں سمندر عباسؑ

پر زمرُّد کے اِسے بھی یدِ قدرت نے دیئے
ہاتھ کٹوا کے ہوا ثانیٔ جعفرؑ عباسؑ

سچ تو یہ ہے کہ خدا سے نہیں ڈرتے ظالم
اب بھی دِل میں ہے یزیدوں کے ترا ڈر عباسؑ

آج بھی کرتا ہے پانی تیرے روضے کا طواف
آج تک بھی ہیں یہ دریا ترے نوکر عباسؑ

اِنکی روزی کی نہیں ہے بہ خدا فکر مجھے
میرے بچوں کو تیرا نام ہے ازبر عباسؑ

کیا تقابُل مَن و سلویٰ کا تبرک سے تیرے
حشر تک بٹتا رہیگا تیرا لنگر عباسؑ

✿✿✿

اے تشنہ لبو خضرؑ نہ الیاسؑ مِلیں گے
دریاؤں پہ اب حضرتِ عباسؑ مِلیں گے

قرآں کے ہر اک موڑ پہ تم کو میرے مولاؑ
الحمد سے تا سورۂ والناس مِلیں گے

یہ بزم ہے حیدرؑ کے محبوں کی یہاں پر
قرآں میں بسائے ہوئے انفاس مِلیں گے

حیدرؑ کے عدو لاکھ ہوں قارونِ زمانہ
دِل اُنکے مگر کُشتۂ اِفلاس مِلیں گے

تم جب بھی مِلو شبہہؑ کے عزادار سے تم کو
پلکوں پہ چمکتے ہوئے الماس مِلیں گے

کچھ دیر کو سوئیں بھی اگر شہؑ کے عزادار
حُرؑ کی طرح جاگے ہوئے احساس مِلیں گے

حُرؑ بن کے چلو یا کہ حبیبؑ ابنِ مظاہر
شبّیرؑ سے پہلے تمہیں عباسؑ مِلیں گے

میں مدحِ علیؑ پلکوں سے لکھّونگا کفن پر
مرقد میں کہاں خامہ و قرطاس مِلیں گے

✿✿✿

منقبت کی بزم ہے یا کار زارِ مرتضیٰؑ
ہر ذہن میں بولتی ہے ذوالفقارِ مرتضیٰؑ

بعدِ احمدؐ تھے یہی کچھ غمگسارِ مرتضیٰؑ
بوذرؓ و سلمانؓ و زہراؑ ذوالفقارِ مرتضیٰؑ

نفس اپنا بیچ کر خالق کی مرضی مول لی
ساری دنیا سے الگ ہے کاروبارِ مرتضیٰؑ

دینِ خالق کا کبھی نقصان ممکن ہی نہیں
مصطفیٰؐ نے باندھ رکھّا ہے حصارِ مرتضیٰؑ

مرتضیٰؑ کو لوگ کہتے ہونگے جب پروردگار
مُسکراتا ہوگا خود پروردگارِ مرتضیٰؑ

کیا مٹائیگی یہ دنیا مرتضیٰ کے نام کو
دوشِ احمدؐ پر ہیں نقشِ پائیدارِ مرتضیٰ

(مطلع)

تھا علمدارِ حسینی اعتبارِ مرتضیٰ
ہاتھ کٹوا کر بچالایا وقارِ مرتضیٰ

کربلا کی جنگ میں اپنی نیابت کیلئے
مرتضیٰ خود کر رہے تھے انتظارِ مرتضیٰ

جانثاروں کو مزہ آجائیگا پھر اے حسینؑ
ہاتھ ہوں عباسؑ کے اور ذوالفقارِ مرتضیٰ

حضرت عباسؑ پہرے پر ہیں یا خیموں کے گرد
شاہِ دیںؑ نے کھینچ رکھّا ہے حصارِ مرتضیٰ

نیند سے ڈورے گلابی ہو رہے تھے اے سروشؔ
تھا شبِ ہجرت کی آنکھوں میں خُمارِ مرتضیٰ

۞۞۞

کام یہ ممکن نہیں تھا انبیاء کے واسطے
فاطمہؑ کا لال تھا بَس کربلا کے واسطے

مانگنے فرزند اِک کرب و بلا کے واسطے
مرتضیٰؑ نے ہاتھ اُٹھائے ہیں دُعا کے واسطے

جب علیؑ نے فاطمہؑ کے واسطے سے کی دُعا
پَر مہیّا ہو گئے گویا دُعا کے واسطے

ہاں تولد ہوگا جو ام البنینؑ کے بطن سے
ایک بیٹا اور بھی ہے فاطمہؑ کے واسطے

ساتھ رکھتے ہیں سدا ام البنینؑ کے پھول کو
حضرتِ شبّیرؑ خوشبوئے وفا کے واسطے

چہرۂ عباسؑ پڑھیئے ہے یہ قرآنِ وفا
یہ کتاب اُتری ہے سبطِ مصطفٰیؐ کے واسطے

بات کچھ جچتی نہیں ہے ساقیٔ کوثرؑ کا لال
تیغ کھینچے اور نہرِ علقمہ کے واسطے!

آئے جب عباسؑ دنیا میں تو ہاتف نے کہا
آ گیا مشکل کشاء مشکل کشاء کے واسطے

آسمانوں میں خدا کی جنّتیں ہیں بے قرار
پرچمِ عباسِؑ غازی کی ہوا کے واسطے

عشق کہتے ہیں اِسے رہتے تھے دونوں بے قرار
کربلا شہؑ کے لئے شہؑ کربلا کے واسطے

ہاں یہ سچ ہے ابنِ مریمؑ کربلا سے پیشتر
آسمانوں تک گئے خاکِ شفاء کے واسطے

بعدِ احمدؐ دی جنہوں نے فاطمہؑ کے گھر کو آگ
نارِ دوزخ بھی ہے کم اُنکی سزا کے واسطے

ہیں علیؑ بالیں پہ ہٹ جا راستے سے اے بدن
اب تو اے دیوار در بن جا خُدا کے واسطے

تھے ابوطالبؑ ہمیشہ ہی بھتیجے پر فِدا
خود نبیؐ بھی جان دیتے تھے چچا کے واسطے

لے ہی لی اللہ سے آخر صراطِ مستقیم
ہم نے دے دے کر علیؑ کے نقشِ پا کے واسطے

سیدِ سجادؑ نے دیکھا جو طوقِ خار دار
کردیا سر اپنا خم شکرِ خدا کے واسطے

اپنا دامن جلتے خیموں سے بچانا تھا اُسے
کربلا میں سخت مشکل تھی ہَوا کے واسطے

شام میں اُن منزلوں پر آج زینبؑ ہے جہاں
صبر مشکل ہوگیا تھا فاطمہؑ کے واسطے

قدرتِ حق نے بھی خود کیا کیا کیئے ہیں اہتمام
اے غمِ شبیرؑ زہراؑ کی رِضا کے واسطے

آسماں کا شامیانہ چاند سورج کے علم
اور بچھائی ہے زمیں فرشِ عزاء کے واسطے

اے سروشؔ اپنی دُعا خالی گئی اِس سال بھی
دِل تڑپ کر رہ گیا کرب و بلا کے واسطے

کربلا کی لہروں کے دائرے کہاں تک ہیں
بنتِ فاطمہؑ تیرے معرکے کہاں تک ہیں

راہیں شام و کوفہ کی پوچھنے لگیں تھک کر
اور صبرِ زینبؑ کے راستے کہاں تک ہیں

سُن کے خطبۂ زینبؑ سوچنے لگی دنیا
"منبرِ سلونی کے سِلسلے کہاں تک ہیں"

ہر خزاں کی آمد پر سوچتا ہوں شہزادی
تیری بے رِدائی کے مرثیے کہاں تک ہیں

قصرِ شام و کوفہ کی ہل گئی ہیں بنیادیں
قیدیوں کے ماتم سے زلزلے کہاں تک ہیں

اب بھی دستِ زینبؑ ہے ظلم کے گریباں پر
دیکھنا ہے یہ ہمکو ہم بچے کہاں تک ہیں

کربلا میں اُٹھ اُٹھ کر دیکھتی تھیں تلواریں
سر کٹانے والوں کے حوصلے کہاں تک ہیں

کُل حسینؑ کے ساتھی کُل کے کُل بہتّر تھے
اب حسینؑ کی فوجیں دیکھیئے کہاں تک ہیں

ہم دعائے زہراؑ کی سرحدوں تک آئے ہیں
کیا خبر اِن اشکوں کے قافلے کہاں تک ہیں

اے سروشؔ مجلس میں آئے عرش والے بھی
دیکھ فرشِ مجلس کے رابطے کہاں تک ہیں

❁❁❁

ظہر تک عباسؑ تھا شبیرؑ کے لشکر کا نام
لشکرِ شبیرؑ ہے اب زینبؑ مضطر کا نام

جس طرح ذکرِ علیؑ ہے زینتِ منبر کا نام
ذکرِ زینبؑ افتخارِ مجلسِ سرورؑ کا نام

سایۂ رحمت ہے فرقِ پاک کی چادر کا نام
حشر ہے زینبؑ ترے بدلے ہوئے تیور کا نام

خاکِ مقتل بیکسوں کے مقنع و چادر کا نام
ریسماں کرب و بلا کے قیمتی زیور کا نام

عرشِ اعلیٰ آسماں پر مرتضیٰؑ کے گھر کا نام
خانۂ کعبہ زمیں پر آپ کے دفتر کا نام

دستِ قدرت نے بجائے صبر و استقلال کے
لکھ دیا لوحِ ازل پر زینبؑ مضطر کا نام

اللہ اللہ چادرِ بنتِ علیؑ کی وسعتیں
وسعتِ کونین ہے اِک گوشۂ چادر کا نام

کربلا تک آتے آتے اشتیاقِ جنگ میں
ہو گیا عونؑ و محمدؑ ایک اِک لشکر کا نام

اصطلاحِ عام میں تو ریسماں کہتے ہیں لوگ
ثانیِ زہراؑ میں کیا لکھوں ترے زیور کا نام

کربلا سے تا ظہورِ قائمِ آلِ عباؑ
خطبۂ زینبؑ ہے تیغِ فاتحِ خیبر کا نام

غزوۂ خیبر سے پہلے اتنے کب مشہور تھے
تیغِ حیدرؑ لے اُڑی جبریل کے شہپر کا نام

دیکھنا اب لاشۂ اکبرؑ اُٹھا لینگے حسینؑ
بازوؤں پر لکھ لیا ہے فاتحِ خیبر کا نام

آرزوئے خدمتِ حسنینؑ ہے مجھ کو سروشؔ
رکھ لیا ہے اِس لئے حسنینؑ کے نوکر کا نام

زندگی میں جب تبسّم بوجھ بن جائے سروشؔ
کانپتے ہونٹوں پہ لکھ لینا علی اصغرؑ کا نام

شاعر کے در پہ مدح کی قیمت لئے ہوئے
رضواں ادب سے بیٹھا ہے جنت لئے ہوئے

تکیئے کی جا علیؑ شبِ ہجرت کے فرش پر
سوتے ہیں اختیارِ مشیّت لئے ہوئے

دروازۂ بتولؑ پہ کُل انبیاؑء کے ساتھ
ہم بھی کھڑے ہیں اپنی ضرورت لئے ہوئے

اِنکا مقام کیوں نہ ہو رومالِ فاطمہؑ
آنسو ہیں اِنّما کی طہارت لئے ہوئے

پھرتے ہیں مجرموں کی طرح دشمنِ علیؑ
پیشانیوں پہ داغِ عبادت لئے ہوئے

نکلے وہ گھر سے کھیلتے زینبؑ کے نونہال
ہیں ٹھوکروں میں لاشۂ بیعت لئے ہوئے

ہو کیوں نہ نفسا نفسی کا عالم فرات پر
دونوں کے نیمچے ہیں قیامت لئے ہوئے

اصغرؑ نہ تھے یہ شاہؑ کے ہاتھوں پہ اے سروشؔ
قرآں کھڑا تھا نہج بلاغت لئے ہوئے

شیر دِل ماں کا خواب ہیں دونوں
ہو بہو بوترابؑ ہیں دونوں

گھومتے پھر رہے ہیں خیموں میں
موجِ بوئے گلاب ہیں دونوں

مانگنے شاہِ دیں سے اذنِ جہاد
صبح سے باریاب ہیں دونوں

صبحِ محشر اب اور کیا ہوگی
دیکھ لو بے نقاب ہیں دونوں

مرتضیٰؑ اور جعفرِ طیارؑ
آج پھر ہمرکاب ہیں دونوں

فکر میں تشنگیِ اصغرؑ کی
موجِ پُر اضطراب ہیں دونوں

بنکے آئے ہیں فدیۂ اکبرؑ
کم سِنی کا شباب ہیں دونوں

شام والو تمہاری پھونکوں سے
کیا بجھیں آفتاب ہیں دونوں

بحث اب کیا چلے گی بیعت کی
نیمچے ہی جواب ہیں دونوں

دشتِ کرب و بلا کی آنکھوں میں
آنسوؤں کے گلاب ہیں دونوں

آپ ہوں اے سروشؔ یا ہوں وفاؔ*
مدح میں کامیاب ہیں دونوں

*محمد علی وفاؔ

کوثر پہ ٹھہرے عرشِ بریں سے گذر گئے
ہم تو گئے اُدھر ہی کو آنسو جدھر گئے

دو آفتاب آئے نظر دو پہر گئے
یہ تو بتاؤ شام کے لشکر کدھر گئے

دو نیمچے حیات کا سب کھیت چر گئے
بچے سروں کی فصل کو برباد کر گئے

اب جنگ کیا کرے یہاں عباسؑ سا جری
جب اہلِ شام عونؑ و محمدؑ سے ڈر گئے

دینے لگے حسینؑ جو عباسؑ کو علم
غازی کے پیچھے یہ بھی ادب سے ٹھہر گئے

معراج پر ہے حیدرؓ و جعفرؓ کی کارزار
جبریل، آج بیچ میں آئے تو پر گئے

چلتی ہے کار زار میں تلوار کس طرح
یہ دیکھنے فرات کے دھارے ٹھہر گئے

مقتل نویس جوڑیں گے کس طرح اب حساب
کتنوں کے ہاتھ پاؤں گئے کتنے سَر گئے

اب اہلِ شام نالہ و شیون سے فائدہ؟
یہ شیر تو ستائے ہوئے تھے بپھر گئے

ہاتھ اُٹھے نیمچوں کے تو کتنے ہی سورما
وَعلیکم السلام کہا اور مر گئے

سر فخر سے اُٹھا کے جو آگے بڑھی نماز
شاید حسینؑ پشتِ نبیؐ سے اُتر گئے

مکّے سے جب حسینؑ چلے سوئے کربلا
خود پیچھے پیچھے کعبے کے دیوار و در گئے

نیزے پہ کر رہا ہے تلاوت سرِ حسینؑ
قرآں کی آیتوں کے مقدّر سنور گئے

آتے ہی ذکر عونؑ و محمدؑ کا اے نشورؔ
میرے دِل و دماغ اُجالوں سے بھر گئے

غمِ حسینؑ کا جو انقلاب ہے زینبؑ
یہ تیری جاگتی آنکھوں کا خواب ہے زینبؑ

بغور دیکھا جو ہم نے تمام قرآں کو
ورق ورق ترے نام اِنتساب ہے زینبؑ

کتابِ غم کے ہیں دو باب کربلا و دمشق
اور اِس کتاب میں اُمُّ الکتاب ہے زینبؑ

در آئے عونؑ و محمدؑ یہ فوجِ شام کے بیچ
کہ آفتاب پسِ آفتاب ہے زینبؑ

زمیں سے تابہ فلک ہے سکوت کا عالم
علیؑ کے لہجے میں محوِ خطاب ہے زینبؑ

اُلٹ دے ہاں یہی دربارِ شام ہے بی بی
کہ تیرا ثانیِ زہراؑ خطاب ہے زینبؑ

ہے سُوقِ شام میں قرآں یہ بے غلاف تو کیا
کہ سر سے تا بہ قدم خود حجاب ہے زینبؑ

بندھے ہوئے پسِ گردن تھے تیرے ہاتھ مگر
یزید چیخ اُٹھا فتحیاب ہے زینبؑ

جہاں جہاں پہ پھرایا تھا بے رِدا تجھ کو
اُنہیں زمینوں پہ اب تک عذاب ہے زینبؑ

خلافِ ماتمِ سبطِ نبیؐ جو فتوے ہیں
حقیتاً یہ ہیں کانٹے! گلاب ہے زینبؑ

سروشِ صورتِ عُصفور کانپ اُٹھا یزید
کہ اُس کی نظروں میں گویا عقاب ہے زینبؑ

❁❁❁

ہائے وہ عونؑ و محمدؑ کا لڑکپن زینبؑ
ہنستا رہتا تھا ہمیشہ ترا آنگن زینبؑ

استقامت کی ہے پازیب ترے پیروں میں
ھَل اَتیٰ کے ترے ہاتھوں میں ہیں کنگن زینبؑ

آج بھی سہمی ہوئی بالی سکینہؑ کی طرح
کربلا تھامے ہوئے ہے ترا دامن زینبؑ

دوڑ کر بھائی کی تربت سے لپٹ جا ورنہ
کھنچ کے آجائے گا شبّیرؑ کا مدفن زینبؑ

دیکھ کر شام کا دربار نہ روک اپنے قدم
رُک نہ جائے دلِ اسلام کی دھڑکن زینبؑ

اسلام کے تو سارے قد آور عزیز ہیں
کیا فکر اُس کو جس کے بہتر عزیز ہیں

اصغرؑ سے پیار ہے علی اکبرؑ عزیز ہیں
قرآن سے ہے عشق پیمبرؐ عزیز ہیں

رکھنا بچا بچا کے اِنہیں ذوالفقار سے
اے جبرئیل گر تمہیں شہپر عزیز ہیں

چومیں نہ کیوں نبیؐ حجرِ اسودِ حرم
ہوں مولدِ علیؑ میں تو پتھر عزیز ہیں

تطہیر کے حصار میں رکھّے نہ کیوں اِنہیں
قرآں کو اہلِ بیتِ پیمبرؐ عزیز ہیں

ہوتی ہے جن میں مدحِ علیؑ مجلسِ حسینؑ
دنیا میں فاطمہ کو وہی گھر عزیز ہیں

ہم ہوں ملائکہ ہوں کہ ہوں انبیاء سروشؑ
ہر تشنہ لب کو ساقیِ کوثر عزیز ہیں

تو سلامت رہے بس اِتنی دُعا ہے عباسؑ
تیرا سایا سرِ زینبؑ کی رِدا ہے عباسؑ

قلبِ زہراؑ کے دھڑکنے کی صدا ہے زینبؑ
سانس لیتی ہوئی حیدرؑ کی دُعا ہے عباسؑ

اُن چراغوں کو بھلا کون بجھا سکتا ہے
جن کی ضامن تیرے پرچم کی ہوا ہے عباسؑ

بدر و خندق کی فضیلت ہمیں تسلیم مگر
آپ کا معرکہ دو ہاتھ سِوا ہے عباسؑ

سلوٹیں سی نظر آتی ہیں جو ماتھے پہ مرے
یہ مکمل تیری دیوڑھی کا پتہ ہے عباسؑ

بہہ گیا مشکِ سکینہؑ سے جو پانی تو سروشؔ
حوضِ کوثر کی طرف لَوٹ رہا ہے عباسؑ

ہمشکلِ مصطفےٰ کا جو فیضان ہو گیا
حُرؑ ایک ہی نگاہ میں سلمانؓ ہو گیا

اکبرؑ جو آج فکر کا عنوان ہو گیا
پھر میری نعت گوئی کا سامان ہو گیا

اللہ رے مدحِ پنجتنِؑ پاک کا اثر
کاغذ یہ منقبت کا بھی قرآن ہو گیا

حکمِ خدا، بتول کی خواہش، ملک کے ہاتھ
حسنینؑ کا لباس تو قرآن ہو گیا

جسکو درِ بتولؑ پہ تھوڑی بھی جا ملی
وہ جبرئیلؑ و بوذرؓ و سلمانؓ ہو گیا

دنیا میں اہلبیتِ پیمبرؐ کا ہر عمل
اتنا حَسیں تھا زینتِ قرآن ہو گیا

کافر کوئی جو آگیا اکبرؑ کے سامنے
صورت کو دیکھتے ہی مسلمان ہو گیا

زہراؑ کا حسن رسولؐ کی سیرت علیؑ کی شان
پورا دلِ حسینؑ کا ارمان ہو گیا

اب تا بہ حشر اے علی اکبرؑ ترا شباب
اسلام کے شباب کا عنوان ہو گیا

ہمشکل مصطفےؐ جو ہے فوجِ حسینؑ میں
مقتل یہ آج بدر کا میدان ہو گیا

رومالِ سیّدہ کا پنہایا جو شہؑ نے تاج
حُر کشورِ حیات کا سلطان ہو گیا

دِل بڑھ گیا تبسّمِ اصغرؑ سے شاہؑ کا
اب کربلا کا معرکہ آسان ہو گیا

کیا زندگی کا لطف پسِ اکبرِؑ جواں
میں تو حیاتِ خضرؑ پہ حیراں ہو گیا

دیوار کھنچ گئی حق و باطل کے درمیاں
جب سے غمِ حسینؑ کا اعلان ہو گیا

مدحت سے ہم شبیہہ پیمبرؐ کی اے سروشؔ
میں آج فخر دعبل و حسّان ہو گیا

❁❁❁

عصیاں کے نام سے تمہیں کس نے ڈرا دیا
حُر کیا تھا شاہِ دیں نے اُسے کیا بنا دیا

نادِ علیؑ سے مشکلیں آساں ہوئیں مگر
اصغرؑ نے مشکلات میں ہنسنا سِکھا دیا

اصغرؑ تمہارے گھٹنیوں چلنے کے میں نثار
تم نے خدا کے دین کو چلنا سِکھا دیا

اصغرؑ تمہارے ہنسنے پہ روتی ہے فوجِ شام
کیا تم نے حُرملہ کو نشانہ بنا دیا

تیرافگنی کے فن پہ جو نازاں تھا حُرملہ
اُس فَن کو بے زباں نے ہنسی میں اُڑا دیا

دِل میں جو یادِ اصغرؑ معصوم آگئی
دِل نے بھی دھڑکنوں ہی کو جھولا بنا دیا

بس اِک دُعائے مادرِ شبیرؑ کے سِوا
جاتا نہیں ہے ساتھ کسی کا لیا دیا

اب خیمۂ حسینؑ میں کچھ بھی نہیں سروشؔ
اِک آسماں تھا وہ بھی زمیں میں چھپا دیا

۞۞۞

سجادؑ کس لئے نہ ہو تم پر نثار چاند
تم سے لگے ہیں حُسنِ امامت میں چار چاند

وہ آسماں کا چاند یہ عابدؑ کے نقشِ پا
ہر نقشِ پا پہ صدقے ہوں ایسے ہزار چاند

خاکِ قدم چمکتی ہے خورشید کی طرح
یہ کس فلک کا ہے مرے پروردگار چاند

تشبیہہ کس طرح سے دوں عابدؑ کے حُسن سے
معصوم اِن کی ذات ہے اور داغدار چاند

آقائے نامدار کا صدقہ اُتارنے
اے آسمان تو مجھے دیدے اُدھار چاند

کچھ غم نہیں جو پھول نہیں ہیں مزار پر
لاتا ہے روز گوندھ کے تاروں کے ہار چاند

تاریکیِ لحد کی کسے فکر ہے سروشؔ
جب کائناتِ عشق میں ہیں ہشت و چار چاند

✿✿✿

نہ ہوں کس لئے اہلِ دولت پریشاں
پسندِ رضاؑ ہے رضائے غریباں

اگر دیکھنا ہو بہارِ گریباں
مرے ساتھ چل سوئے دشتِ خراساں

نہیں اُن کے شایانِ شاں یہ بھی لیکن
پئے نذر لے چل تو نقدِ دل و جاں

قدومِ امامت کی برکت سے دیکھو
بنی رشکِ جنت زمینِ خراساں

بڑی جنّتیں دیکھنے کو ملی ہیں
نجف کربلا کاظمین و خراساں

تری سرپرستی میں منبر نشیں ہوں
سُخن پروری ہے یہ اے شاہِ ذیشاں

قیامت سے پہلے قیامت نہ کر دیں
یہ آہوں کی آندھی یہ اشکوں کے طوفاں

امامِ رضاؑ کا ہے دورِ حکومت
ہوائیں مناتی ہیں جشنِ چراغاں

بندھے سب کے بازو تری ضامنی میں
ہے بعد از خدا تو ہی سب کا نگہباں

ترے نقشِ پا مَرغزار آہوؤں کے
تری خاکِ پا کحلِ چشمِ غزالاں

تری سلطنت کا ہے ادنیٰ سا خادم
علیؑ ابنِ یقطین فخرِ سلیمانؑ

(ق)

مری قوم میں ہیں کئی شیرِ قالیں
ہیں دشمن ترے جن کی ہیبت سے لرزاں

کسی روز اِن کا بھرم کھل نہ جائے
بنادے تو اِن کو بھی شیرِ نیستاں

مہِ نو مجھے دے رہا ہے سلامی
سمجھتا ہے شاید مجھے تیرا درباں

کہاں میں کہاں شیخِ معروفِ کرخی
وہ جس سے سدا فیض اُٹھاتا ہے رِضواں

مِلا دے کسی روز دعبل سے اپنے
سند بن سکوں تا کہ پیشِ عزیزاں

کہاں ہے سروشِ ثناخواں کہاں ہے
اُسے یاد کرتے ہیں شاہِ خراساں

اے اِمامِ عسکریؑ اے وارثِ خیرُ الانام
تیرے لشکر میں فرشتوں کا ہے ہر سو اِژدہام

فرض ہے تیری مودّت بھی نمازوں کی طرح
ہم پہ کعبے کی طرح واجب ہے تیرا احترام

تیرا جدؐ ہے دینِ حق کا آخری پیغامبرؐ
تیرا بیٹاؑ آج کے روشن زمانے کا امامؑ

دور تیرا گیارواں ہے دورِ ختمُ المرسلینؐ
ہیں نزولِ وحی سے ہٹ کر وہی سب تیرے کام

تو ہے یوں قرآن اور اسلام کا سینہ سپر
جیسے جنگِ بدر و خندق میں مرا پہلا امام

ایک مردِ فلسفی گھیرے ہوئے تھا شک جسے
تھا کلام اللہ کی آیات میں جس کو کلام

تیری حکمت کے سُخن نے کر دیا بے دست و پا
ہو گیا دو چار جملوں ہی میں وہ تیرا غلام

پارہ پارہ ہو گیا اسحاقِ کِندی کا غرور
تیرے صدقے آ گیا صیاد خود ہی زیرِ دام

خونِ ناحق رنگ لایا یوں ترے اجداؑ کا
اِس طرح ڈوبا لہو میں پھر نہ اُبھرا تختِ شام

وہ ترا نورِ نظر وہ ورثہ دارِ انبیاءؑ
کربلا کے خونِ ناحق کا جو لیگا انتقام

نام کا مختار وہ بیٹا ترا مختارِ کُل
ایک چھوٹا سے نمونہ تھا وہ خونیں انتقام

جمع سب کو دیکھ کر جشنِ ولادت میں ترے
عرشِ اعظم کر رہا ہے تیرے شیعوں کو سلام

آپ کا روئے منوّر آپ کے گیسوئے پاک
ہیں سروشِ خوش نوا کی زندگی کے صبح و شام

۞۞۞

کتنی صدیوں کو سمیٹا ہُوا منظر ہوگا
جب ظہور آپؑ کا اے خاصۂ داور ہوگا

دستِ صاحبؑ میں زمانے کا مقدر ہوگا
دوش پر پرچمِ عباسِؑ دِلاور ہوگا

اب بھی حالات غنیمت ہیں اُلٹ دو پردہ
ورنہ ہر دِل میں خیالات کا محشر ہوگا

زیبِ سر ہوگا جو صاحب کے پیمبرؐ کا سحاب
لکۂ ابر سدا آپؑ کے سر پر ہوگا

اِک تو بھرپور شباب اُس پہ پیمبرؐ کی شبیہ
جانے کتنوں کو گمانِ علی اکبرؑ ہوگا

مسجدِ سہلہ کو رکھیں گے پۓ بیتُ المال
مسجدِ کوفہ میں اسلام کا دفتر ہوگا

ہونگی ہر شہر میں آبادیاں سلمانوں کی
حق بیانی میں ہر اِک شخص ابوذر ہوگا

جو خمینیؒ کی طرح عزم و عمل رکھتا ہو
ایسا ہر شہر میں ایک ایک گورنر ہوگا

ہوگا جب تخت نشیں منتقم خونِ حسینؑ
پھر سے آراستہ مختار کا لشکر ہوگا

مثلِ حُر فوج میں شامل کئی افسر ہوں گے
افسرِ اعلیٰ مگر مالکِ اشترؓ ہوگا

کھینچ دی جائے گی سد کفر اور اسلام کے بیچ
شرق اور غرب کا جرنیل سکندر ہوگا

مُشک و عنبر سے زیادہ یہ زمیں مہکے گی
آسماں قوسِ قزح سے بھی حَسیں تر ہوگا

نہ سُنی ہوگی گُل افشانیِ گفتار ایسی
ہر مکاں علم کی خوشبو سے معطر ہو گا

ہوگی دنیا تو یہ جنت کا نمونہ لیکن
صاحبِ امرؑ کا گھر سادہ و بے در ہوگا

ہر تجلی وہاں ہم پلّۂ فضہ ہوگی
ہر فرشتہ وہاں ہم رُتبۂ قنبر ہوگا

قتلِ دجّال کریں گے ترے ہمراہ وہ جب
وصف عیسیٰؑ کی شجاعت کا اُجاگر ہوگا

مجھ کو دِکھلانے لگی چشمِ تصوّر میری
کِس طرح آپؑ کے دربار کا منظر ہوگا

فقہاء دادِ سُخن دیں گے وہاں بڑھ بڑھ کر
شاعرِ آلِ نبیؐ برسرِ منبر ہوگا

ہچکیاں آتیں ہیں مجھ کو تو یہ دِل کہتا ہے
اُن کی محفل میں مرا ذکر برابر ہوگا

اِک خرابے میں بھی بھوکا نہ مِلے گا کوئی
کیوں کہ ہر شخص کا روزینہ مقرر ہوگا

شیر رُخ بھی نہ کرے گا بُزِ کوہی کی طرف
ایک ہی گھر میں عُقاب اور کبوتر ہوگا

مہہ و خورشیدِ امامت کی ہے رجعت باقی
یعنی اِثناء عشری دور مکرّر ہوگا

شورِ محشر میرے آرام میں کیا دیگا خلل
جن کی چوکھٹ پہ ہے تکیہ وہیں بستر ہوگا

نظر گُم ہے نظاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے
بغیر اُنکے بہاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

طلب کرلیں ہمیں یا خود ہی پردے سے نکل آئیں
حضور اب جانثاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

وہ خود ہی دیکھ لیں جب چاند چھپ جاتا ہے بدلی میں
چمکنے میں ستاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

ترے بیمارِ غم کو تجھ سے بس اتنی شکایت ہے
کہ اب تیمار داروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

امامِ عصرؑ کو جب بھی غریب آواز دیتے ہیں
کئی سرمایہ داروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

الٰہی بھیج دے پردے سے دانائے سلونی کو
کہ اب قرآں کے پاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

نہ چھیڑ اے ہم نشیں اب ہجر کے مایوس نغموں کو
کہ سازِ دِل کے تاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

سنبھل اے دِل علیؑ کی ذات اِک رازِ مشیت ہے
سنا ہے راز داروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

جو منبر پر نبیؐ کے دیکھتے ہیں کم عیاروں کو
غدیری شہریاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

ستاروں کی طرح ہیں کُل کے کُل اصحابِ پیغمبرؐ
یہ سُن سُن کر ستاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

یہ جب جب دیکھتے ہیں چاند کو تاروں کے جھرمُٹ میں
شبِ فُرقت کے ماروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

اگر مدِّ مُقابل ننگِ ہستی ہو فراری ہو
مرے دُلدُل سواروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

معاویہ میں ہے اتنا تعفُن بغضِ حیدرؑ کا
جہنم کے شراروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

موٴذن جب علیؑ کے ذکر سے دامن بچاتا ہے
تو مسجد کے مَناروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

غمِ شبّیرؑ میں ہم جس گھڑی آنسو بہاتے ہیں
غمِ دنیا کے ماروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

علم خیبر میں کہتا تھا میں دستِ حق میں ہوں پھر بھی
میرے امیدواروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

تقابل داغِ ماتم سے نہ کر بے نور سجدوں کا
فلک پر چاند تاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

سروشؔ اب کربلا سے ہٹ کے کوئی بات مت کرنا
غزل میں استعاروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے

ہیں بدلے ہوئے چاہنے والوں کے اِرادے
دیکھو کوئی اِن میں سے قیامت نہ اُٹھا دے

اے جانِ جہاں کچھ تو محبّت کا صِلہ دے
پردہ ہی ہے منظور تو آواز سُنا دے

بتلا مجھے کب آئیگی دیدار کی ساعت
اب اور نہ ان جاگتی آنکھوں کو سزا دے

کب تک تجھے ڈھونڈا کریں صحراؤں میں جا کر
کب تک درِ کعبے پہ کوئی جا کے صدا دے

شاید کہ مجھے وادیٔ خضراء نظر آجائے
رستے سے مرے گردشِ دوراں کو ہٹا دے

شمشیرِ علیؑ صدیوں سے پیاسی ہے لہو کی
اے ساقیِ کوثر کے پسر پیاس بجھا دے

یا رب میں پکاروں مرے سرکارؑ کو جس دم
تو بھی مری آواز میں آواز مِلا دے

یا رب جو ظہور اُنکا قیامت پہ ہے موقوف
اس رات کو تو صبحِ قیامت سے مِلا دے

اُس دور کے قدموں کی سُنا کرتا ہوں آہٹ
وہ دور ہر انساں کو جو سلمان بنا دے

❁❁❁

آپ اے عیسٰیؑ یہاں موسیٰؑ نہ بن جائیں کہیں
حجّتِ آخر کا جلوہ ہے سنبھل کر دیکھئے

اُنہیں دیکھا نہیں لیکن یہاں وہ روز آتے ہیں
ہمارے دیدہ و دِل اُنکی غیبت کے علاقے ہیں

ہمارا حال کیا ہے پوچھ مت اے ساحلِ دریا
عریضے کی جگہ ہم اپنی آنکھیں لے کے آئے ہیں

کبھی جب ہچکیاں آتی ہیں تو محسوس ہوتا ہے
ہمارا نام لے کر وہ بھی ہم کو یاد کرتے ہیں

گھٹا میں چاند، خوشبو پھول میں، آنکھوں میں بینائی
مرے پردہ نشیں کے کیا مکمل استعارے ہیں

شب ہجرت کی خوشبو اوڑھ کر سوتے تو ہیں لیکن
ہر آہٹ کو تری آہٹ سمجھ کر جاگ جاتے ہیں

وہ مشکل میں مدد کرتے بھی ہیں ملتے بھی ہیں لیکن
ہم اپنی کم نگاہی سے نہیں پہچان پاتے ہیں

میرے مولاؑ تمہاری سب ادائیں لامکانی ہیں
نظر آتے نہیں اور ہر جگہ موجود رہتے ہیں

تمہارے نام کی اِک شمع بھی ہوتی ہے جب روشن
اجالوں کی جلالت سے اندھیرے کانپ جاتے ہیں

لب دریا پکارا خضرؑ اور الیاسؑ کو جسدم
صدا آئی یہاں اب اصغرؑ و عباسؑ رہتے ہیں

علیؑ کی تیغ کے مدّت ہوئی ارماں نہیں نکلے
زمانہ ظلم سے تو بھر چکا اب کیا ارادے ہیں

امام عصرؑ کی فرقت میں ہم نے اے سروشؔ اکثر
گلوں سے مانگ کر خوشبو ہوا پر شعر لکھے ہیں

✿✿✿

جو پیشِ نظر اُنکا چہرہ نہیں ہے
چراغوں میں جیسے اُجالا نہیں ہے

زمیں پر نہیں ہے کہاں میری آنکھیں
کہاں اُنکا نقشِ کفِ پا نہیں ہے

عریضے پہ آنکھیں بنا دیں ہیں اپنی
مجھے لکھنا پڑھنا تو آتا نہیں ہے

سنبھال اب اِسے تو ہی اے موجِ دریا
ہمارا یہ دِل ہے عریضہ نہیں ہے

کہیں زندگی کے دیئے بجھ نہ جائیں
ہوائے ستم کا بھروسہ نہیں ہے

تم آؤ گے اِسکا بھروسہ ہے لیکن
یہاں زندگی کا بھروسہ نہیں ہے

یہیں آ کے اپنا مصلاّ بچھا دو
اِن آنکھوں کے دریا سا دریا نہیں ہے

وہاں صرف تلوار کے فیصلے ہیں
کہ وہ مہلتوں کا زمانہ نہیں ہے

یہ دم نِکلا جاتا ہے کیوں مشکلوں کا
ابھی تو علیؑ کو پُکارا نہیں ہے

۞۞۞

حضور اب دیدنی ہے طالبِ دیدار کی صورت
عجب حسرت سے تکتا ہے در و دیوار کی صورت

صبا ویسی ہی ہوگی ہو بہو سرکارؐ کی صورت
جوانی میں تھی جیسی احمدؐ مختار کی صورت

یہ دنیا بن گئی ہے وادیِ پرُخار کی صورت
میرے سرکارؐ ہی دیں گے اِسے گلزار کی صورت

تصوّر میں جو رہتا ہے جمالِ حضرتِ حجتؑ
میں شب بھر جاگتا ہوں طالعِ بیدار کی صورت

دوائے دردِ اُلفت کے لیے چرخِ چہارم سے
مسیحا تیرے در پر آئیں گے بیمار کی صورت

میری نظروں میں ہردم ماہ وانجمن بن کے روشن ہیں
مرے آقا کے نقشِ پا، مرے سرکار کی صورت

میرے مولاؑ سہارا چاہیے اب تیرے ہاتھوں کا
ہے میری زندگی گرتی ہوئی دیوار کی صورت

علم عباسؑ کا اور ذوالفقارِ حیدرؑی لیکر
سروشؔ آتے ہی ہونگے وہ علمبردارؑ کی صورت

سنواریں جنّتوں کو انتظاماتِ حرم دیکھیں
کبھی سرکار اِن آنکھوں میں بھی رکھ کر قدم دیکھیں

ہو جنکو دیکھنا سورج سے بھی اونچے سِتاروں کو
نبیؐ کے دوش پر شبّیرؑ و شبّرؑ کو ہم دیکھیں

پیمبرؐ کو قلم دینے سے جو اِنکار کرتے تھے
یہ حسرت ہے کہ اِک دِن اُنکے ہاتھوں کو قلم دیکھیں

طوافِ کعبہ کرتے جائیں اور دیوارِ کعبہ پر
خدا نے مدحِ حیدرؑ کس طرح کی ہے رقم دیکھیں

ہوئی ہے قتل جتنی اُتنی ہی پروان چڑھتی ہے
نبیؐ کی آل پر اللہ کا لطف و کرم دیکھیں

بہت دعویٰ ہے وہ جنکو صراطِ حق پہ چلنے کا
ہمارے ساتھ انگاروں پہ چلکر دو قدم دیکھیں

میرے دستِ دُعا کی سلسلہ جنبانی ہے اُن سے
جو گہوارے میں رہ کر جنبشِ لوح و قلم دیکھیں

سروشؔ اب رات دن اللہ سے اپنی دُعا یہ ہے
عدو چُنتے رہیں کانٹے گُلِ نرجس کو ہم دیکھیں

❁❁❁

بٹ رہی ہے آج جو دنیا میں گھر گھر روشنی
آرہی ہے پردۂ غیبت سے چھن کر روشنی

مسجدِ سہلہ میں ہے یا وادیِ خضرا میں ہے
یا خدا تو نے کہاں رکھدی چھپا کر روشنی

شیشۂ دِل کیوں نہ چمکے گا تمہارے نور سے
تم سے مس ہوجائیں تو دیتے ہیں پتھر روشنی

ماہِ زہراؑ پردۂ غیبت میں ہے تو کیا ہوا
مِل رہی ہے اب بھی شیعوں کو برابر روشنی

مسجدِ سہلہ میں کعبے میں عراق و طوس میں
آنکھ والوں کو نظر آتی ہے اکثر روشنی

تیرے جلوؤں کی فراوانی سے پھیکی پڑ گئی
لائے تھے شمس و قمر بہتر سے بہتر روشنی

تو جو پانی پر بچھائیگا مصلاً نور کا
اُس گھڑی بن جائیں گے سارے سمندر روشنی

فکر کیا گر بال سے باریک ہے وہ پُل صراط
ہم علیؑ والے گذر جائیں گے بن کر روشنی

نور کی کرنوں سے بنوائی ہے رب نے عرش پر
پھر نہ کیوں دیگی بھلا زہراؑ کی چادر روشنی

بغضِ حیدرؑ تجھ میں، نورِ عشقِ حیدرؑ میرے ساتھ
تیرگی قسمت تری، میرا مقدر روشنی

عالم اسباب میں مِلتی نہیں ایسی مثال
کی شہؑ دیں نے چراغوں کو بجھا کر روشنی

بوذرؓ و سلمانؓ کی تقدیر تو دیکھو سروشؔ
چاند سورج بن گئے یہ لوگ پی کر روشنی

✿✿✿

مولاؔ نے ہم سے آنے کا وعدہ کیا تو ہے
چاہے وہ جب بھی آئیں ہمیں آسرا تو ہے

مانا کہ حُسنِ صورت و سیرت نہیں مگر
چہرے پہ میرے غازۂ خاکِ شِفاء تو ہے

لکھ کر عریضہ شکر کا سجدہ کرو ادا
غَیبت میں بھی امامؑ سے اِک رابطہ تو ہے

کیا غم ہے اپنے پاس جو اُسکا پتہ نہیں
اُس مہرباں کے پاس ہمارا پتہ تو ہے

تم کربلا کے غم سے نہ پَل بھر جُدا رہو
غَیبت کی زندگی کا یہی آسرا تو ہے

نکلے گی ذوالفقار بھی اِک روز نیام سے
عباسؑ کے علم کا پھریرا کھُلا تو ہے

کب دیکھیۓ وہ لاتے ہیں مژدہ ظہور کا
عیسیٰؑ کو آسماں پہ بلایا گیا تو ہے

تیری طرح رسولؐ بھی گو درمیاں نہیں
اُنکا ہمارے پاس مگر نقشِ پا تو ہے

کعبے کی سمت غور سے کیوں دیکھتے نہیں
دیوار پر علیؑ کا قصیدہ لکھا تو ہے

میں جنتیں خرید کے لوگوں میں بانٹ دوں
دامن میں اتنی دولتِ اشکِ عزاء تو ہے

سروشؔ حلقِ بریدہ سے ہے لہو جاری
کہ لو چراغ کی زیرِ حسام روشن ہے

سروشِ حلقِ بُریدہ سے ہے لہو جاری
کہ لو چراغ کی زیرِ حسام روشن ہے

غمِ حسینؑ آ گیا قرارِ جاں لئے ہوئے
پلک پلک ہے آنسوؤں کی کہکشاں لئے ہوئے

زمینِ کربلا ہے کیا بلندیاں لئے ہوئے
ہے ذرّہ ذرّہ عظمتوں کے آسماں لئے ہوئے

سوارِ دوشِ مصطفٰیؐ حصارِ خانۂ خدا
ہے کربلا میں عرش کی بلندیاں لئے ہوئے

ہجومِ انبیاء کہاں اور ابنِ فاطمہؑ کہاں
زمینِ کربلا ہے سب کا امتحاں لئے ہوئے

خیامِ شہؑ میں صرف شہؑ کے جانثار رہ گئے
بُجھا ہوا چراغ ہے تجلّیاں لئے ہوئے

کہو اجل سے دور ہی رہے وہ حُر کی لاش سے
حسینؑ آرہے ہیں عمرِ جاوداں لئے ہوئے

علیؑ کے غیر حشر میں بجائے نامۂ عمل
گرہ میں ہیں یزیدیت کی دھجیاں لئے ہوئے

کوئی اِسے کتابِ حق کہے کہ بے زباں کہے
حسینؑ آرہے ہیں روحِ کارواں لئے ہوئے

وہ بے زباں کُل انبیاء کی محنتوں کا ترجماں
وہ پھول جیسے لب فروغِ گلستاں لئے ہوئے

سنبھالے دِل کو کیسے ہم شبیہِ مصطفٰیؐ کی ماں
پسر کی یاد ہے غموں کی برچھیاں لئے ہوئے

حسینؑ تیرے سایۂ علم میں آکے یوں لگا
کہ جیسے میں خدا کے گھر میں ہوں اماں لئے ہوئے

دُعائے فاطمہؑ اِدھر رِضائے کبریا اُدھر
یہ ماتمی حسینؑ کے ہیں دو جہاں لئے ہوئے

رنگے ہوئے ہیں ہم جو خونِ ماتمِ حسینؑ میں
ہیں اپنے پیرہن شفق کی سرُخیاں لئے ہوئے

پلٹ رہے ہیں اہلِ ظلم کربلا کے دشت سے
لبادۂ یزیدیت کی دھجیاں لئے ہوئے

کہا یہ قدسیوں نے قبرِ بے زباں کو دیکھ کر
زمین اپنی گود میں ہے آسماں لئے ہوئے

وہ بارِ صبر جو کہ انبیاء سے بھی نہ اُٹھ سکا
دیارِ شام میں ہے ایک ناتواں لئے ہوئے

نہ پھونک دے کہیں تمام خرمن حیات کو
علیؑ کی تیغ ہے غضب کی بجلیاں لیے ہوئے

فلک کا قول ہے علیؑ کے آستاں پہ ہے جبیں
زمیں کا ہے بیاں جبیں ہے آستاں لیے ہوئے

بڑے سکون سے ہوں زندگی کی سخت دھوپ میں
دعائے فاطمہؑ کا سر پہ سائباں لئے ہوئے

علیؑ کی مدح خود علیؑ کے روبرو سناؤں گا
سروشؔ جا رہا ہوں میں **بیاضِ جاں** لئے ہوئے

✿✿✿

امت نے نبیؐ کے خوابوں کی تعبیر کے ٹکڑے کر ڈالے
قرآں کو چڑھایا نیزے پر تفسیر کے ٹکڑے کر ڈالے

پُرزے جو اماں نامے کے اُڑے انصارِ حسینی بول اُٹھے
عباسِ علیؑ نے باطل کی تدبیر کے ٹکڑے کر ڈالے

فرزندِ نبیؐ کو مقتل میں حُرؒ گھیر کے لایا تھا لیکن
اِک اشکِ ندامت نے اُسکی تقصیر کے ٹکڑے کر ڈالے

سجادؑ پئے تقریر اُٹھے اِس شان سے لیکر انگڑائی
سب لوگ یہ سمجھے قیدی نے زنجیر کے ٹکڑے کر ڈالے

ہوتے جو نبیؐ عاشور کے دِن یہ قتل اُنہیں بھی کر دیتے
ہاتھ آئی نہ جب اصلی صورت تصویر کے ٹکڑے کر ڈالے

یہ بعدِ نبیؐ تقسیم ہوا اسلام بہتّر (۷۲) فرقوں میں
یا بغضِ علیؑ نے اُمّت کی تقدیر کے ٹکڑے کر ڈالے

فرزندِ پیمبرؐ کا لاشہ پامالِ سُمِ اسپاں جو ہُوا
جبریل پکارے کعبے کی تعمیر کے ٹکڑے کر ڈالے

ہاں کرب و بلا کے میداں میں یہ اہلِ نظر نے دیکھا ہے
پیاسے کے لہو کی دھاروں نے شمشیر کے ٹکڑے کر ڈالے

حیدرؑ کے تصدّق میں اے سروشؔ اب کوئی گُنہ باقی نہ رہا
خود فردِ عمل کے کاتب نے تحریر کے ٹکڑے کر ڈالے

❁❁❁

سُن سُن کے جبرئیل سے توقیرِ کربلا
تھی ہر نبی کو حسرتِ تعمیرِ کربلا

خوابِ خلیل حسرتِ تعمیرِ کربلا
حصے میں تھی حسینؑ کے تعبیرِ کربلا

مظلومیِ علیؑ تھی عناں گیرِ کربلا
صلحِ حسنؑ تھی باعثِ تاخیرِ کربلا

کعبہ بنانا کس قدر آسان تھا خلیل
مشکل ہے کتنی دیکھئے تعمیرِ کربلا

اصغرؑ کو دیکھ، نبضِ دو علم ٹھہر گئی
کیا گھٹنیوں چلا ہے یہ رہگیرِ کربلا

اے تیرِ حُرملہ نہ سمجھ اس کو بے زباں
اصغرؑ کے بھی دہن میں ہے شمشیرِ کربلا

آئے جو تیرا نام تو پتّھر بھی رو پڑیں
اصغرؑ ہے تیرے نام میں تاثیرِ کربلا

سارے شہید اپنی جگہ منفرد مگر
اصغرؑ سے ہٹ کے کوئی نہیں میرِ کربلا

قرآنِ کربلا ہے جو قربانیٔ حسینؑ
زینبؑ تری حیات ہے تفسیرِ کربلا

پھر آ گئی پلٹ کے جوانی حبیبؑ کی
مقتل میں گونج اُٹّھی جو تکبیرِ کربلا

اب خیالِ تشنہ کامی تک نہیں سرورؑ کے ساتھ
دفن کر آئے اُسے بھی لاشۂ اصغرؑ کے ساتھ

مصطفےٰؐ کو فتحِ خیبر کی ہوئی دُہری خوشی
ساتھیوں کا کفر بھی ٹوٹا درِ خیبر کے ساتھ

تیغِ حیدرؑ کا اِدھر لہرا کے آنا بار بار
تھا مزاحِ المومنیں جبریل کے شہپر کے ساتھ

مدحِ حیدرؑ میں ذرا بھی بُخل سے جو کام لیں
یہ زمیں ہم کو نگل جائے ابھی منبر کے ساتھ

آستینوں میں جو خنجر ہیں میرے احباب کے
کاش یہ نسبت نہ رکھتے شمر کے خنجر کے ساتھ

کفر کے حملوں سے کعبے کو بچانے کے لئے
کربلا میں آ گئے شبیرؑ اپنے گھر کے ساتھ

کس میں ہمّت ہے جو یہ پوچھے امامِ وقت سے
کتنے دِل زخمی ہوئے ہیں سینۂ اکبرؑ کے ساتھ

صبر اتنا تھک چکا تھا عصر کے ہنگام تک
دو قدم چلنے نہ پایا عابدِؑ مضطر کے ساتھ

کور بینوں نے تو کھینچی چادرِ زینبؑ مگر
جان بھی تن سے نکل کر آ گئی چادر کے ساتھ

❀❀❀

اِس لئے پائی ہے شہرت حرملہ کے تیر نے
کیونکہ توڑا یہ کھلونا اصغرؑ بے شیر نے

جب دیا بڑھ کر سہارا مادرِ دلگیر نے
رکھدیا تلوار کے نیچے گلا شبّیرؑ نے

شمرِ اعمیٰ سے کہا یہ ذبح کی تاخیر نے
کُل بہتر شُکر کے سجدے کئے شبّیرؑ نے

کیا بلندی پائی اے قرآں تری تقدیر نے
نوکِ نیزہ پر تلاوت کی سرِ شبّیر نے

یک بہ یک مُنہ پھیر کر، تادیر روئیں فاطمہؑ
عید کے کپڑے جو پہنے شبّرؑ و شبّیرؑ نے

رُعب یہ فرشِ شبِ ہجرت کے پیغمبرؐ کا تھا
صبح تک جو دم نہیں مارا کسی شمشیر نے

کربلا جب ہو چکی تیار ، دِلوا کر اذاں
خواب سچّا کر دِکھایا خواب کی تعبیر نے

پنجتن کے ساتھ ذکرِ زینبؑ و عباسؑ ہو
اتنی گنجائش بھی رکھ دی چادرِ تطہیر نے

آئی آوازِ علیؑ اے بنتِ زہراؑ مرحبا
شام کا خیبر اُلٹ ڈالا تری تقریر نے

ڈگمگا جائیں جہاں پر انبیاء کے بھی قدم
شکر کے سجدے کیے واں عابدِؑ دِلگیر نے

دیکھ کر عابدؑ کو بیمار و نحیف و ناتواں
ہر قدم فریاد کی ہے پاؤں کی زنجیر نے

دفن اصغرؑ میں تھا شامل یوں خدائے لا شریک
قبر کھودی عرش سے آئی ہوئی شمشیر نے

قاتلِ اکبرؑ سے یہ محشر میں پوچھیں گے رسولؐ
بول تیرا کیا بگاڑا تھا میری تصویر نے

گر نہ ہو یہ گریۂ پیہم تو مرجائیں گے ہم
ہم کو تو رکھا ہے زندہ مجلسِ شبیرؑ نے

اپنے بابا کی طرح امت کے حق میں اے سروشؔ
کی ہیں رو رو کر دُعائیں مادرِ شبیرؑ نے

ہمیں شہ کی عزاء زِندہ رکھے گی
دُعائے فاطمہؑ زِندہ رکھے گی

اگر ذکرِ خدا زِندہ رکھے گی
تو بس کرب و بلا زِندہ رکھے گی

اگر ہم کو سدا زِندہ رکھے گی
تو ماتم کی صدا زِندہ رکھے گی

خدا رکھّے یہ آنسو اور آہیں
یہی آب ہوا زِندہ رکھے گی

ولائے مرتضیٰؑ کی کھیتیوں کو
غمِ شہؑ کی گھٹا زِندہ رکھے گی

درِ حیدرؑ سے اُٹھ کر جانے والے
یہ دنیا تجھ کو کیا زِندہ رکھے گی

نصیری تجھ کو ہم مولائیوں میں
تری کافر ادا زِندہ رکھے گی

پریشاں کیوں ہے اے دینِ محمدؐ
تجھے کرب و بلا زِندہ رکھے گی

گذر جانے تو دو عاشور کا دن
چراغوں کو ہوا زندہ رکھے گی

قیامت کی سحر تک تجھ کو اے حرؑ
اذانِ کربلا زندہ رکھے گی

ہنسی اصغرؑ کی ہر دم یاد رکھنا
یہ تیرا حوصلہ زندہ رکھے گی

قیامت تک ہماری بستیوں کو
یہ ماتم کی صدا زندہ رکھے گی

نہ ہوگا جب تلک دیدارِ حیدرؑ
مجھے میری قضاء زندہ رکھے گی

لحد میں یاعلیؑ میرے یقیں کو
تیری آوازِ پا زندہ رکھے گی

نہ گھبرانا کبھی اے مرنے والے
تجھے خاکِ شفاء زندہ رکھے گی

علیؑ کی دشمنی میں اُنکی ہر تدبیر بگڑی ہے
نبیؐ کے بعد اِس امّت کی کیا تقدیر بگڑی ہے

امامِ وقت کو جب قید کر کے لے چلے اعداء
مسلمانوں پہ کیا کیا پاؤں کی زنجیر بگڑی ہے

وہ اپنے زُعمِ ناقص میں یہ سمجھے مار کر برچھی
سرِ میداں رسولؐ اللہ کی تصویر بگڑی ہے

جو چھینی چادرِ زینبؑ تو شمرِ کینہ پرور پر
وعیدِ نار بن کر آیتِ تطہیر بگڑی ہے

کہا سرور نے صغراؑ کتنا روئی ہوگی اے قاصد
یہاں آنسوں گرے ہوں گے جہاں تحریر بگڑی ہے

مخالف خون کے ماتم کے لے پھر جائزہ اپنا
مجھے لگتا ہے تجھ پر مادرِ شبیرؑ بگڑی ہے

باقی فقط اُسی کا یہاں تذکرہ رہا
جو زندگی میں زینتِ فرشِ عزاء رہا

کعبے پہ اب غلاف رہا بھی تو کیا رہا
بلوے میں فرقِ بنتِ علیؑ تو کھُلا رہا

کلثومؑ کی زباں پہ یہی مرثیہ رہا
کرب و بَلا کے بعد مدینے میں کیا رہا

سب ظلم تھے حسینؑ پہ بیعت کے واسطے
کعبہ مگر مقام پہ اپنے جما رہا

تا حشر زندگی کی بہاریں اِسی سے ہیں
کرب و بلا کا زخم ہمیشہ ہرَا رہا

بالکل وہی تھا داورِ محشر کا۔ فیصلہ
اشکِ غمِ حسینؑ کا جو فیصلہ رہا

شبّیرؑ اپنا وعدۂ طفلی نبھا گئے
خنجر گلے پہ ہونٹوں پہ شکرِ خدا رہا

اکبرؑ اذان دیکے تو خاموش ہو گئے
تا عصر دشتِ کرب و بلا گونجتا رہا

غازی نے کی اطاعتِ شبّیرؑ اِس طرح
ساحل پہ بھی پہنچ کے یہ طوفاں رُکا رہا

آندھی جو استغاثۂ زنجیر کی چلی
پتّے کی طرح قصرِ ستم کانپتا رہا

زنجیرِ پائے عابدِؑ مضطر کے شور سے
کوفے میں اور شام میں محشر بپا رہا

آدم سے نوحؑ، نوح سے سجّادؑ تک سروشؔ
دروازہ آنسوؤں کا کھلا تھا کھلا رہا

❁❁❁

تخت بولیں گے نہ دینار و درھم بولیں گے
حشر کے دِن تو فقط دیدۂ نَم بولیں گے

کھینچی جائینگی سرِ حشر زبانیں اُن کی
یا علیؑ آپ کو رُتبہ میں جو کَم بولیں گے

زندگانی کی یہی شرط رکھی ہے ہم نے
یا علیؑ یا علیؑ ہم دم ہمہ دم بولیں گے

کِس بلندی پہ قدم ہیں تیرے میں کیوں بولوں
دوشِ احمدؐ سے تیرے نقشِ قدم بولیں گے

آئی دربار میں حاکم کے یہ حیدرؑ کی صدا
آج زینبؑ تِری آواز میں ہم بولیں گے

لب اگر سی لئے دنیا نے تو غم کیا زینبؑ
تیرے خطبوں کی گواہی میں قلم بولیں گے

قید سے چھوٹ کے مختار کو آجانے دو
ظلم کیا کیا ہوئے خود اہلِ ستم بولیں گے

نظر کے سامنے دریا رواں ہے
مگر تشنہ دہاں تشنہ دہاں ہے

تبسم کی ادائیں جاوداں ہیں
نئے انداز کے تیر و کماں ہیں

علی اصغرؑ کی ننھی مُٹھّیوں میں
گریبانِ ستم کی دھجیاں ہیں

تبسم کی ادائیں کہہ رہی ہیں
کہ اصغرؑ بھی نہایت خوش اذاں ہیں

نہیں یہ چاند تارے آسماں پر
علی اصغرؑ کے قدموں کے نشاں ہیں

وہ اصغرؑ کا تبسم فاتحانہ
کہ جیسے مُٹھیوں میں دو جہاں ہیں

ذبیح اللہ سے کرب و بلا تک
تری قربانیاں سب سے گراں ہیں

صدا دیتے ہیں یہ غنچے چٹک کر
علی اصغرؑ ہمارے حکمراں ہیں

ستم لرزاں ہے یوں جیسے کہ اب بھی
علی اصغرؑ ہمارے درمیاں ہیں

کلامُ اللہ کے اِک اِک ورق پر
ابو طالبؑ کے خوں کی سُرخیاں ہیں

نہ ہونگے اِتنے تارے آسماں پر
ہمارے جتنے جنت میں مکاں ہیں

یہ کہہ رہے ہیں آج بھی نالے فرات کے
پیاسے رہے خریدنے والے فرات کے

گرمی تھی کربلا کے بیاباں میں اسقدر
خود پڑ گئے تھے سینے میں چھالے فرات کے

زینبؑ کا تھا بیاں ابھی کمسن ہیں میرے لال
کردیں نہ تشنگی کو حوالے فرات کے

پیاسا تھا ابن ساقیٔ کوثر اور اشقیاء
بھر بھر کے پی رہے تھے پیالے فرات کے

اب تا بہ حشر ہو گا نہ پانی کسی پہ بند
کھلوا دیئے حسینؑ نے تالے فرات کے

عباسؑ اپنی قبر بنا کر لبِ فرأت
ارمان تم نے خوب نکالے فرأت کے

سقائے اہلبیتؑ کی راہوں میں اے سروشؔ
آنکھیں بچھا رہے تھے اُجالے فرأت کے

✿✿✿

جب سپاہِ حضرتِ شبّیرؑ آدھی رہ گئی
غم سے جانِ زینبؑ دلگیر آدھی رہ گئی

چل نہیں پائی چھری تکبیر آدھی رہ گئی
خواب ابراہیمؑ کی تعبیر آدھی رہ گئی

دیکھ لو قربانیٔ شبّیرؑ آ کر اے خلیلؑ
اب نہ کہنا خواب کی تعبیر آدھی رہ گئی

ہم بھی اُٹھتے بیٹھتے کعبے کے در تک آ گئے
اب نجف کی راہ اے تقدیر آدھی رہ گئی

نیمۂ شعبان میں روشن ہوئے اتنے چراغ
چودھویں کے چاند کی تنویر آدھی رہ گئی

بطنِ مادر ہی میں محسنؑ کی شہادت ہوگئی
مرتضیٰؑ کی بس یہی تصویر آدھی رہ گئی

اِذن پا کر حضرت عباسؑ کیا رُخصت ہوئے
ایک پل میں قوّتِ شبیرؑ آدھی رہ گئی

نہر پر عباسؑ کو یاد آگیا حکمِ امامؑ
غیض میں آدھی کِھنچی شمشیر آدھی رہ گئی

اتنا مہکے کربلا میں خشک ہونٹوں کے گلاب
خود شمیمِ خُلد کی تاثیر آدھی رہ گئی

تھا مرض ایسا کہ وہ صغراؑ کی تھی جو دِل کی بات
خط میں آدھی ہو سکی تحریر آدھی رہ گئی

اتنا روئے شاہِ دیں پڑھتے ہوئے صغراؑ کا خط
آنسوؤں سے بھیگ کر تحریر آدھی رہ گئی

خطبۂ عابدؑ اُلٹنے کو تھا دربارِ یزید
بے محل تکبیر سے تقریر آدھی رہ گئی

جانے کتنی راہ طئے کی عابدؑ بیمار نے
"گھستے گھستے پاؤں کی زنجیر آدھی رہ گئی"

جب سے اُمت پھر گئی آلِ نبیؐ سے اے سروشؔ
مذہبِ اسلام کی توقیر آدھی رہ گئی

(۱۹۸۸ء میں مکہ معظّمہ میں کعبہ کے قریب بیٹھ کر یہ سلام کہا گیا)

فلک بھی رو دیا اصغرؑ سے باکمال کے بعد
ہوئی نہ عید زمیں کو پھر اِس ہلال کے بعد

کسی کی شان میں اُتری نہ آیتِ تطہیر
نبیؐ کی آل سے پہلے نبیؐ کی آل کے بعد

کچھ اور مُہرِ نبوّت نے پائی تابانی
علیؑ کے نقشِ کفِ پا سے اتّصال کے بعد

(ق)

عجب مسیح تھی آوازِ پائے حیدرؑ بھی
بدن میں روح پلٹ آئی انتقال کے بعد

یہ دیکھا میّتِ سلماں اُٹھی پئے تعظیم
پھر آفتاب چمکنے لگا زوال کے بعد

علیؑ خدا تو نہیں ہیں خدا علیؑ تو نہیں
میں کانپ کانپ اُٹھا آج اِس خیال کے بعد

خدا نے بانٹ دیا سارے خوش جمالوں میں
جو حُسن بچ گیا لیلیٰ تمہارے لال کے بعد

میں سوچتا ہوں اب اپنے خدا سے کیا مانگوں
مرے حسینؑ تیرے دردِ لازوال کے بعد

جو مجھ سے پوچھا ترا تیسرا امام ہے کون
فرشتے رونے لگے خود بھی اِس سوال کے بعد

سر اپنا رکھ دیا عابدؑ نے خاکِ زنداں پر
جو دیکھا چاند محرم کا ایک سال کے بعد

سروشؔ ختم ہے عباسؑ پر علمداری
کوئی نہ آئیگا اُمُّ البنیں کے لال کے بعد

❁❁❁

مَلک میں اور خدا میں کیا خبر کیا عہد و پیاں ہے
درِ زہراؑ پہ دربزی ہے درِ جنت پہ رضواں ہے

شہِ والاؑ کی تنہائی سے زینبؑ کیوں پریشاں ہے
ابھی اصغرؑ ہے گہوارے میں لیکن مردِ میداں ہے

یہ گہوارہ ہے جنبش چشم و ابروئے مشیّت کی
دلِ عرشِ بریں ہے نازشِ تختِ سلیماں ہے

جوانانِ حُسینی کیوں نہ ہوں بے شیرؑ پر نازاں
ہے ننھی سی کلی لیکن مہکنے میں گلستاں ہے

شبِ ہجرت علیؑ جس طرح پیغمبرؐ نظر آئے
سپاہِ شام نے اصغرؑ کو یہ سمجھا کہ قرآں ہے

یہ بُز دِل شام کے اب چین سے سونے نہیں پاتے
ہنسی بے شیرؑ کی اُنکی لئے خوابِ پریشاں ہے

علی اصغرؑ ہوئے ہیں تیر کھا کر منقلب لیکن
وہ ننھی مٹھیوں میں اب بھی بیعت کا گریباں ہے

جَلا کر رکھ دیا اِک آن میں برقِ تبسّم نے
سپاہِ شام کی بستی ہے یا شہرِ خموشاں ہے

ہزاروں خیبرِ دِل ہیں یہاں اے فاتح خیبر
وہ میداں آپ کا تھا یہ علیؑ اصغر کا میداں ہے

سرِ مقتل عجب ہے وحدتِ ایثار و قربانی
جہاں شبّیرؑ کی ماں ہے وہیں بے شیر کی ماں ہے

تہ و بالا ہے دنیا کربلا کے بعد سے اب تک
کہیں آہوں کی آندھی ہے کہیں اشکوں کا طوفاں ہے

عجب تابانیاں دِکھلا رہے ہیں داغ ماتم کے
لحد کے گھُپ اندھیرے میں چراغاں ہی چراغاں ہے

قیامت تک عزاداری پہ ہے احسان زینبؑ کا
نماز و روزہ و حج پر عزاداری کا احساں ہے

✿✿✿

تا بہ محشر تذکرہ پیاسوں کا چلتا ہی رہے
چشمۂ کوثر اِن آنکھوں سے اُبلتا ہی رہے

یا الٰہی میں علیؑ کی مدح لکھتا ہی رہوں
اور ترا لہجہ مرے لفظوں میں ڈھلتا ہی رہے

آفتابِ مدحِ حیدرؑ کو زوال آتا نہیں
مشرق و مغرب سے یہ پیہم نکلتا ہی رہے

غَیبتِ حُجّتؑ بھی ہے گویا برہنہ ذوالفقار
کیوں نہ پھر اعدائے دیں کا دِل دہلتا ہی رہے

سینکڑوں حُرؑ آ چکے ہیں اب تلک سوئے حسینؑ
صبحِ محشر تک یزید اب ہاتھ مَلتا ہی رہے

اے غمِ شبیرؑ اشکوں کی اگر بارش نہ ہو
خانۂ زہراؑ مری آنکھوں میں جلتا ہی رہے

اے منافق یہ مرا دعوائے عشقِ بوترابؑ
کچھ ترا مسلک نہیں ہے جو بدلتا ہی رہے

آگ ٹھنڈی ہو تو پھر کیا لطف آئے اے خلیل
شہؑ کا ماتم دار تو شعلوں پہ چلتا ہی رہے

گر غمِ سرورؑ بہ عنوانِ اجل تسکیں نہ دے
دِل یہ آغوشِ لحد میں بھی مچلتا ہی رہے

کیا سُہانا ہے سبیلوں کا یہ منظر دھوپ میں
پی رہے ہیں سب چھلکتے جامِ کوثر دھوپ میں

گھر سے نکلے جب کبھی شبّیرؑ و شبّر دھوپ میں
مروحہ جنباں ہوئے جبریل کے پر دھوپ میں

جب سرِ میداں نکل آئے بہتّر دھوپ میں
سب نے پہلی بار دیکھے ماہ و اختر دھوپ میں

شہؑ نے یوں چمکا دیا حُرؑ کا مقدّر دھوپ میں
جیسے رکھ دے جوہری ہیرے کو لا کر دھوپ میں

تیر کھا کر مُسکرا اُٹھے ہیں اصغرؑ دھوپ میں
کیا مہک اُٹھا شہادت کا گُلِ تر دھوپ میں

بولے عابدؑ سرخ ہو جاتا تھا لنگر دھوپ میں
کربلا سے شام تک آئے ہیں چل کر دھوپ میں

تھے تصور سے شبِ ہجرت کے اِس درجہ نہال
بوذرؓ و سلماںؓ لگا لیتے تھے بستر دھوپ میں

آفتابِ حکمِ بلّغ ہے سر نصف النّہار
ہیں جبھی تو مصطفےٰؐ بالائے منبر دھوپ میں

یا علیؑ کہہ کر جونہی اکبرؑ چڑھے رہوار پر
غُل ہوا ہوتی ہے معراجِ پیمبرؐ دھوپ میں

دن پہ ہوتا تھا گماں سب کو شبِ معراج کا
پڑتا تھا جب سایۂ گیسوئے اکبرؑ دھوپ میں

کیا شہادت گاہ میں کرتے وہ سائے کی تلاش
ہاتھ بھی منہ پر نہیں لاتے تھے سرورؑ دھوپ میں

قید میں دیکھے حرم نے اس جہاں کے سرد و گرم
اوس میں رہتے تھے شب بھر اور دن بھر دھوپ میں

جنبشِ مژگاں سے ٹھنڈی ہو گئی گرمیٔ حشر
اس طرح چمکے ہمارے دیدۂ تر دھوپ میں

ٹھنڈے ٹھنڈے خلد میں پہنچا وہ شہؑ کا جانثار
حُرؑ کو جسدم مِل گیا زانوئے سرورؑ دھوپ میں

آ گئے شبیرؑ بن کر ابرِ رحمت اے سروشؔ
مر رہا تھا پیاس سے جب حُر کا لشکر دھوپ میں

لشکرِ شام پہ کیوں خوف نہ طاری ہوگا
ایک اصغرؑ ہی کئی لاکھ پہ بھاری ہوگا

شہؑ کا اصغرؑ نہیں رُتبے میں کم ز اسماعیلؑ
ایڑیاں رگڑے تو زم زم ابھی جاری ہوگا

تہہِ خنجر ہیں عجب شان سے سجدے میں حسینؑ
عوض اِس سجدے کا خود خالقِ باری ہوگا

چودہ صدیوں سے ہے تازہ جو غمِ سبطِ رسولؐ
کوئی چشمہ تو پسِ گریہ و زاری ہوگا

حشر کے روز خداوندِ دوعالم کا جلال
دُخترِ مرسلِؐ اعظم کی عماری ہوگا

جَل رہا ہے جو فضائل سے میرے مولاؑ کے
میرا دعویٰ ہے یقیناً کوئی ناری ہوگا

سینہ ماتم سے ہو زخمی تو سکوں ملتا ہے
ہاتھ روکوں تو لہو آنکھ سے جاری ہوگا

اُنکی یہ ذرّہ نوازی ہے جو یہ کہتے ہیں
اب کہاں کوئی سرورؔ ایسا لکھاری ہوگا

۞۞۞

اگر دولتِ عشقِ حیدرؑ رہے
فقیری میں بھی دِل تونگر رہے

نہ دریا نہ ساتوں سمندر رہے
جو باقی رہے دیدۂ تر رہے

چلی جب شمیمِ عزائے حسینؑ
تو پتھر پہ بھی پھول کھِل کر رہے

ہر اِک دور میں آنسوؤں کے چراغ
ہواؤں کے رُخ کو بدل کر رہے

میسر ہے وہ شہدِ مضموں مجھے
سدا جس کی لذت زباں پر رہے

مقدر سے وہ اوج ہم کو ملا
ہمیشہ نبیؐ بالائے سر رہے

سلیماںؑ و داؤدؑ سے بادشاہ
در مصطفیٰؐ کے گداگر رہے

خدا کا مکاں خانۂ فاطمہؑ
شرف میں برابر برابر رہے

ادب سیکھ کر آئے تھے عرش سے
فرشتے بھی ان کے نوکر رہے

علیؑ کے مخالف کا سودا ہے وہ
بھلا ہم کو دوزخ کا کیوں ڈر رہے

کہا شہؑ نے یا رب حسنؑ و حسینؑ
تو گھر میں شبیرؑ شبرؑ رہے

نہ ٹھہرے جہاں انبیاء کے قدم
وہاں گھٹنیوں چل کے اصغرؑ رہے

جہنم سے امّت کو کیسے چھڑائیں
اسی فکر میں شاہ دن بھر رہے

وطن لوٹ کر کیا جئے گی رباب
سکینہؑ رہی اور نہ اصغرؑ رہے

(ق)

جب آدم نکالے گئے خُلد سے
لئے عمر بھر دیدۂ تر رہے

حسینؑ ابنِ زہراؑ پہ رو رو کے ہم
اُسی خُلد میں گھر بنا کر رہے

اُٹھوں حشر میں جب لحد سے سروشؔ
تو ہاتھوں میں دامانِ حیدرؑ رہے

❁❁❁

فرات کو تو سبھی آبجُو سمجھتے ہیں
ہم آج بھی اُسے بہتا لہو سمجھتے ہیں

ہے ایک بوند بھی عرفانِ تشنگی جن کو
سمندروں کو وہ بے آبرو سمجھتے ہیں

یہ قحطِ آب یہ مقتل اور ایسا ذوقِ سجود
کہ آبِ تیغ کو آبِ وضو سمجھتے ہیں

جو لوگ بیٹھے ہیں مقتل میں سر جھکائے ہوئے
یہی تو رشتۂ تیغ و گلو سمجھتے ہیں

ہمارے اشکِ مسلسل کو آسماں والے
غمِ حسینؑ کا ذوقِ نمو سمجھتے ہیں

نہ زخمِ ماتم سروڑ نہ خونِ دِل کی مہک
ہم ایسے شہر کو بے رنگ و بو سمجھتے ہیں

سروشؔ گردِ خجالت ہے جنکے چہروں پر
وہ آئینوں کو بھی اپنا عدو سمجھتے ہیں

ذوالفقارِ حیدریؑ کے وار یاد آنے لگے
خطبۂ زینبؑ سے اہلِ شام گھبرانے لگے

پھول بن سکتے ہیں انگارے مگر یہ شرط ہے
پرچمِ عباسؑ کی ٹھنڈی ہوا آنے لگے

زورِ باطل اب اُسے ہرگز جھکا سکتا نہیں
ہیں علم میں حضرتِ عباسؑ کے شانے لگے

رفتہ رفتہ آبرو برسات کی جاتی رہی
ہم غمِ شبیرؑ میں جب اشک برسانے لگے

رشتۂ وحدت میں یکجا ہوگئے کچھ اس طرح
شاہ کے انصار سب تسبیح کے دانے لگے

رونقیں دیکھیں یہاں کی تو فرشتوں نے کہا
ہم کو جنت سے حسینؑ شہؑ کے عزاخانے لگے

بچ گئے کچھ لوگ جو مختار کی تلوار سے
مجلس و ماتم کی آوازوں سے گھبرانے لگے

شیخ یوں سمجھا رہا ہے مجھ کو ماتم کے خلاف
جیسے ابنِ سعد آ کر حُرؑ کے سمجھانے لگے

یوسفِ کنعاں جو دیکھے قید میں سجادؑ کو
اپنا سر زنداں کی دیواروں سے ٹکرانے لگے

رات کیا اُترا ستارا بابِ حیدرؑ پر سروشؔ
حاسدوں کو دِن میں بھی تارے نظر آنے لگے

تھے داغِ ماتم جو شب کو مثلِ شہاب سارے
سحر کو دیکھا تو بن گئے وہ گلاب سارے

علیؑ مرے روبرو ہیں اور روبرو رہینگے
اگر نگاہوں سے اُٹھ بھی جائیں حجاب سارے

خدا کے سجدوں کا جس قدر بھی تھا قرض مجھ پر
اِک اشکِ غم نے چُکا دیئے وہ حساب سارے

سوالِ منکر نکیر کی فکر کِس لئے ہو
علیؑ ہی کے نام میں چھپے ہیں جواب سارے

دراز دستی بنی سقیفہ کی کیا بتاؤں
سمیٹ کر لے گئے ستمگر عذاب سارے

سحر جو نازاں ہے حُر پہ اور حُر کے ساتھیوں پر
کہ ایک شب میں وہ بَن گئے آفتاب سارے

سناں کے صدمے سے پارہ پارہ تھا قلبِ اکبرؑ
تو ماں کی آنکھوں میں ریزہ ریزہ تھے خواب سارے

تھے جام گردش میں درمیاں تھا حسینؑ کا سَر
کہ گردِ کعبے کے پی رہے تھے شراب سارے

مجاورانِ حرم جب آئیگا ابنِ زہراؑ
تمہارے چہروں سے نوچ لیگا نقاب سارے

امامؑ آئیں تو اُن سے کیسے کروں تخاطب
کہ ذاکروں میں تو بٹ چکے ہیں خطاب سارے

دماغ و دِل کے دریچے جو وا نہیں رکھتے
وہ روشنی کا کوئی راستہ نہیں رکھتے

رواں ہے اشک اور آوازِ پا نہیں رکھتے
کہ ٹوٹنے میں ستارے صدا نہیں رکھتے

جو اپنی آنکھوں میں اشکِ عزا نہیں رکھتے
سراب رکھتے ہیں آبِ بقاء نہیں رکھتے

قریبِ وقتِ سحر خود ہی بجھنے لگتے ہیں
چراغ ہیں کہ جو حرص و ہَوا نہیں رکھتے

غمِ حیات کو فوراً نکال دو دِل سے
کہ گھر میں ٹوٹا ہوا آئینہ نہیں رکھتے

کہا یہ دوشِ نبیؐ نے علیؑ کے نقشِ قدم
بلندیوں کی کوئی انتہاء نہیں رکھتے

غمِ حسینؑ میں آنکھیں نچوڑ دیتے ہیں
ہم آنسوؤں کی نمی تک بچا نہیں رکھتے

یہ اشک و آہ نشانی ہے صحتِ جاں کی
مریض ہیں جو یہ آب و ہوا نہیں رکھتے

خرید سکتے ہیں اشکوں سے جب رضائے خدا
"ہم اپنے کیسۂ خالی میں کیا نہیں رکھتے"

سبک خرامئ اصغرؑ نے کر دیا روشن
اجالے اپنا کوئی نقشِ پا نہیں رکھتے

ہیں اس طرح سرِ معراجِ تشنگی اصغرؑ
کہ دو کمانوں کا بھی فاصلہ نہیں رکھتے

وہ تیر ہوتے ہیں پیوست آ کے تیروں پر
جو شاہؑ کے تنِ زخمی پہ جا نہیں رکھتے

کیا ہے ایسوں کو اے شمر بے رِدا تو نے
کہ جو کنیزوں کو بھی بے رِدا نہیں رکھتے

حسینؑ اُٹھاتے ہیں کڑیل جواں کے لاشے کو
یہ حوصلہ یہ جگر انبیاء نہیں رکھتے

کہاں یہ گورِ غریباں کہاں جنابِ امیرؑ
کہ گھر میں آج ہی ہم بوریا نہیں رکھتے

سروشؔ کعبہ ہے کرب و بلا کی سرحد میں
دل و دماغ یہاں فاصلہ نہیں رکھتے

جدا ہرگز نہ ہوگی عترتِ اطہار قرآں سے
ملا کر دیکھ لو قرآن کو سو بار قرآں سے

نہ تھا گر حَسبُنا والے تجھے انکار قرآں سے
جُدا کب ہیں بتادے حیدرؑ کرار قرآں سے

ہے نِکلا استخارے میں یہی ہر بار قرآں سے
نبیؐ سے عشق عترت سے محبت پیار قرآں سے

علیؑ کعبے میں یوں آئے ہمک کر دستِ احمدؐ پر
مِلے نہج البلاغہ جیسے پہلی بار قرآں سے

علیؑ و فاطمہؑ کے گھر کا یہ اعجاز تو دیکھو
کہ اِس گھر کی کنزیں کرتی ہیں گفتار قرآں سے

غدیرِ خُم نظر آتا نہیں اب تک مسلماں کو
فلک کے راستوں کو پا گئے اغیار قرآں سے

نہیں مانا مسلماں پھر بھی ایمانِ ابوطالبؑ
ثبوت اِس بات کا ہم دے چکے سو بار قرآں سے

گلا کٹوا کے بھی باقی رکھوں گا تذکرہ تیرا
یہ وعدہ کر گئے ہیں سید ابرارؑ قرآں سے

کہا اللہ نے مرسلؐ سے بس اب دیر مت کیجے
غدیرِ خُم کا میداں ہو چُکا ہموار قرآں سے

امامِ وقت سے جو کربلا میں لڑنے آئے ہیں
وہی صفّین میں بھی کر چکے پیکار قرآں سے

✿✿✿

مناجات

العجل یا امامِ زماں العجل

منقلب ہے زمیں مضطرب آسماں
ظلم اور جور سے بھر چُکا ہے جہاں
بجلیوں کی ہے زد پر ہر اِک آشیاں
کھو گئیں منزلیں لُٹ گئے کارواں

العجل یا امامِ زماں العجل

الغیاث اے محمدؐ کی جاں الغیاث
الغیاث اے علی کے نشاں الغیاث
قبرِ زہراؑ ہے بے سائباں الغیاث
الغیاث اے امامِ زماں الغیاث

العجل یا امامِ زماں العجل

مصطفےٰؐ کا مدینہ ہے دارالمحن
دین اپنے وطن میں بھی ہے بے وطن
بے چراغ آج تک ہے مزارِ حسنؑ
لو خبر جلد اے وارثِ پنجتن

العجل یا امامِ زماں العجل

سارے بے دین ہیں پاسبانِ حرم

بیتِ ابیض پہ سب کی جبینیں ہیں خم
سر نگوں ہونے والا ہے حق کا علم
تم کو عباسؑ کے بازوؤں کی قسم
العجل یا امامِ زماں العجل

دینِ اسلام پر رحم فرمایئے
بہرِ سجادؑ امداد کو آیئے
آ کے کعبے کو آزاد فرمایئے
اے محمدؐ کے وارث اب آجایئے
العجل یا امامِ زماں العجل

فکر لادین اِسلام کو کھا گئی
آتشِ جہل دوزخ کو شرما گئی
ہر مسلماں کے چہرے کو جھلسا گئی
دو پہر ہے مگر تیرگی چھا گئی
العجل یا امامِ زماں العجل

یوں یہود و نصاریٰ کا ادغام ہے
آج دونوں کے نرغے میں اِسلام ہے
سب میں بے آبرو حق کا پیغام ہے
اب مسلمان کہلانا الزام ہے
العجل یا امامِ زماں العجل

سر اُٹھائے ہیں بے دین آجایئے

جل رہا ہے فلسطین آجایئے
قدس ہے خوں سے رنگین آجایئے
اے شہِؑ آلِ یٰس آجایئے
العجل یا امامِ زماں العجل

خونِ شبیرؑ کا لوگے کب انتقام؟
کب تلک ہو گی تیغِ علیؑ بے نیام؟
جَل رہے ہیں ابھی تک حسینیؑ خیام
کتنی تاخیر فرماؤگے یا امام؟
العجل یا امامِ زماں العجل

خونِ سادات کی ندّیاں بہہ گئیں
پھر بھی پیاسی ہے کرب و بلا کی زمیں
اور کب تک نہ آؤگے خضراء نشیں
اب بھی چمکے گی تیغِ علیؑ یا نہیں
العجل یا امامِ زماں العجل

آپ کے جد کا ارمان مقتل میں ہے
ہر جگہ کا مسلمان مقتل میں ہے
بے خطاء قومِ سلمان مقتل میں ہے
سچ تو یہ کہ قرآن مقتل میں ہے
العجل یا امامِ زماں العجل

چشمِ سجادؑ کے آنسوؤں کی قسم

از پئے باقرؑ و جعفرؑ ذی حشم
بہرِ موسیٰ کاظمؑ اسیرِ ستم
اے علیؑ ابنِ موسیٰؑ کے سروِ اِرم
العجل یا امامِ زماں العجل

جانشینِ نقیؑ ورثہ دارِ تقیؑ
خنکیٔ چشمِ نرجس دلِ عسکریؑ
بوجھ لگنے لگی ہے ہمیں زندگی
گھٹ گئی اب تو طاقت بھی فریاد کی
العجل یا امامِ زماں العجل

اے سروشؔ اِس قدر آہ و زاری نہ کر
اپنے اعمال کی بھی تو لے کچھ خبر
ڈھل چکی رات نزدیک ہے اب سحر
ترک مت کر یہ اپنا وظیفہ مگر
العجل یا امامِ زماں العجل

انجمن العباسؑ

نوحہ

مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ
کہہ رہے تھے یہ کُل انبیاء یاحسینؑ

بولے آدمؑ کہ میری دُعا آپ ہیں
نوحؑ بولے میرے ناخدا آپ ہیں
آبروئے خلیلِؑ خدا آپ ہیں
بولے موسیٰؑ کہ میرا عصاء آپ ہیں
خضرؑ بولے میرے رہنما آپ ہیں
بولے عیسیٰؑ کہ وجہہِ شفاء آپ ہیں
خدمتِ انبیاء کی جزاٗ آپ ہیں
آپ ہم سب کی محنت بچالے گئے
شکریہ آپ کا شکریا یاحسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

*****

کہہ رہے تھے خلیلِ خدا یا حسینؑ
پیش کرنے کو قربانی فرزند کی
باندھی آنکھوں پہ پٹی بصد عاجزی
حلق پر اُسکے پھر بھی چھری کب چلی
آیا جنت سے فدیہ تو جاں بچ گئی
دیکھتے ہی گلے پر چھری کا نشاں
اتنا صدمہ ہوا اُسکی ماں چل بسی
اُف تیری تشنگی دھوپ اور بیکسی
تو نے تو زخمی سینے سے کھینچی سناں
تو نے اکبرؑ کا لاشہ اُٹھایا حسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یا حسینؑ

*****

تھی یہ ایوبؑ کی بھی صدا یا حسینؑ
پیشِ حق جب ہوئی آزمائش میری
جل گئے باغ اولاد بھی مر گئی
لا دوا تھے مرض اُس پہ فاقہ کشی
ایک روٹی کے بدلے میں ظالم کوئی
مانگتا تھا رِدا میری ناموس کی

مجھ میں پھر طاقتِ صبر ہی نہ رہی
پردہ پوشی جو امّت کی منظور تھی
تو نے زینبؑ کی دیدی رِدا یا حسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

*****

بولے یونسؑ بحکمِ خدا یا حسینؑ
قوم کرنے لگی مجھ سے جب اجتناب
پھر نہ باقی رہی صبر کی مجھ میں تاب
میں نے فوراً ہی مانگا خدا سے عذاب
نکلا بستی سے کھا کر جو میں پیچ و تاب
بطنِ ماہی میں قیدی رہا زیرِ آب
خونِ اصغرؑ نہ ملتے جو رُخ پر جناب
آتا قدرت کا فوراً غضب اور عتاب
تم کو امّت نے اِتنا ستایا مگر
پھر بھی تم نے نہ کی بد دُعا یا حسین
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

*****

ابنِ مریم کی تھی یہ صدا یا حسینؑ
میری ماں یعنی مریم کنیزِ خدا
تیری ماں فاطمہؑ ملکۂ ھَلْ اَتیٰ
مجھ کو بس ماں کی نسبت سے جانا گیا
اور تو کہلایا فرزندِ خیرُ الوریٰ
ماں کی آغوش تھی صرف جھُولا میرا
اور فرشتوں نے جھولا جھُلایا تیرا
میں تو آغوشِ مادر میں گویا ہوا
تو نے حلقِ برُیدہ سے قرآں پڑھا
میں نے تو صرف مُردوں کو زِندہ کیا
تو نے اسلام زِندہ کیا یا حسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یا حسینؑ

*****

کہہ رہے تھے شہ انبیاءؐ یا حسینؑ
رَزم اور بزَم میں اپنے اصحاب سے
بار ہا میں نے جنت کے وعدے کیئے
جب بھی کفّار کے مجھ پہ حملے ہوئے
سب کے سب مجھ سے منہ موڑ کر چل دیئے

صرف میرے محافظ تھے بابا تیرے
وہ نہ مجھ کو مِلے نہ علیؑ کو ملے
جیسے اصحاب و انصار تجھ کو ملے
تو نے عشرے کی شب شمع گُل کی مگر
پھر بھی کوئی نہ اُٹھکر گیا یاحسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

*****

کہہ رہے تھے رسولِؐ خدا یاحسینؑ
میرے قاسمؑ کا جسدم ہوا انتقال
ماں تھی بیہوش خود میں تھا غم سے نڈھال
تیرے بابا نے دیکھا جو میرا یہ حال
خود بنائی لحد گو تھا دِل کو ملال
یوں ہوا چین سے دفن وہ نونہال
دفنِ اصغرؑ پہ کیا صبر تھا بے مثال
پاس ہی تھی کھڑی مادرِ خستہ حال
اپنے ہاتھوں سے جلتی ہوئی خاک میں
تو نے خود بے زباں کو چھپایا حسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

*****

اُٹھ کے دردِ جگر نے کہا یاحسینؑ
تشنہ لب کر کے جامِ شہادت کو نوش
جا رہا ہے سوئے عرش مقتل بدوش
گھر میں سیدانیوں کے ہے رونے کا جوش
لے وہ بیمار عابدؑ کو آتا ہے ہوش
دل سے رخصت ہوئی فکرِ فردا و دوش
اب ہے شوقِ شہادت میں سر بارِ دوش
تابِ گویائی باقی نہیں اے سروشؔ
اتنا کہہ کے تو فی الوقت ہو جا خموش
تم نے ذکرِ خدا و علیؑ کے لئے
زیرِ خنجر گلا رکھ دیا یاحسینؑ
مرحبا مرحبا مرحبا یاحسینؑ

انجمن عونؑ و محمدؑ

نوحہ

سقّے کی چاہ میں یوں روئی سکینہؑ پتھر آنکھیں بھر آئیاں
پیاسوں کا لہو تو ارزاں تھا پانی کی وہی مہنگائیاں

عاشور کو پیاسی بھتیجی سے وعدہ جو ترا پورا نہ ہوا
پانی پہ لرزتی ہیں اب تک عباسؑ تیری پرچھائیاں

فرزندِ علیؑ زہراؑ کے پسر جلد آؤ ترائی سے اُٹھ کر
پھر خانۂ زہراؑ جلتا ہے لوٹ آئے ہیں پھر بلوائیاں

جس دِن سے گئے فرزندِ نبیؐ سونی ہے پڑی ایک ایک گلی
ہمجولیاں بن گئیں صغراؑ کی بیتی یادیں، تنہائیاں

اے دامن ساحل تو اِن کو عباسؑ کے شانے مت کہنا
یہ ضبطِ وغا میں ہیں غازی کی دو ٹوٹی ہوئی انگڑائیاں

میدان میں عونؑ و محمدؑ نے دریا کی طرف رُخ بھی نہ کیا
دیکھی نہ گئیں یوں پیاسوں کی پانی سے یہ بے پروائیاں

ہیں ایک رسن میں بارہ گلے سائے کے ستائے دھوپ جلے
بے پردہ پھرائی جاتی ہیں عباسؑ تری ماںجائیاں

نورس غنچے پامال ہوئے گُل پھول ثمر بے حال ہوئے
زہراؑ و علیؑ کے آنگن میں اُلٹی چل گئیں پُروائیاں

اِک زخم تھا سینہء اکبرؑ کا اِک زخم گلوئے اصغرؑ کا
اب تک ہیں سروشؔ اِن اشکوں میں اُن زخموں کی گہرائیاں

۞۞۞

انجمن العباسؑ

نوحہ

بے رِدا کیوں نظر آتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے
منہ نہ بالوں سے چھپاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

شاہزادی کی طرح اپنے وطن میں رہتی
قید ہوکر نہیں جاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

دلہنیں عونؑ و محمدؑ کی لے آتی گھر میں
بیاہ اکبرؑ کا رچاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

روز شبیرؑ کی مسند کو سجاتی گھر میں
فرشِ ماتم نہ بچھاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

پھول صحت کے بھتیجے کو پنہاتی آکر
طوق منت کے بڑھاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

رات ساری وہی خورشید طلایہ کرتا
اپنی آنکھیں نہ جلاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

خواب کیا کیا نہیں دیکھے تھے سکینہؑ کے لیے
اُس کی تربت نہ بناتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

سر کھُلے اِس کو تو سورج نے بھی دیکھا نہ یزید
کب ترے سامنے آتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

یا علیؑ آیئے اب خود ہی بچانے کے لیے
تازیانے تو نہ کھاتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

گھر میں آئی تو نہ پہچان سکے عبد اللہ
کیا ضعیفہ نظر آتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

کہا منہ ڈھانپ کے یہ عصر کے سورج نے سروشؔ
بے رِدا کیوں نظر آتی زینبؑ آج عباسؑ جو ہوتے

انجمن العباسؑ

نوحہ

اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ
آج آخری دے دے اذاں
تجھ پہ یہ پدر قرباں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

آج اے ہمشکلِ رسولؐ اللہ
جاگ اُٹھے دشتِ کرب و بلا
اِسلام نہ بھولے گا تاحشر یہ تیری اذاں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

حَیَّ علیٰ خیر العمل کی صدا
اے اکبرؑ حُرؑ جب سن لے گا
جل اُٹھیگی شمعِ یقیں چھوٹ جائینگے وہم وگماں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

دنیا میں مسلماں نام کے ہیں
ذہنوں میں اندھیرے شام کے ہیں
ترے روپ کی کرنوں سے روشن ہے یہ سارا جہاں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

اب حق کے قبیلے والوں کو
ملنا ہے گلے تلواروں سے
آج آلِ محمدؐ میں ہوگی عیدِ قرباں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

کیا دیکھ سکیں گے خلیلؑ اللہ
غش کھا جائینگے ذبیح اللہ
ترے سینۂ زخمی سے جب کھینچوں گا نوکِ سناں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

ہر وقت مچلتا رہتا ہے
عباسؑ کی آنکھوں میں دریا
آغازِ محرّم سے بے چین ہیں عمّو جاں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

ہم لوگ بچا کر لائے ہیں
مقتل سے نوائے اِلّا اللہ
حلقومِ بریدہ سے کرنا ہے یہی اعلاں
اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

زخموں کا سہرا بندھوا کر
اب موت سے رشتہ کرلینا
بیٹا تری ماں کو ہے تری شادی کا ارماں

اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

میں دینِ خدا کی حرمت کو
پامال نہیں ہونے دوں گا
ہو جائے مرا لاشہ پامالِ سمِ اسپاں

اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

بابا کو تمہارے اے اکبرؑ
ہے فکر بس اپنے شیعوں کی
محشر میں سروشؔ کو بھی رکھنا زیرِ داماں

اللہ اکبر میرا سوہنا اکبرؑ

❁❁❁

ہیں کیا مزے مزے کے مضامین اے سروشؔ

ثنائے پنجتن میں فکر کے جوہر نکلتے ہیں
یہ مضموں چادرِ تطہیر میں چھن کر نکلتے ہیں
درِ زہراؑ کی جانب کہہ کے یہ بڑھنے لگا تارا
چلو اب آسمانوں سے ذرا اوپر نکلتے ہیں
کم از کم سُن کے اِن بچوں ہی کو ایمان لے آؤ
یہ چودہ نام اِن کے منہ سے کیا فر فر نکلتے ہیں

اپنی آنکھوں میں کیے خوابِ تمنا روشن
آج مکہ سے زیادہ ہے مدینہ روشن
ہیں ہواؤں کی منڈیروں پہ دُعاؤں کے چراغ
اِنکو ہے رکھے ہوئے تیرا بھروسہ روشن
عشقِ احمدؐ کے سبب یوں نظر آتے تھے بلال
سرمئی شام میں ہو جیسے سویرا روشن

آپ ہماری مجبوری پر غور ذرا فرمائیں تو
آپ کا رستہ تکتے تکتے ہم بھی اگر مرجائیں تو
آپ کے دیوانے تو اِنہیں سے سر ٹکرائے جاتے ہیں
ہائے کِسی دِن وقت کی ساری دیواریں گر جائیں تو
روزِ جزا کی فکر ہے تو یہ دونوں وسیلے ساتھ میں رکھ
اشکِ عزاء کام آجائیں اور سجدے کام نہ آئیں تو

کہتے ہیں جو حسینؑ پہ گریہ نہ چاہیے
اُن کو دعائے فاطمہؑ زہرا نہ چاہیے
کرلو چراغِ اُلفتِ حیدرؑ سے روشنی
دِل خانۂ خدا ہے اندھیرا نہ چاہیے
عباسؑ کر گئے ہیں علم اِس طرح بلند
ہاتھوں کا اب کسی کے سہارا نہ چاہیے

اذاں کا ذِکر چلتا ہے تو اکبرؑ یاد آتے ہیں
جو دِل پہلو بدلتا ہے تو اکبرؑ یاد آتے ہیں
گھٹائیں کالی کالی رُخ پہ بکھرائے ستاروں میں
مہِ کامل نکلتا ہے تو اکبرؑ یاد آتے ہیں
ضعیفی کا عصاء بن کر کوئی کڑیل جواں بیٹا
پدر کے ساتھ چلتا ہے تو اکبرؑ یاد آتے ہیں

اس گھر کی فضاؤں میں جو اشکوں کی نمی ہے
لگتا ہے یہاں مجلسِ شبیرؑ ہوئی ہے
فرماتے تھے شبیرؑ اذاں دو علی اکبرؑ
لشکر میں میرے حُرِ دِلاور کی کمی ہے
جو اپنا لہو ماتمِ سرورؑ میں بہائے
وہ حق کی نگاہوں میں اویسِ قرنی ہے

وہ جب سورج کو پلٹاتے ہوئے دوبار دیکھے گا
زمانہ تم کو کِس رُخ سے مرے سرکار دیکھے گا
وہ جا کے اپنا سر ٹکرائے گا دیوارِ گریہ سے
سعودی جب کبھی ہنستی ہوئی دیوار دیکھے گا
ثناخوانِ علیؑ ہوں اِس لیے تو داورِ محشر
مرے اعمال کے بدلے مرے اشعار دیکھے گا

جب آزما کے دیکھا خیبر میں ہر کِسی کو
آخر نبیؐ نے مُڑ کر آواز دی علیؑ کو
دنیا میں ڈر نہ ہوگا اب موت سے کِسی کو
شبیرؑ آرہے ہیں تسخیرِ زندگی کو
مرنے کے بعد بھی گر جینے کی ہے تمنّا
اشکِ عزاء میں رکھ دو تم اپنی زندگی کو
شبیرؑ سے یہ پیہم اسلام پوچھتا ہے
شبرؑ پئیں گے کب تک اِس زہرِ خاموشی کو

درسِ آزادی مِلا ہے عابدؑ بیمار سے
جاگ اُٹھیں مِلتیں زنجیر کی جھنکار سے
حشر تک اب گر نہیں سکتی کبھی معیار سے
ہے وفا لپٹی ہوئی پائے علمبردار سے
شہ سے پہلے یاور و انصار پہنچے خُلد میں
قافلہ پہنچا ہے پہلے قافلہ سالار سے
شاہ کے قدموں پہ جاں دینے کی جلدی تھی سروشؔ
حُر ہوا بیدار پہلے طالعِ بیدار سے

بازو کٹے تو ایسے جھکا فوج کا نِشاں
جس طرح سے زمین پہ جھکتا ہے آسماں
کوثر سے بھر کے لاتا جری مشکِ آب کو
وہ تو فرات آگئی بر وقت درمیاں

محسنؑ ہوئے شہید ، علمدار مِل گیا
اِک ماں کو کھویا ہوا پیار مِل گیا
مظلومِ کربلا تجھے عباسؑ کیا مِلا
پھر مصطفےٰؐ کو جعفرِ طیار مِل گیا

گر کھینچنا ہو نقش کوئی کامیاب کھینچ
قرطاسِ دِل پہ عکسِ رُخِ بوترابؑ کھینچ
تو ، اور جامِ مے کا گِلہ حیدریؑ فقیر
کیا دیکھتا ہے ہاتھ بڑھا آفتاب کھینچ

ہم زباں میثمؑ کا ہوں ہم مشربِ مقداد ہوں
آتشِ دوزخ سے میں حُرؑ کی طرح آزاد ہوں
اُلفتِ حیدرؑ بھی ہے دِل میں غمِ شبیرؑ بھی
میں نجف اور کربلا کے درمیاں آباد ہوں

کیوں وقت گنواؤں طلبِ جاہ میں مولاؑ
سب کچھ ہے میسّر تری درگاہ میں مولاؑ
شاعر ہے ترا صرف تری داد کا طالب
ہے نشۂ کوثر تری اِک واہ میں مولاؑ

دشمنانِ آلِ پیغمبرؐ یہ خود ہی دیکھ لیں
نسل کی کثرت کہاں ہے اور ابتر کون ہے
مصطفیٰؐ محوِ سفر ہیں اور حیدرؑ محوِ خواب
اے شبِ ہجرت بتا تیرا پیمبرؐ کون ہے

سار ی دنیا میں جو مولاؑ کی حکومت ہو جائے
حشر تک کاتبِ اعمال کو فرصت ہو جائے
تیری تاخیر سے دِل بیٹھ رہا ہے مولاؑ
کہیں اِس خانۂ حق کی نہ شہادت ہو جائے

✿✿✿

فکر کو جب نور کے سانچے میں ڈھالا جائے گا
مدحتِ عباسؑ کا ہر سُو اُجالا جائیگا
دیکھنا اذنِ وغا دینگے نہ بھائی کو حسینؑ
وقت نا معلوم تک محشر کو ٹالا جائیگا

✿✿✿

بعدِ رسولؐ اہلِ سقیفہ کی پیروی
قتلِ حسینؑ کے لئے تلوار بن گئی
کڑیاں مِلیں جو شام و سقیفہ کے ظلم کی
زنجیرِ پائے عابدِؑ بیمار بن گئی

✿✿✿

غم سے آواز گلوگیر نظر آتی ہے
خامشی عالمِ تقریر نظر آتی ہے
فاطمہؑ آج تو دربارِ ستم میں زینبؑ
ہو بہو آپ کی تصویر نظر آتی ہے

✿✿✿

یہ فوجِ تازہ دم ہے جلوسِ عزا نہیں
کیا تم نے استغاثہ سرورؑ سُنا نہیں
مقتل میں شہؑ کے سجدۂ آخر کو دیکھ کر
ہمت ہے گر کسی میں تو کہدے خدا نہیں

❁❁❁

ظلم کی تیغوں کے سائے جب گھنے ہو جائیں گے
ہم شبِ ہجرت کی خوشبو اوڑھ کر سو جائیں گے
ہے ہمیں بس قائمؑ آلِ نبیؐ کا انتظار
تیغ اُن کی جب کھنچے گی فیصلے ہو جائیں گے

❁❁❁

خاک ہو کر نقشِ پائے مرتضیٰؑ بن جائیں گے
ہم اگر مِٹ جائیں تب بھی آسماں کہلائیں گے
دیر کی تقدیر نے تو روؤں گا میں اِسقدر
کربلا تک خود مجھے آنسو بہا لے جائیں گے

❁❁❁

لسان اللہ ہے گویا لِسانِ جعفرِ صادقؑ
بیانِ مرسلؐ حق ہے بیانِ جعفرِ صادقؑ
قیامت تک بدل سکتا نہیں اِک حرف بھی اِس کا
شریعت کے دہن میں ہے زبانِ جعفرِ صادقؑ

❁❁❁

فرشتگانِ الٰہی کے ترجمان ہوئے
زمیں پہ رہ کے فضیلت کے آسمان ہوئے
تمام مومنیں بائیسویں رجب کو سروشؔ
امامِ جعفرِ صادقؑ کے میہمان ہوئے

○○○

کہیں علیؑ کی تیغِ بے نیام فقہ جعفری
کہیں حسنؑ کی صلح کا پیام فقہ جعفری
حنوف ہوں کہ شافعی ہوں مالکی کہ حنبلی
یہ سب ہیں تیرے منحرف غلام فقہ جعفری

○○○

دینِ حق سب تیری آزادی کی تدبیروں میں تھے
کچھ تو نیزوں پر تھے کچھ قرآن زنجیروں میں تھے
جس طرح لیتا ہو کوئی پہلی بارش کے مزے
یوں جوانانِ حسینؑ ابنِ علیؑ تیروں میں تھے

○○○

ہر نماز اپنی غمِ شبیرؑ میں ضم کیجئے
دِل یہ کہتا ہے مصلّے پر بھی ماتم کیجئے
ہم بھی چلتے ہیں وہاں کیا بھاگی جاتی ہے نماز
دو گھڑی رُکیئے صفِ ماتم نہ برہم کیجئے

○○○

ہے دیر حکمِ شہؑ کی مرنے کا غم نہیں ہے
لشکر کا ہر سپاہی لشکر سے کم نہیں ہے
اصغرؑ نے مسکرا کر تیرِ ستم سے پوچھا
اے میرے خوں کے پیاسے کچھ خوں تو کم نہیں ہے

ooo

فرق کرنا باپ اور بیٹے میں مشکل ہے سروشؔ
جیسے اِک آئینہ ہو نورِ خدا کے سامنے
یوں علیؑ مرتضیٰ کے روبرو عباسؑ ہیں
مرتضیٰؑ بیٹھے ہوں جیسے مرتضیٰؑ کے سامنے

ooo

جو دِل میں گھٹ رہے ہیں وہ سبھی ارماں نکالوں گا
ہر اک گوشے کو اُس کے اپنی آنکھوں سے لگالوں گا
لگائے گر یونہی پابندیاں شیخِ حرم مجھ پر
میں خاکِ کربلا سے اِک نیا کعبہ بنالوں گا

ooo

کرتے تھے بار بار جو میدان سے فرار
حاصل نہیں کچھ ایسے حریفوں کو مار کے
کہتے تھے غاصبینِ خلافت پہ مرتضیٰؑ
لائق نہیں یہ لوگ مری ذوالفقار کے

ooo

ابو جہل ہو گیا متصل جونہی گاہوارۂ پاک سے
وہیں جانِ بنتِ اسد نے اُسکو جڑا اِک طمانچہ سٹاک سے
پسِ ضربِ شیرِ اِلٰہ یہ گری لاش مرحبِ شوم کی
کہ قضا کے ہاتھ سے چھوٹ کر کوئی جام ٹوٹا چھناک سے

ooo

سکینہؑ سے جو وعدہ تھا وہ پورا کر لیا میں نے
بہ زورِ تشنگی دریا پہ قبضہ کر لیا میں نے
یکا یک شور اُٹھا کٹ گئے عباسؑ کے بازو
یہ سنتے ہی علم کو اور اونچا کر لیا میں نے

ooo

جب بھی عباسؑ کے پرچم کو اٹھایا میں نے
دو گھڑی کے لئے ہاتھوں کو نہ پایا میں نے
جب تلک کرب و بلا سے نہ اجازت لے لی
کبھی کعبے کی طرف سر نہ جھکایا میں نے

ooo

صبر کے ہاتھ میں شمشیر نظر آتی ہے
ظلم کے پاؤں میں زنجیر نظر آتی ہے
فاطمہؑ آج تو دربارِ ستم میں زینبؑ
ہو بہو آپ کی تصویر نظر آتی ہے

ooo

شہؑ کا خط ملتے ہی کوفے سے چلے آئے حبیبؑ
صبح تک حُرؑ کو بھی لے آئے گی اکبرؑ کی اذاں

مرثیہ سُن کر بہل جاتے ہیں طفلانِ حسینؑ
کربلا کے بعد ماؤں نے بدل دیں لوریاں

الٰہی تجھ کو مبارک ہو آمدِ حیدرؑ
کوئی چراغ نہیں تھا ترے مکاں کے لئے

یزیدیوں کی ہدایت کو صبح عاشورا
رسولؐ خود ہی کھڑے ہوگئے اذاں کے لئے

دیکھئے فیضِ نسیمِ لحنِ اکبرؑ دیکھئے
کِھل اُٹھا گُل کی طرح حُر کا مقدّر دیکھئے

دِل شبیہِ قبرِ سقّائے سکینہؑ ہے سروشؔ
دِل کے پہلو میں فراتِ دیدہٴ تر دیکھئے

یا علیؑ کیجئے امداد برائے زینبؑ
مجھ سے ممکن ہی نہیں مدح و ثنائے زینبؑ

ہوتا وہ گھر کی کنیزوں کے لئے عید کا چاند
دیکھ لیتیں جو کبھی ناخنِ پائے زینبؑ

کچھ نہیں عیسیٰؑ مریضِ کربلا کے سامنے
ہر دَوا بے کار ہے خاکِ شفاء کے سامنے
اپنا دامن جلتے خیموں سے بچانا تھا اُسے
کربلا میں سخت مشکل تھی ہوا کے سامنے

ooo

ہمدم و مونس و دمساز کہاں ملتے ہیں
اور بچوں میں یہ انداز کہاں ملتے ہیں
ماں کہا کرتے ہیں عباسؑ کی ماں کو حسنینؑ
اور ماؤں کو یہ اعزاز کہاں ملتے ہیں

ooo

گل کی ہر پنکھڑی گلزار نظر آتی ہے
ہر روش طالعِ بیدار نظر آتی ہے
آگئے کعبے کی سرحد میں رسولِؐ عربی
مسکراتی ہوئی دیوار نظر آتی ہے

ooo

سہہ پاتے نہ تھے دردِ جدائی کے ستم اور
کعبے کی فضا دیکھ کے بڑھ جاتا تھا غم اور
لو کعبے سے لاتے ہیں نبیؐ اپنے وصی کو
"جاتے میں قدم اور تھے آتے میں قدم اور"

ooo

کلی دِل کی نہ کیوں چٹکے جب ایماں کی بہار آئے
خود اپنی موت پر کیوں مرنے والے کو نہ پیار آئے
ہے مجھ پر نزع کا عالم علیؑ آئے ہیں بالیں پر
"اِسی کو موت کہتے ہیں تو یارب بار بار آئے"

000

علیؑ کا نام آتے ہی جو مومن مسکراتا ہے
یہی اجرِ رسالت ہے محبت کا تقاضا ہے
زباں پر یاعلیؑ ہے اور زباں رکھ دی ہے خنجر پر
علیؑ والا سلیقے سے علیؑ کا نام لیتا ہے

000

علیؑ کا نام ہی مومن کے حق میں راحتِ جاں ہے
یہی معنیِ قرآں ہے یہی مفہومِ قرآن ہے
علیؑ کے نقشِ پا پر سر جھکا کر سوچتا ہوں میں
زمیں پر اِک نیا کعبہ بنانا کتنا آساں ہے

000

ہر پھول ہے مدحت کا گلستاں کے برابر
ہر لفظ ہے اِک آیتِ قرآں کے برابر
رتبہ بہت اعلیٰ ہے ثناخوانِ علیؑ کا
منبر کو نہ رکھ تختِ سلیمانؑ کے برابر

000

عباسؑ مرتضیٰؑ کی دُعاؤں کا نام ہے
بنتِ نبیؐ کے دِل کی صداؤں کا نام ہے
پیاسوں کے حق میں کوثر و تسنیم و سلسبیل
مقتل میں زندگی کی اداؤں کا نام ہے

○○○

بتلا رہی ہے ہم کو یہ تاریخِ خونچکاں
قاسمؑ کا عزم ، عزمِ حسنؑ کا ہے ترجماں
دیکھو تو کتنے پیار سے کبریٰؑ کی مانگ میں
کرب و بلا کی خاک نے بھر دی ہے کہکشاں

○○○

رنگِ وفا ہے باغِ وِلا کی بہار میں
کلیاں چٹک کے پھول بنیں انتظار میں
کعبے کی سمت ہونگی نگاہیں لگی ہوئیں
مرکر بھی انتظار رہے گا مزار میں

○○○

اُلفتِ آلِ نبیؐ جن کے مقدر میں نہیں
نام اُنکا کسی فہرست پیمبرؐ میں نہیں
کیوں نہ بے کھٹکے چلے آئیں سبھی اہلِ طلب
کوئی زنجیر ہی دروازۂ حیدرؑ میں نہیں

○○○

گفتگو شعلۂ شمشیر نظر آتی ہے
خامشی عالمِ تقریر نظر آتی ہے
فاطمہؑ آج تو دربارِ ستم میں زینبؑ
ہو بہو آپ کی تصوری نظر آتی ہے

کہہ دو کوئی ہنسی سے آئے نہیں لبوں تک
اِس وقت آنسوؤں کا دریا چڑھا ہوا ہے
جس دِن سے اِس زمیں پر کرب و بلا ہوئی ہے
آنسو میں اور ہنسی میں غیبت کا فاصلہ ہے

عشقِ حیدرؑ میں گذری مری چین سے ذوقِ سجدہ بھی تسکین پاتا رہا
وہ جو چشمِ تصوّر میں آتے رہے ہر نَفَس ایک کعبہ بناتا رہا
میری بالیں پہ جلوہ نما تھے علیؑ تھا حقیقت میں وہ لمحۂ زندگی
وہ مجھے دیکھ کر مسکراتے رہے میں اُنہیں دیکھ کر مسکراتا رہا

محسنؑ ہوئے شہید ، علمدار مِل گیا
اِک ماںتا کو کھویا ہوا پیار مِل گیا
مظلومِ کربلا تجھے عباسؑ کیا مِلا
پھر مصطفیٰؐ کو جعفرِ طیار مِل گیا

ابو طالبؑ کے بارے میں خود اپنوں کا یہ عالم ہے
سدا غیروں کا قولِ کفر ہی اِک رسمِ پیہم ہے
یہ نقلِ کفر بھی تو اِک طرح سے کفر ہے اے دِل
کہوں کیا کس قدر میرا مزاجِ عشق برہم ہے

ooo

یہ بھلا مالکِ کونین کو مہلت دیں گے
شام والوں نے خود اِک رات کی مہلت لے لی
اور سحر تک سپہء شام سے حُرؑ کو لے کر
شہؑ نے پوری شبِ عاشور کی قیمت لے لی

ooo

عصر عاشور کبھی دِل سے بھُلائی نہ گئی
اتنی شدّت سے کوئی یاد منائی نہ گئی
زیرِ خنجر تھے حسینؑ اتنے خدا سے نزدیک
اتنی قربت شب معراج بھی پائی نہ گئی

جنت پہ کسی غیر کا قبضہ نہیں ہوگا
میدانِ قیامت میں سقیفہ نہیں ہوگا
یہ دشمنِ حیدرؑ کو جلاتا ہی رہے گا
دوزخ کا کلیجہ کبھی ٹھنڈا نہیں ہوگا
رضواں درِ جنت پہ جنہیں روک رہا ہے
اُن کو درِ حسنینؑ پہ دیکھا نہیں ہوگا

جو بندہ علیؑ کو خدا جانتا ہے
خدا جانتا ہے تو کیا جانتا ہے

میرے مرحومین کے لئے
سورۂ فاتحہ کی گذارش ہے

آغا مرزا مستجاب حسین
مرزا بضاعت علی
اصغری بیگم
شہر بانو بیگم
امامی بیگم
عابدہ بیگم
ہدایت بی
صالحہ بیگم
سید سرور حسین رضوی
اعزاز فاطمہ نقوی

خوشی ہے کہ "بیاضِ جاں" کے شاعر جناب آغا سروش شعری محرکات وعوامل کے راز دار ہیں۔ زبان ولفظیات کے سرمایہ پر بھی انہیں دسترس حاصل ہے۔ اُن کے شعری اکتسابات سے میں متاثر ہوں۔ الفاظ سے پیکر تراشی کا ہنر انہیں خوب معلوم ہے۔ نعت اور منقبت گوئی شاعر کا قدم قدم پر امتحان لیتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں فرشتوں کے پَر جلتے ہیں۔

آغا سروش ان مراحل سے بھی کامران گزرے ہیں یہ اُن کے سرشاریٔ عشق ومودت کی دلیل ہے:

ملک حیرت سے تکتے تھے یہ منظر فتح مکہ میں
خطائیں بخش کر دشمن کی شرمانا محمدؐ کا
دیکھ اب بھی وقت ہے دامانِ احمدؐ تھام لے
ورنہ کل محشر میں ہوگی ایسی رسوائی کہ بس
مرا شرم سے سر جھکا جارہا تھا' خطاوں سے اپنی حجاب آرہا تھا
مدینے کے آقا سے سب حال اپنا بیاں کر ہی ڈالا جھجکتے جھجکتے

یہ وہ اشعار ہیں جن میں عظمت رسول کائنات اور احترام آدمیت کو فنی چابک دستی سے پیش کیا گیا ہے۔

آغا سروش منفرد لب ولہجے کے شاعر ہیں۔ مشکل ردیف میں فکر وفن کے جوہر پیش کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ درج ذیل شعر ثبوت کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے۔

ہاتھ میں اک پھول' تتلی پھول سے لپٹی ہوئی
تھا یوں ہی اس ہاتھ میں خیبر کا در شکر سمیت

منقبت میں یہ پیکر تراشی (Imagery) ایک فن کار ہی کا کارنامہ ہے۔ روزمرہ اور محاورے کو نظم کے قالب میں ڈھال دینے کا بھی انہیں ہنر معلوم ہے۔

سوگئے کس شان سے تیغوں کے سائے میں علیؑ
دوسرا ہوتا تو چل دیتا کہیں بستر سمیت

پروفیسر سید فضل امام رضوی
سابق صدر شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی

تقریباً تیس برس پہلے جب میں پہلی مرتبہ حیدرآباد گیا تھا تو وہاں محفل میں علامہ اختر زیدی مرحوم جناب سعید شہیدی مرحوم جناب باقر امانت خانی مرحوم جیسی عظیم شخصیتوں سے ملاقات اور ان کا کلام سننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ اسی محفل میں ایک نوعمر شاعر آغا سروش سے بھی ملاقات ہوئی اور ان کا کلام سننے کے بعد یہ یقین ہوگیا کہ یہ شاعر ایک دن آسمان شاعری پر آفتاب بن کر جگمگائے گا۔

آج ہندوستان ہی نہیں تمام ممالک میں جہاں جہاں محفلیں منعقد ہوتی ہیں اور عزاداری برپا ہوتی ہے آغا سروش کا کلام عزت واحترام کے ساتھ سنا اور پڑھا جاتا ہے۔

آغا سروش کی شخصیت اور ان کی شاعری میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ایک اچھے شاعر اور اچھی شاعری میں ہونا لازمی ہیں۔

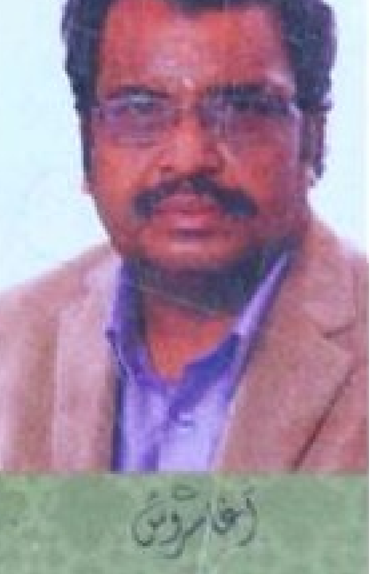
جرار اکبرآبادی

BAYAZ-E-JAN

By : Agha Sarosh

میری اس خام خیالی کے استحکام کو دیکھئے کہ میں "سلام" کو صنفِ سخن نہیں سمجھتا اگرچہ کہ اُردو شاعری میں اس کا رواج ہے اور میر انیس کے سلام کا علیحدہ مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ عرض یہ ہے کہ اُردو شاعری میں جتنی اصناف سخن ہیں وہ یا عربی سے یا فارسی سے اُردو میں آئی ہیں۔ زمانہ حال میں گیت اور دوہے ہندی سے مستعار ہوئے۔ سانیٹ انگریزی سے ہائیکو جاپانی سے لی گئی۔ ایک اور صنف ثلاثی وجود میں آئی ہے یہ ایک نیا تجربہ ہے جس میں محققین اور ناقدین کی طویل بحث ہے کہ کس نے سب سے پہلے اس صنف کو رائج کیا۔ تادمِ تحریر میری نگاہ حمایت علی شاعر پر ٹھہری ہوئی ہے۔ حقیقت شاید کچھ اور ہو۔ لیکن سلام نہ عربی میں ہے نہ فارسی میں۔ یہ ممکن ہے کہ کسی اُردو کے شاعر نے فارسی میں سلام کہا ہو تو یہ نظیر نہیں قرار پاتی لیکن فارسی کے اساتذہ میں کس کس نے سلام کہا ہے یہ غور طلب ہے۔ اپنی ہیئت ترکیبی کے اعتبار سے سلام ہنگنائے غزل کی دوسری صورت ہے۔ چنانچہ غزل ہی کی کج دھج دیکھئے کہ رجب کی چودھویں شب کو معانی کا ست لڑا فصاحت کا جھومر بلاغت کے بازوبند تشبیہات کی سرن استعاروں کی انگشتریاں علامتوں کی پنچیاں سیاہ گیسوؤں کے قلیوں بیچ شگاف سا بنائے اس میں افشاں چنن ایہام کا ہلکا سا گھونگٹ نکال ایہام کی کن انکھیوں سے دیکھ کر اور پھر اپنا آپ میں پورے چاند کے روبرو ہو تو یہ آغا سروش کی "منقبت" ہے اور یہی غزل ہلال محرم کے ساتھ ہی گہنے پاتے چھوڑ سیاہ ملبوس میں زلفِ برہم کو یونہی بے ترتیب چھوڑ کر صرف سیاہ اوڑھنی اوڑھ لے اور یوں سوگوار ہو جائے کہ آنکھ سے کاجل تو بہہ نکلے پر "نہ دامنوں کو خبر ہو نہ آستینوں کو" تو یہ آغا سروش کا سلام ہے۔

علامہ اعجاز فرخ



آغا سروش